سماجی رویوں کی تشکیل میں صوفیہ کا کردار

(عصری تناظر میں)

ڈاکٹر عقیل احمد

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

Marfat.com

Marfat.com

سماجی رویوں کی تشکیل میں صوفیہ کا کردار

(عصری تناظر میں)

مصنف

ڈاکٹر عقیل احمد

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11- داتا گنج بخش روڈ لاہور 042-37313885, 37070663

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب	سماجی رویوں کی تشکیل میں صوفیہ کا کردار (عصری تناظر میں)
مصنف	ڈاکٹر عقیل احمد
طابع	سیّد محمد شجاعت رسول
ایڈیشن	مئی 2017
کمپیوٹر کوڈ	1N0167
قیمت	-/400

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11- داتا گنج بخش روڈ لاہور 042-37313885, 37070663

Marfat.com

انتساب

مشائخ نقشبند

کے نام

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ

وصحبہ وبارک وسلم

مولای صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبک خیر الخلق کلہم

محمد سید الکونین والثقلین

والفریقین من عرب ومن عجم

Marfat.com

ترتیب

انتساب • ۳

پیش گفتار ۹

باب اوّل: ۱۳

تشکیل کردار اور قرآن و سنّت

فصل اوّل: قرآن کا نظریہ معاشرہ وسماج ۱۵

فصل دوم :(الف) تشکیل کردار میں قرآن کا نظریہ فکری واعتقادی حوالے سے ۱۸

(ب) تشکیل کردار میں قرآن کا نظریہ سیاسی وحکومتی حوالے سے ۲۲

(ج) تشکیل کردار میں قرآن کا معاشی نظریہ ۲۷

فصل سوم: رویوں کی تشکیل کے نبوی اصول وعملی مظاہر ۳۲

باب دوم: ۴۷

تشکیل کردار اور صوفیہ کرام

فصل اول: سلاسل اربعہ کے بانیان کا تعارف اور اُن کے افکار وتعلیمات ۴۹

❀ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۹

ولادت ۴۹

بغداد آمد ۵۰

حضرت شیخ کے افکار وتعلیمات ۵۸

Marfat.com

- حضرت شیخ خواجہ معین الدین حسن سجزی چشتی ۷۰
- حضرت خواجہ کا نام نسب کچھ یوں ہے: ۷۰
- ولادت ۷۰
- ابتدائی حالات ۷۱
- حضرت خواجہ کے اسفار: ۷۱
- حضرت خواجہ غریب نواز کی ہندوستان آمد ۷۴
- چشت نام کی وجہ تسمیہ: ۷۵
- اجمیر کی وجہ تسمیہ: ۷۸
- حضرت خواجہ معین الدین کی اجمیر آمد: ۷۸
- حضرت خواجہ کی ازدواجی زندگی: ۸۰
- حضرت خواجہ کا وصال: ۸۰
- حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے اقوال وتعلیمات: ۸۱
- حضرت شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر سہروردی ۸۶
- نام ونسب ۸۶
- حضرت شیخ شہاب الدین کے خلفاء ۸۷
- حضرت شیخ شہاب الدین کا وصال ۸۸
- حضرت شیخ بہاء الدین محمد بن محمد بخاری نقش بندی ۹۳
- ولادت: ۹۳
- نقش بند کا معنی: ۹۳
- تعلیم وتربیت: ۹۳
- اصطلاحاتِ سلسلہ نقش بندیہ: ۹۷
- حضرت کا وصال: ۱۰۲

Marfat.com

فصل دوم: تحریر وتصنیف کے تناظر میں ۱۰۳
فصل سوم: عملی اور خانقاہی تناظر میں ۱۳۱
باب نمبر3: ۱۴۷

صوفیہ کے تشکیل کردار کے اثرات

فصل اوّل: فکری اثرات ۱۴۹
فصل دوم: سیاسی وسماجی اثرات ۱۵۹
فصل سوم: معاشی اثرات ۱۷۷

Marfat.com

Marfat.com

پیش گفتار

تخلیق انسان کا مقصد اللہ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ اللہ کی معرفت کیسے حاصل کی جائے؟ اس کا قرب کیسے حاصل ہو؟ اس سے وصل کا کیا طریقہ ہو؟ اس کی رضا کیسے ملے؟ اس کے احکامات سے آشنائی کیسے ممکن ہو؟ ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو بھیجا جس کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر ختم ہوا۔

سلسلہ نبوت تو حضور ﷺ پر ختم ہو گیا۔ لیکن عرفان الٰہی کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ کیونکہ انسان کا مقصد تخلیق یہی ہے اور انسان جب تک ہوں گے تو تب تک ان کا مقصد بھی رہے گا۔ اب یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد معرفت الٰہیہ کے سلسلے کو آگے بڑھانے والے بھی ہونے چاہئیں جو عبد کا تعلق معبود سے جوڑ دیں۔

وہ لوگ کون ہیں؟ جو بندے کا رخ شہواتِ نفسانیہ اور لہو ولعب سے موڑ کر خالق کی طرف کر دیتے ہیں جو بندے کا تعلق باللہ مضبوط کر کے اس کو خود آشنا اور خدا آشنا بناتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد یہ گروہ صوفیہ کرام کا ہوتا ہے جو بھٹکے ہوؤں کو صراطِ مستقیم پر چلاتے ہیں۔

نبوت اگر عمل سے حاصل نہیں ہوتی تو ولایت بھی عمل کا نتیجہ نہیں ہوتی۔ جس طرح نبوت فضل خداوندی ہے اسی طرح ولایت بھی عطائے رب جلیل ہے۔

خاص منصب عمل سے نہیں فضل سے حاصل ہوتا ہے جس طرح نبی صفات خداوندی کا مظہر ہوتا ہے اسی طرح صوفی صفات نبی کا مظہر ہوتا ہے۔ نبی مظہر خدا ہونے کے باوجود بھی اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی ہوتا ہے اور ولی بھی نبی کا مظہر ہونے کے باوجود نبی کا اُمتی اور غلام

Marfat.com

ہی رہتا ہے۔

نبوت چونکہ وہبی شے ہے کسبی نہیں۔ اس لیے اس کا حامل معصوم عن الخطاء ہوتا ہے جبکہ ولایت فی الحقیقت ہے تو وہبی ہی لیکن اس میں کسب بھی شامل ہوسکتا ہے۔ اس لیے اس کا حامل محفوظ عن الخطاء ہوتا ہے پہلے میں غلطی کا امکان نہیں جبکہ دوسرے میں امکان ہے وہ الگ بات ہے کہ ظہور نہیں ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کو بفضل ربی ہر شے کثرت سے عطا ہوئی ہے۔ آپ کی امت میں صوفیہ بھی بڑی کثرت سے ہوئے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ آپ کی اُمت کا ہر صوفی آپ کی سیرت پاک کا عکس جمیل ہے اور رب کریم نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی سیرت کو انہی صالحین کی صورت میں زندہ رکھا ہے۔

جو لوگ دین کا فہم وادراک نہیں رکھتے وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ صوفیاء جو طریقت کی بات کرتے ہیں۔ وہ شائد شریعت سے جدا کوئی شے ہے اور طریقت، معرفت حقیقت یہ سب صوفیاء کی اختراعات ہیں۔ دوستوں کو سمجھنے میں غلطی ہوئی۔

کسی صوفی یا کسی ولی نے حضور اکرم ﷺ کے طریقے کے خلاف کوئی بات نہیں کی بلکہ وہ فرمان نبی کی شرح اور وضاحت مختلف انداز سے کرتے رہے ہیں۔ اب جس کو تو سمجھ آ گئی وہ عارف ہو گیا اور جس کو نہ آئی وہ مخالف ہو گیا۔ بات تو اپنے ظرف کی ہے۔

اللہ والوں سے تعلق اُلفت ہر مقام پر کام آئے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ۔ (الزخرف ۶۷)

کفار و منافقین اُس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے لیکن سوائے اہل تقوی کے (وہ اُس دن بھی ایک دوسرے کے دوست ہوں گے)

اہل ایمان، اہل محبت، راہ حق پر چلنے والے شب و روز اطاعت الٰہی اور اتباع رسول ﷺ میں بسر کرنے والے یہ ایک ودسرے کے دوست ہوں گے یعنی اہل ایمان کا آپس میں جو محبت و پیار کا تعلق اس عالم میں قائم ہوگا وہ تعلق عالم برزخ اور عالم آخرت میں بھی قائم و دائم رہے گا۔

کلمہ حق بلند کرنا بڑی جوانمردی اور دلیری کے کام ہیں۔ ہر دور میں کلمہ حق بلند کرنے

Marfat.com

والوں کو اظہار حق کی پاداش میں بڑے جانگسل مراحل سے گزارنا پڑا لیکن راہِ حق میں آنے والی اذیتوں اور مصائب کا اہل حق نے ہمیشہ صبر و استقامت ہی کے ساتھ سامنا کیا اور ان کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔

آزادیٔ اظہار و ابلاغ کے اس دور میں اگر کسی کے سامنے ابدی صداقتوں اور لافانی حقیقتوں کا اظہار کیا جائے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ اس کو تسلیم نہ کرے لیکن اندازِ سخن میں اگر تدبر، دانش اور دور اندیشی، اخلاص و مروت، رواداری و خندہ پیشانی جیسے عناصر شامل نہ ہوئے تو یہ سعی لاحاصل ہوگی اور وقت کا ضیاع ہوگا۔ ہم وہ موضوعات چھیڑ کر بیٹھ جاتے ہیں جن کے بارے میں ہمیں بنیادی معلومات بھی حاصل نہیں ہوتیں۔ اپنی اس کج بحثی کو پھر علمی مباحثے کا نام دے دیتے ہیں اور بڑے بڑے انکشافات کرتے ہیں حالانکہ کچھ حاصل کے بغیر انکشاف کرنا اہل خیر اور حکماء کا شیوہ نہیں۔

صوفیہ کرام ہی ہیں جنہوں نے حق کو پہنچان لیا تو پھر اس کا اظہار، قول و فعل دونوں طرح سے کیا ان کے شب و روز، ماہ و سال، حیات و ممات تمام ہی سے تو اظہار حق ہوتا ہے ان انفاس قدسیہ کے کردار، حقانیت اسلام کی دلیل ہیں صفات ربانیہ کے مظہر اور دین متین کے امین ہوتے ہیں حق کی صداقت کے لئے جان بھی دینی پڑے تو پیچھے نہیں رہتے بلکہ دنیا سے جانے کے بعد بھی اُن کے مزارات پُر انوار ان کے افکار سدیدہ اور کردارِ عظیم کی گواہی دے رہے ہیں اور جب کوئی انجان ان کے بارے میں پوچھتا ہے تو اسے بتایا جاتا ہے کہ یہی وہ کشتگان خنجر تسلیم راہ ہیں جو ملائکہ کے سامنے فخرِ خداوندی ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں سیرت نبوی کا پیکر تھے انہی کے دم قدم سے اسلام کا چراغ ہر دور میں روشن رہا ہے انہی کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے انہی کے مزاروں پر عقیدت کے چراغ جلتے ہیں شاہان وقت کے فرعونی مزاج پر ضرب کلیم لگانے والے یہی ہیں راہبر، راہ رو منزل مقصود تک پہنچانے والے یہی ہیں۔

اسلام اپنے ان عظیم سپوتوں کو خراج تحسین پیش کرتا رہے گا ان کی عظمتوں کے سکے لوح قلب پر نقش ہوتے رہیں گے۔

Marfat.com

اسی لئے حصول خیر اور حصول دانش کے لیے صالحین کے ساتھ وابستگی کا حکم دیا گیا ہے اس کے لیے اس ناچیز نے یہ کوشش کی ہے باری تعالیٰ اس کو قبول فرمائے نیکی کے کام میں تعاون کرنے والوں بالخصوص جسٹس (ر) نذیر احمد غازی، ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس، ڈاکٹر مجیب احمد، ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی، محمد بشارت صدیق ہزاروی، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، ڈاکٹر مسعود احمد مجاہد، پروفیسر سلطان سکندر، صاحبزادہ محمد عثمان صدیقی، فرید احمد شیخ اور سیّد شجاعت رسول قادری اِن سب کو، ان کے اہل خانہ اور پیغام حق کو قبول کرنے والوں، اس کی تشہیر کرنے والوں کو رب ذوالجلال ہمیشہ اپنی رحمتوں کے حصار میں رکھے۔ آمین۔

ڈاکٹر عقیل احمد

aqeelahmedirc@yahoo.com

Marfat.com

باب اوّل

تشکیل کردار اور قرآن وسنّت

فصل اوّل: قرآن کا نظریہ معاشرہ وسماج

فصل دوم :(الف) تشکیل کردار میں قرآن کا نظریہ فکری واعتقادی حوالے سے

(ب) تشکیل کردار میں قرآن کا نظریہ سیاسی وحکومتی حوالے سے _____

(ج) تشکیل کردار میں قرآن کا معاشی نظریہ _____

فصل سوم: رویوں کی تشکیل کے نبوی اصول وعملی مظاہر _____

Marfat.com

Marfat.com

فصل اوّل:

قرآن کا نظریہ معاشرہ وسماج

انسانی زندگی کو اگر مقاصد شرعیہ کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ شرعی اصول مقاصد انسان کے فطری تقاضوں کی تکمیل واعتدال کے لئے متعین کیے گئے ہیں۔ شریعت فرد اور معاشرے کے مابین ایک حسین ربط پیدا کر کے زندگی کو خوشگوار بناتی ہے۔ فرد اور معاشرہ کے درمیان اس ربط کی اساس جب تک اُسوۂ حسنہ پر قائم نہ ہوگی۔ نہ مقاصد شریعہ کا حصول ممکن ہوگا' نہ ہی انسان کے فطری تقاضے خوبصورتی کے ساتھ پورے ہوں گے اور نہ معاشرہ مثالی بن سکے گا۔ اس لیے احکام و مقاصد شریعہ میں فرد کی زندگی کو اس طرح ڈیزائن کیا گیا ہے کہ فرد کا ہر عمل معاشرے سے بلاواسطہ اور بالواسطہ جڑا نظر آتا ہے۔

قرآن کریم میں اوامر ونواہی کے بیان کے وقت واحد کی جگہ جمع کا اسلوب اپنا کر ملی وحدت' معاشرتی استحکام اور اجتماعیت کا تصور واضح کیا گیا ہے۔ ہر فرد معاشرے کی اہم خشت ہے۔ خشت (اینٹ) جتنی مضبوط اور اعلیٰ ہوگی' اُتنی ہی معاشرہ اعلیٰ نظر آئے گا' کیونکہ معاشرہ انسانوں سے ہی قائم ہوتا ہے۔ تعلیماتِ نبویہ میں فرد کی تعلیم وتربیت کے عناصر کے مطالعہ یہ حقیقت عیاں کرتا ہے کہ فرد کی تعلیم وتربیت کے عناصر اعلیٰ معاشرے کی تسکین کے عناصر بنتے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں افراد کے رویوں کی تشکیل کے لیے صوفیہ کرام کی مساعی اور منہج کا تذکرہ کیا جا رہا ہے' لیکن اُس سے قبل قرآن وسنت کا اس ضمن میں منہج جاننا ضروری ہے کہ وہ کس طرح انسانی کردار اور رویہ سے شر کو دور کر کے اُس کو خیر کا پیکر

Marfat.com

ومنبع بنا کر معاشرے کے لئے نفع بخش بناتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط (۱)

تم بہترین امت ہو جو اس لیے پیدا کیے گئے ہو کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

مذکورہ بالا آیات میں لفظ ''اُمت'' کا ذکر اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ دعوت دین یعنی اشاعت دین کے لئے ضروری ہے کہ امت کی صورت اختیار کی جائے انفرادیت کی بجائے اجتماعیت کا عملی جامہ غالب کیا جائے۔ قرآن کریم میں امت کے علاوہ ملت اور قوم کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں عبادات و معاملات کی ادائیگی کے لئے جن اوامر و نواہی کا ذکر ہے اُن کے لئے بھی جمع کے طور پر حکم دے کر معاشرتی زندگی کی طرف اشارہ دیا گیا ہے یعنی مل جل کر رہنے کا حکم سامنے آتا ہے۔ اب مل جل کر رہنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

1۔ بغیر کسی قانون و قاعدے کے زندگی بسر کی جائے۔

2۔ یا کسی مکمل ضابطہ حیات کے تحت زندگی بسر کی جائے۔

اسلام جس معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے وہ کسی ضابطہ حیات ہی کے تحت ہی ممکن ہے اب اصول و ضوابط بنانے یا اُن کو اپنانے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ (1) کسی بھی معاشرے میں بسنے والے انسانوں میں سے چند ذہین انسانوں کی آراء کے مطابق سماجی ضابطہ مقرر کر لیا جائے اور اُن کے مطابق نظام چلایا جائے۔ (2) دوسری صورت یہ ہے کہ احکامات الٰہیہ کے مطابق معاشرہ کی بنیادیں استوار کی جائیں اور پھر وہاں کے ''عرف'' (Social Norms) کے مطابق ضوابط مقرر کیے جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں جو معاشرے قائم کیا وہاں مذکورہ بالا دونوں اصولوں کے مطابق نظام حکومت تشکیل دیا۔ معاشرتی یا سماجی بنیادوں کو احکامات الٰہیہ کے مطابق قائم کرنے میں سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ اُس سے ملی تشخص واضح اور باقی رہے گا ایک مسلمان جو دیگر مذاہب سے علیحدہ اپنی

Marfat.com

ایک فکر و عمل کی صورت میں شناخت رکھتا ہے وہ باقی رہے گی قوموں کی زندگی میں اُن کی شناخت ہی سب سے بڑی حقیقت ہوتی ہے جو نہ صرف اُن کے لیے وجہ امتیاز ہوتی ہے بلکہ اُن کی یہ شناخت ہی مقاصد زندگی کو متعین کرتی ہے بنیادوں کے بعد عمارت کو ''عرف'' کے مطابق قائم کرنے میں یہ حکمت ہے کہ انسانی زندگی ہر لمحہ تغیر پذیر ہے۔ اب اگر کوئی معاشرتی تعامل (Social Trends) کو سامنے نہ رکھے گا تو ایک جاندار اور شاندار معاشرہ کی تکمیل ناممکن ہو جائے گی۔ اِن ہی دونوں اصولوں کی وجہ سے انسانی رویہ و کردار میں خیر کا عنصر غالب نظر آئے گا کیونکہ اُس کی سرپرستی معاشرہ کر رہا ہے اور معاشرہ بھی بے لگام نہیں ہوگا انتہائی مضبوط بنیادوں پر قائم ہوگا۔

اسلام کے مرکزیت، اتحاد و یک جہتی، اخوت، وحدت ملی، یکجائی و یک رنگی جیسے تصورات کی تکمیل ایک خوب صورت معاشرہ کے بغیر ناممکن ہے۔ قرآن کریم نے اس ضمن میں قوموں کے عروج و زوال کا ذکر کر کے بنی آدم پر معاشرتی بقا و فنا کے اصول واضح کر دیئے ہیں اللہ کے ہر نبی نے اپنی قوم کی فکری و عملی تہذیب و استحکام کے لئے مساعی کیں اُن کا مقصد بھی ایک اعلیٰ اور خیر پر مبنی معاشرے کا قیام ہی تھا۔

قرآن کریم نے معاشرے کی بہتری اور فلاح کے لیے چند اصولوں کو بنیاد بنایا ہے۔ جن میں تین سرفہرست نظر آتے ہیں: (1) فکری و اعتقادی (2) سیاسی و حکومتی (3) معاشی ضوابط۔

Marfat.com

فصل دوم

(الف) تشکیل کردار میں قرآن کا نظریہ فکری واعتقادی حوالے سے

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ط وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ○ (2)

وہی ذات ہے (اللہ تعالیٰ کی) جس نے موت وحیات کو پیدا کیا تا کہ تمہارا امتحان لے کہ میں سے کون اچھے کام کرتا ہے بے شک وہ غلبہ والا اور معاف کرنے والا ہے۔

اس آیات کریمہ سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ انسانوں سے اللہ کریم کو ''حسن عمل'' مطلوب ہے حسن عمل، حسن فکر کے بغیر ممکن نہیں۔ حسن عمل کے مترادف قرآن کریم نے عمل صالح، عمل خیر وغیرہ کی بھی اصطلاحات کا ذکر کیا ہے لیکن ان سب کو حسن فکر سے مشروط کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ج وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (3)

جو کوئی نیک کام کرے مرد ہو یا عورت (مگر) وہ ہو مومن (تو) ہم ضرور اُس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور اچھے کام کرنے والوں کو جزا عطا کریں گے۔ اس آیت سے بھی ''عمل صالح'' کا تقاضا کیا جارہا ہے لیکن ایمان کی قید لگا دی گئی ہے کہ اس کے بغیر قبول

Marfat.com

نہیں۔قرآن کریم میں "اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" (ایمان لائے اوراچھے کام کیے) کی تکرارفکر کے حسن، صالحیت اور راسخیت کی دلیل ہے اچھے یا نیک کام کرنے کا حکم قران نے دیا ہے لیکن سب سے بڑی نیکی کیا ہے؟ اُس کا بھی بتایا۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَلٰـكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ (4)

اورلیکن (حقیقی) نیک تو یہ ہے کہ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر، یوم آخرت پر، اُس کے فرشتوں پر، اُس کی کتابوں پر اور اُس کے رسولوں پر۔

فکری اتقان کے یہ پانچ اصول بتائے گئے ہیں:

1۔توحید 2۔رسالت 3۔کتب سماوی

4۔ملائکہ 5۔آخرت

ان میں بنیادی نقطہ توحید ہے باقی سب توحید کا تتبع ہیں یا توحید کے تقاضے ہیں قرآن کریم میں عقیدہ و ایمان کے ضمن میں تین عقائد کا ذکر کثرت سے کیا گیا ہے۔توحید، رسالت، آخرت۔توحید میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، افعال، کمال تخلیقات وغیرہ کا ذکر ہے۔

رسالت میں نبوت کا منصب و مقام اُس کی پیروی اور اُس کے ساتھ روابط کی جہات کا ذکر ہے جبکہ آخرت میں کائنات کے خاتمہ اور اُس دن کی سختیوں کا ذکر اور اعمال خیر و شر کی جزا و سزا کا ذکر ہے ان تمام عقائد کا ذکر انسان کے افکار کی مضبوطی و پختگی کے لئے کیا گیا ہے۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوم کے محاسبہ اعمال سے قبل اُن کے باطل افکار و اعتقادات کا محاسبہ کرتے رہے ہیں کیونکہ اُن کا مقصد لوگوں کی فکر کو صالح بنانا تھا فکر جب صالح ہوگی تو اعمال سے خیر کا ہی ظہور ہوگا۔

نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے تبلیغ کی ابتدا اہل مکہ کی فکری ابتری کو دور

Marfat.com

کرنے ہی پر فرمائی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے متبعین کو فکری طور پر ایسا راسخ العقیدہ کر دیا کہ انہوں نے اپنے عقیدہ کی حفاظت کے لئے ہر مشکل کو برداشت کیا۔ ہر ستم کے آگے استقامت کا پہاڑ بن گئے لیکن باطل کے سامنے جھکے نہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (5)

بے شک جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے پھر اِس پر قائم رہے تو اُن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

انسان کے ظاہری و باطنی اعضاء بھی اُس کی فکر ہی کے پابند ہوتے ہیں۔ انسان کا دیکھنا، سننا، بولنا، چلنا، سوچنا، حق و باطل اور خیر و شر میں امتیاز اُس کی فکر کی بدولت ہوتا ہے۔ عموماً معاملات زندگی میں جب کوئی بندہ یہ جملہ بولتا ہے ''میں سمجھتا ہوں'' (I think) یا اس معاملے میں ''میری رائے یہ ہے'' وغیرہ وغیرہ تو اِن جملوں سے بندے کی فکر ہی کا اظہار ہوتا ہے اور پھر فکر کے منابع (Sources) کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اُس کی یہ فکر کیسے قائم ہوئی۔ انسانی معاشروں میں افکار کی تبدیلی کوئی نہیں بات نہیں اس کے دو پہلو نظر آتے ہیں ایک تو معاملات زندگی یعنی اُن میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ پھر عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لئے انسانی فکر بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ دوسرا پہلو ہے کہ زندگی کے کچھ ایسے مسلّمات (Realities) ہیں کہ اُن کے بارے میں فکر کا بدلنا نہ صرف گمراہ کن بلکہ تباہ کن ہے۔ معاشروں میں تباہی و فساد کی وجہ فکری و نظری کجروی ہی ہے۔ انسانی تاریخ اس عمل پر شاہد ہے کہ انسان نے جب کبھی بھی کائناتی حقائق سے صرف نظر (Ignore) کیا تو اُس کا وجود معاشرے کے لئے شر ثابت ہوا۔ انحراف حق (Deny of Truth) کی وجہ ہی سے انسان انسان ہی کے ہاتھوں قہر مذلت میں گرتا رہا اور ''اسفل السافلین'' کا منظر سامنے آتا رہا۔

اسلام نے اس لیے انسان کی فکر کو کجروی، بے اعتدالی اور انحراف حق سے بچانے کے

Marfat.com

لئے اُس کے شعور کو وہ کامل احساس عطا کیا ہے کہ جن کے ہوتے ہوئے وہ ایک صحیح ''مرد مومن'' کے طور پر دنیا کے سامنے آتا ہے اور اُس کا وجود خیر کی علامت ہوتا ہے اسلام نے فکری نظام کو جن بنیادوں پر مستحکم کیا ہے وہ اتنی پائیدار ہیں کہ اُن کو کسی بھی جانب سے کمزور نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخ کے کسی بھی عہد میں فرد یا معاشرہ ان کو کمزور کرنے کی کوشش کی تو تاریخ نے اُنکے خلاف ہی فیصلہ دیا اور جن افراد یا معاشروں نے ان کے مطابق معاملات زندگی پر مسائل حیات سے نبرد آزما ہونے کا فیصلہ کیا تاریخ نے اُن کے حق میں فیصلہ دیا۔

ایمان، فکر،، نظریہ کے ساتھ اسلام میں اس کے مترادف ایک اور اصطلاح بھی ہے وہ ہے ''عقیدہ'' لغوی و اصطلاحی معنوں کے مطابق اگر عقیدہ کی تعریف دیکھی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ عقیدہ فکر کی اُس مضبوطی و پختگی کا نام ہے کہ جس میں کبھی کمزوری محسوس نہ ہو۔ عقیدہ کی درستگی کے لئے وحی کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لئے نبی سے رہنمائی لینی پڑتی ہے وحی کے بغیر عقیدہ درست نہیں ہوسکتا اور عقیدہ کے بغیر نہ مقاصد زندگی کا تعین ممکن ہے اور نہ ہی منزل کی نشاندہی ہوتی ہے۔

ہر انسان کو اللہ کریم نے پیدائشی طور پر عقل وحواس سے نوازا ہے عقل وحواس معاملات زندگی میں معاون تو ہیں لیکن ان میں حقیقی و قطعی فیصلہ کرنے کی صلاحیت موجود نہیں ہوتی ہاں اگر عقل وحواس کا رہبر عقیدہ ہوگا تو پھر یہ حق آشنا ہو جائیں گے اور عقیدہ کا منبع (Primary Source) صرف اور صرف وہی ہے۔ اسلام میں بخشش کا دارومدار عقیدہ ہی کو قرار دیا ہے اعمال عقیدہ کی فروع (Branches) ہوتے ہیں جو ترقی درجات کا سبب ہیں بظاہر عمل کتنا ہی خوبصورت اور صالح نظر کیوں نہ آئے لیکن وہ صحیح طور پر خوب صورت یا صالح تب ہی ہو گا جب اُس کا تعلق عقیدہ سے ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد خود آپ ﷺ نے بنفس نفیس بعد میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، آئمہ فقہ، آئمہ تفسیر، آئمہ حدیث اور آئمہ تصوف سب نے جو کچھ بھی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اصلاح کا فریضہ ادا کیا اُس کے پیچھے عقیدہ ہی کی قوت کارفرما تھی اور اُس کا مرکز و منبع و سرچشمہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس تھی۔

Marfat.com

(ب) تشکیل کردار میں قرآن کا نظریہ سیاسی وحکومتی حوالے سے

سیاست کیا ہے؟ اس کے جہات ودائرہ کار اور مقاصد پر ذکر کرنے سے قبل ضروری ہے کہ اس کی چند تعریفات پیش کی جائیں تا کہ مزید مباحث کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

لسان العرب اور تاج العروس کے مطابق سیاست کی تعریف یہ ہے:

" والسیاسة القیام علی شیء بما یصلح وا لسیاسة فعل السأس (6)

کسی چیز کی اصلاح کے لیے کھڑے ہو جانے کا سیاست ہے اور سیاست، مدبر یا قائد کو کام کو کہتے ہیں۔

ابن قیم جوزی، امام شافعی اور ابن عقیل کے حوالے سے سیاست کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فقال الشافعی: لا سیاسة الا ما وافق الشرع فقال ابن عقیل السیاسة ما کان فعلاً یکون معه الناس اقرب الصلاح وابعد عن الفساد (7)

امام شافعی نے فرمایا کہ سیاست وہی قابل قبول ہے جو شریعت کے مطابق ہو ابن عقیل نے کہا کہ سیاست وہ کام ہے جس میں عوام کو بہتری کے قریب اور فساد سے دور کر دیا جاتا ہے۔

امام راغب سیاست کی بنیادی عناصر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس کے تین ارکان ہیں جو یہ ہیں:

عمارة الارض زمین کو آباد کرنا

تنفیذ احکام اللّٰہ اللہ کے احکام کو نافذ کرنا

مکارم الشریعة اخلاق فاضلہ اختیار کرنا (8)

مذکورہ بالا تعریفات سے واضح ہوا کہ اسلام کے نزدیک سیاست احکام الٰہی کے نفاذ اور عوامی حقوق کی نگہبانی کا نام ہے اور یہ کام یعنی سیاست کرنے کا وہی اہل ہے جو مقاصد

Marfat.com

شریعت سے کما حقہ آ گاہ ہو۔ موجودہ دور میں سیاست اقدار حاصل کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جن ممالک میں جمہوری نظام حکومت رائج ہے وہاں سیاسی پارٹیاں الیکشن میں حصہ لیتی ہیں اُس کے بعد اکثریتی پارٹی ایک مخصوص مدت کے لئے حکومت واقتدار حاصل کر لیتی ہے۔

اسلام دین فطرت ہے اور آ فاقی و عالم گیر دین ہونے کی وجہ سے زندگی کے کسی بھی پہلو سے سرف نظر نہیں کرتا بلکہ ہر معاملے اور پہلو میں کہیں تفصیلاً اور کہیں اجمالاً رہنمائی کرتا ہے۔ جس سے انسانیت کا فائدہ ہو اور انسانی بہبود کا جو طریقہ بتاتا ہے اس کے ذریعے سے نہ صرف فلاح عامہ کی تکمیل ہوتی ہے بلکہ صرف وہی طریقہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کا سبب ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے اسلامی نظریہ حکومت و سیاست پر کچھ تفصیل پیش کی جارہی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○ (9)

فرما دیجئے! کہ اللہ (تُو) بادشاہ ہے ملک کا جسے چاہے ملک عطا کرے اور جسے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے تیرے ہاتھ ہی میں خیر ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اقتدار ملنے کی حقیقی وجہ اللہ کی عطا ہے اللہ کریم اس کے ذریعے عروج وزوال عطا کرتا ہے حصول اقتدار کے بعد اپنی حکومت کی بنیاد خیر کو بنایا ان کو عزت وعروج ملا جنہوں نے شر کو بنیاد بنایا اُن کو ذلت وزوال ملا اسلام نے دونوں طرز ہائے حکمرانی کا ذکر کیا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِى الزَّبُوْرِ مِنْ م بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوْنَ ○ اِنَّ فِىْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ○ (10)

Marfat.com

اور ہم نے نصیحت کے بعد زبور کو لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے یقیناً اس میں عبادت کرنے والوں کے لئے پیغام ہے۔

اب ایک طرف تو ارشاد ہے کہ اللہ جسے چاہے حکومت دے اور دوسری وارث یعنی مالک ہونا صالحین کو قرار دیا جا رہا ہے بظاہر ان میں فرق نظر آ رہا ہے جبکہ فی الحقیقت فرق نہیں ہے دراصل زمین کے اصل وارث تو صالحین ہی ہیں اور اگر عادلانہ نظام ہو تو یہی لوگ اقتدار میں بھی آئیں چونکہ عدل اجتماعی کے فقدان کی وجہ سے جو لوگ اس کے وارث نہیں ہیں وہ غاصبانہ طریقہ سے اقتدار پر قبضہ کر لیتے ہیں اور صالحین کا حق غصب کرتے ہیں تاریخ عالم غاصبانہ طریقے سے اقتدار میں آنے والوں کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

صالحین کے زمین کے وارث ہونے کی وجہ اُن کے فکر و عمل کا صالح نظام ہے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب اور اسوہ رسول ﷺ ہے۔ اسی صالح نظام کو زمین پر نافذ کرنے کے خواہاں رہتے ہیں۔ لیکن غاصبوں کی تعداد ہر دور میں صالحین سے زیادہ رہی ہے وہ صالح نظام نافذ ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص (11)

اللہ نے وعدہ کیا ہے تم میں سے اِن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے کہ وہ انہیں زمین پر اقتدار عطا کرے گا جیسے اُن سے پہلے لوگوں کو عطا کیا تھا۔

وعدہ الٰہی کے باوجود دیکھنے میں آتا ہے کہ صالح عمل والے اہل ایمان کو زمین پر اقتدار نہیں ملتا تو اس کا بھی یہی جواب ہے کہ ان کے حصول اقتدار میں رکاوٹیں ڈال دی جاتی ہیں بلکہ بعض دفعہ تو ان کو شہید بھی کر دیا گیا ہے۔ اللہ نے ان کو غلبہ عطا کر دیا تھا کیونکہ ان کے بعد ان کے ہی فکری نظام کا غالب رہنا وعدہ الٰہی کی طرف اشارہ ہے جب صالحین کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی تو انہی کا نظام نافذ ہوگا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب ایک صالح نظام نافذ کرنا چاہا تو بادشاہ رکاوٹ نہیں بنا بلکہ نظام بھی ہوا اور اس کے

Marfat.com

ثمرات سے عوام مستفید بھی ہوئے اس حوالے سے ایک اور مثال دی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا (12)

اور زمین پر ہر جاندار کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ (کرم) پر ہے۔

دنیا میں کئی انسان ایسے ہیں جو خوراک، دوا اور بنیادی ضروریات کی عدم دستیاب کی وجہ سے لقمہ اجل بن جاتے ہیں حالانکہ ان کی ربوبیت کرنے والی ذات اللہ کی ہے اور اس کا وعدہ بھی ہے تو کیا یہ کہا جائے گا کہ اللہ اپنے وعدے کو پورا نہیں کر رہا یا خلاف کر رہا ہے؟ تو یہ بات نہیں ہے اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اللہ کریم نے ہر انسان کی روزی کا وافر سامان زمین میں مہیا کیا ہے اب سرمایہ دار لوگ یا وسائل پر قابض لوگ اگر ضرورتمندوں تک اللہ کی نعمتیں نہ پہنچنے دیں تو یہ بات وعدہ الٰہی کے خلاف نہیں تو جس طرح اسباب و وسائل کے غاصبین حق داروں تک ان کا حق نہیں پہنچنے دیتے۔ اِسی اہل شر اہل خیر کو اقتدار تک آنے نہیں دیتے۔

اسلام نے اُمم سابقہ کے جو قصص بیان کیے ہیں اُن میں اکثر و بیشتر اُنہی امور کو موضوع بحث بنایا گیا ہے جن سے امت محمدیہ کو عبرت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ خیر و شر میں امتیاز کرنے میں بھی آسانی ہو جائے تا کہ وہ اپنے معاشرے کو راہ راست پر چلانے کے قابل ہو سکے۔ حکومت چلانے کے ضمن میں اسلام نے فرعون، نمرود وغیرہ کا ذکر کیا جو شر کی علامت ہیں جبکہ خیر کے حوالے سے حضرت یوسف، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا ہے اس کے ساتھ ہی قرآن نے اہل ایمان کو اقتدار ملنے پر ان کے فکر و عمل کا بھی بتایا ہے ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ (13)

وہ لوگ جن کو زمین میں اقتدار ملتا ہے تو وہ نماز قائم کرتے ہیں زکوۃ ادا کرتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں۔

Marfat.com

اس آیت کی روشنی میں اہل اقتدار کی تین خوبیاں بیان کی گئی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

1۔ اقامت الصلوٰۃ کا نظام قائم کرنا اس میں تعلیم، تربیت، اخلاق و کردار، نظم وضبط، احساس ذمہ داری اور اطاعت امیر جیسے امور شامل ہیں۔

2۔ زکوۃ ادا کرنا، اس شعبہ میں ریاست کے تمام مالی و معاشی معاملات آجاتے ہیں کہ کس طرح زکوۃ کا وصول کرنا، اس کو مستحقین تک پہنچانا، ارتکاز زر کو روکنا، معاشی خرابیوں کو دور کرنا، نظام معیشت سے غیر شرعی لین دین، سود، ذخیرہ اندوزی وغیرہ کا خاتمہ شامل ہیں۔

3۔ خیر کا فروغ اور شر کا سد باب (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) یہ محکمہ سے اہم نظر آتا ہے کیونکہ مذکورہ بالا دو احکام کی ترویج و تنفیذ کے پیچھے بھی یہی نظریہ کارفرما ہے۔ یہ شعبہ ریاست سے غیر شرعی رسم و رواج کا خاتمہ کر کے پاکیزہ زندگی کی بنیاد فراہم کرتا ہے اس شعبہ کے ذیلی شعبوں میں کرپشن کا خاتمہ پولیس اور احتساب کے ادارے بھی شامل ہیں۔

اسلام میں سیاست کا مقصد اصلاح معاشرہ، خدمت خلق، ہمدردی، مساوات، رواداری اور تہذیب فکر و عمل ایسے اعلیٰ اصولوں کو فروغ دینا ہوتا ہے اسلام کے سیاسی نظام میں حکمران کو لامتناعی اختیارات حاصل نہیں ہوتے اور نہ ہی عوام کو ایسی خواہشات کو قانون بنانے کی خواہش کا اظہار کرنے کی اجازت ہوتی ہے جو احکام الٰہی سے متصادم ہوں۔ مغرب نظام حکومت میں حاکم صرف عوام کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے اور اسلامی نظام حکومت حاکم نہ صرف عوام بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی جوابدہ ہوتا ہے اللہ کی بارگاہ میں جوابدہی کا صحیح اور مکمل تصور ہی کارکردگی کو مؤثر اور فعال بناتا ہے۔

اسلام میں اقتدار و حکمرانی کے حوالے سے یہ تصور واضح ہے کہ طاقت و قوت اور اختیارات و احکام کا واحد سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے حکمران معاشرے میں نیابت الٰہی کا فریضہ انجام دے اور اپنی حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے احکام الٰہی کا نفاذ کرے یہ بات ذہن نشین رہے کہ جن معاشروں میں جتنے فیصد نظام حکمرانی چلایا جائے گا اُتنے فیصد ہی

Marfat.com

انسانوں کو حقوق حاصل ہوں گے۔ لیکن ایک مکمل اسلامی و فلاحی معاشرے کی تشکیل اور انسانوں کو مکمل حقوق دینے کے لئے سو فیصد احکامات الٰہیہ کا نظام ضروری ہے۔

(ج) تشکیل کردار میں قرآن کا معاشی نظریہ

قرآن وسنت میں اسلام کے لئے کہیں بھی مذہب استعمال نہیں ہوا جہاں بھی اسلام کا ذکر ہے اس کو دین کہا گیا ہے اور دین کہتے اُس کو ہیں جو زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرے اسلام دین ہے اور انسان کی ولادت سے وصال تک آنے والے تمام مواقعوں (Pharses) پر اُس کو رہنمائی عطا کرتا ہے اُس کے فطری تقاضوں کو دباتا بلکہ اُن کو اس خوب صورتی کے ساتھ ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے کہ جس سے انسان اپنی انسانیت پر قائم رہے معاملات زندگی میں ایک انسان کا بنیادی مسئلہ معاش ہے معاش ہی کی وجہ سے انسان کو بنیادی ضروریات زندگی حاصل ہوتی ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (14)

اے لوگو! زمین میں سے حلال اور پاکیزہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو بے شک وہ تمہارا واضح دشمن ہے۔

اس آیت میں تین باتیں ہیں:

(1) پوری کائنات میں سے رزق کا حصول انسان کے لئے مباح ہے۔

(2) رزق حصول میں حلال اور طیب کی قید حد ہے حلال سے مراد شے فی نفسہ حلال ہو اور طیب سے مراد اُس کے حصول کا ذریعہ بھی حلال ہو۔

(3) شیطان کی پیروی کی ممانعت کیونکہ وہ انسانوں کا خیر خواہ نہیں۔

آیت میں شیطان کی پیروی کی ممانعت سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ انسانی معاش اور کسب کے تمام طریقوں میں شیطانی وساوس کا اندیشہ موجود ہے وہ تمہارا رخ حلال وطیب سے موڑ کر حرام ونجس کی طرف کر سکتا ہے اُس میں بظاہر کشش ونفع بھی ہو سکتا ہے

Marfat.com

لیکن جو کچھ بھی ہو لیکن تم نے معاشی جدوجہد میں ''خطوت شیطان'' سے بچنا ہے اور سبیل رحمٰن پر ہی گامزن رہنا ہے کیونکہ وہ رحمٰن ہی ''رب العالمین'' (جہانوں کا پالنے والا) ہے۔ تمہارا کام کسب کرنا ہے فضل کرنا اُس کا کام ہے۔ محنتوں کا حقیقی حصول صرف فضل ہی سے ممکن ہے۔ کسب تو ایک بہانہ ایک سعی ہے وہ چاہے تو بغیر سعی کے بھی عطا کر دے کیونکہ وہ رزاق اور خیر الرازقین ہے اُس نے عطا کسب کے مطابق نہیں بلکہ اپنے فضل کے مطابق کرنا ہے۔

معاشی حوالے سے صرف کسب حلال وطیب کے بعد قرآن آپس میں ایک دوسرے کا مال غلط طریقے سے ہتھیانے کی ممانعت کرتا ہے اس کے لیے قرآن نے ''باطل'' کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝(15)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے مت کھاؤ مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت کے ذریعے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

باطل میں وہ تمام ناجائز ذرائع دھوکہ، ملاوٹ، کم تولنا، مجبوری سے فائدہ اٹھانا، جوا، سود وغیرہ سب شامل ہیں۔ ایک مومن یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دوسرے مومن کا مال کسی بھی غلط طریقے سے حاصل کرے بلکہ مومن کا عمومی کردار تو غیر مسلموں کے ساتھ بھی یہی ہونا چاہیے کہ وہ اُن کا مال بھی باطل طریقے سے نہ لے۔ تجارت یعنی خرید و فروخت ہی واحد ذریعہ جس سے نفع کی جائز صورت میں ایک دوسرے کا مال کمایا جا سکتا ہے یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی خود اپنا مال تحفہ یا ہبہ کی صورت میں کسی کو دے دے یہ بھی جائز صورت ہے آیت میں حصول مال کے لئے تجارت کا ذکر اور پھر ''تراض منکم'' (باہمی رضامندی) کی قید سے دو باتیں سامنے آتی ہیں ایک تو یہ کہ مال کی گردش (Rotation) کا سب سے بہتر ذریعہ

Marfat.com

تجارت ہے اور تجارت میں جبر، دھونس، خوف یا مجبوری وغیرہ نہ ہو بلکہ فریقین کی رضامندی شرط ہے۔

حصول رزق میں قرآن نے ''فی الارض'' کا تصور دے کر یہ بات واضح کی ہے کہ حلال وطیب کا دائرہ بہت وسیع ہے اُن میں حرام صرف وہی ہے جس کا کسی قرینہ سے ثابت ہو۔

اس حوالے سے امام ابن حزم آیت ''وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''متاع'' سے ثابت ہوا کہ تمام اشیاء مباح قرار دی گئی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا حرام کر دیا اور یہ سب کچھ شریعت کے تحت ہوا۔(16)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ فی نفسہ ہر شے حلال و جائز ہے تو پھر کسی چیز کو جب تک دلیل نہ ہو حرام کہنا سخت جرم ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝(17)

اے ایمان والو! نہ حرام کہو اُن پاک چیزوں کو جو تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں اور حد سے نہ بڑھو بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اِسی مضمون کی ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ (18)

فرما دیجیے کہ کون حرام کرتا ہے اللہ کی زینت کو جو اُس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیں اور (کون حرام کرتا ہے) پاکیزہ رزق سے

اشیاء میں حلت و حرمت کا اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے یا اُس کی عطا سے نبی کریم ﷺ کو یہ حق حاصل ہے کسی انسان کے یہ لائق نہیں کہ وہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہے ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ

Marfat.com

لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ○ (19)

اوراپنی زبانوں سے جھوٹ نہ باندھو یہ حلال ہے اور یہ حرام، تا کہ اللہ پر جھوٹا الزام لگاؤ بے شک جو اللہ اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں کامیاب نہیں ہوں گے۔

حلال وحرام کے ان واضح اور مستحکم تصورات کو ایک مسلمان ہمہ وقت معاشی جدوجہد کے دوران اپنے ذہن میں رکھے کیونکہ اُس تصور کی بدولت انفرادی واجتماعی معیشت کبھی بھی عدم توازن کا شکار نہیں ہوگی اور نہ ہی معاشرے میں ارتکاز زر جیسی باطل سوچ کو کوئی جگہ ملے گی۔

اسلام نے معاشی حوالے سے دو بنیادی نکات ذہن نشیں کروائے ہیں۔(1) رزاق حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے (2) انسان پر کسب (Struggle) کرنا لازم ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○(20)

پس جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

پوری زمین میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل مختلف صورتوں میں پھیلایا ہے تم اُس کو جائز ذریعے سے اپنی صلاحیتوں کے مطابق حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرو۔ اس کے بعد کتنا فضل ملتا ہے یا ملے گا یہ اُس ذات پر چھوڑ دو جو تمہارا خالق ہے۔

حصول فضل، رزق یا نعمت کے بعد اُن کو استعمال کرنے کا سلیقہ بھی سکھایا۔ خرچ کرنے کے مصارف بھی بتائے اس ضمن میں چند باتیں ذہن نشین رہنی چاہیں کہ اسلام نے اگر جائز ذریعے سے مال کمانے کا حکم دیا ہے تو اس کو جائز مقامات پر ہی خرچ کرنے کا حکم دیا ہے خرچ میں اعتدال کا تصور دیا ہے۔ ذاتی جائز لذت وآسائش کے لئے مال خرچ کرنے کی ممانعت نہیں کی۔ اللہ کے عطا کردہ مال کو چاہے کتنی ہی سخت محنت سے کیوں نہ حاصل کیا

Marfat.com

ہو یہ خیال رہے کہ یہ مال ایک مخصوص وقت تک میرے پاس رہے گا پھر کسی اور کا ہو جائے گا اس لیے اس کو صرف وہاں ہی خرچ کیا جائے جہاں اس کے عطا کرنے والے کی رضا ہے قرآن کریم میں اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق مالک خرچ کرنے والوں کا بھی ذکر کیا ہے اور ان کو انعامات ملے اور جو ملیں گے اُن کی بشارت بھی دی اور جن لوگوں نے مال خرچ کرنے میں اُس کی رضا کا خیال نہیں کیا اُن کی مذمت کی اور جو اُن کا انجام ہوگا اُس سے بھی خبردار کیا۔

معاشی جدوجہد کے حوالے سے اسلام نے یہ تصور بھی واضح کیا کہ اعتدال ہی کی روش اپنائی جائے یہ نہ ہو کہ تم اپنے ماہ و سال اور اپنی فکری و جسمانی صلاحیتوں کو صرف مال جمع کرنے میں خرچ کرتے رہو اور اللہ کے عائد کردہ دیگر فرائض کو فراموش کر کے اُس کی ناراضی کے مستحق بن جاؤ اور تم کو ہوش تب آئے جب تمہاری دنیاوی حیات کا وقت ختم ہو جائے قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ○ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ○ (21)

تم کو (مال کی) کثرت نے ہلاک کیا یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔

اسلامی نظریہ حیات میں اولین ترجیح مال نہیں بلکہ سب سے بڑی ترجیح اسلامی نظریہ ○ حیات کا فروغ ہے۔ جس کے لئے ہر مسلمان پر اپنی ایمانی، روحانی، فکری، علمی، عملی، حسی، مالی، استعداد کے مطابق حصہ لینا ضروری ہے جب اسلامی نظریہ حیات کے فروغ میں ایک اسلامی معاشرہ معرض وجود میں آئے گا تو معاشرہ دیگر خرابیوں کے ساتھ ساتھ مالی و معاشی خرابیوں سے بھی پاک ہو جائے گا جس کی وجہ سے معاشرہ میں معاشی عدل کا منظر نظر آئے گا اور ہر شخص کو اتنا کچھ ضرور میسر ہوگا کہ وہ عزت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکے۔

Marfat.com

فصل سوم:

رویوں کی تشکیل کے نبوی اصول و عملی مظاہر

اسلام میں نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ کے چند بنیادی مقاصد کا ذکر کیا ہے جو حسب ذیل ہیں: تزکیہ نفس، تعلیم کتاب، تکمیل اخلاق اور انسداد خرافات ان میں بنیادی اصول تزکیہ نفس ہی نظر آتا ہے باقی اُس کے اثرات ہیں۔ تزکیہ نفس میں نبی کریم ﷺ نے تزکیہ فکر اور تزکیہ اخلاق و عادات کے حوالے سے ترجیحی بنیادوں پر ہدایات فرمائیں۔ تزکیہ فکر و اخلاق میں عقائد، عبادات، معاملات وغیرہ سب امور شامل ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی ان تمام مساعی جمیلہ کا بنیادی مقصد معاشرے میں ایسے افراد تیار کرنا تھا جو اپنے فکر و عمل کی بدولت ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے میں معاون ثابت ہوسکیں جو اللہ کریم کو مطلوب ہے۔
قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ز یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ط فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ لا اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ (22)

ترجمہ: جو اس عظیم رسول نبی اُمی ﷺ کی پیروی کریں گے جس کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں جو ان کو نیکی کا حکم دے گا اور بُرائی سے روکے گا، جو اُن کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرے گا اور ناپاک چیزوں

Marfat.com

کوحرام کرے گااور جواُن سے اُن کے بوجھ اتارے گا اور اُن کے گلوں میں پڑے ہوئے طوق اُتارے گا۔ سو جولوگ اُن پر ایمان لائے اور اُن کی تعظیم کی اور اُن کی نصرت وحمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیت میں ایمان بالرسالت، اتباع قرآن وسنت کے علاوہ منصب نبوت یعنی نبی کریم ﷺ کی تین ذمہ داریوں کی بات کی گئی ہے جو حسب ذیل ہیں:

1۔ نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا۔ 2۔ حلال اور حرام واضح کرنا۔

3۔ ایسے بوجھ اور طوق اتارنا جس کے نیچے انسانیت دبی ہوئی تھی۔

عقائد کی درستی کے بعد ان تینوں باتوں میں ایک ہی مقصد نظر آ رہا ہے کہ حکومت، معیشت اور معاملات زندگی میں خیر کا غلبہ ہو اور شر کا خاتمہ ہو۔ نبی کریم ﷺ جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انسانی زندگی میں ایسے امور کو داخل ہونے سے روکا جائے جس سے افکار باطلہ اور اعمال فاسدہ کو فروغ حاصل ہوتا ہے کیونکہ ان سے شر کا غلبہ ہوگا جبکہ رحمت کا اثر خیر کی صورت میں سامنے آتا ہے اُس میں انسانیت کی بھلا اور فکر باطل اور عمل بد سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

مفسرِ قرآن علامہ غلام رسول سعیدی مذکورہ بالا آیت کے حصہ "وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ط" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اس سے مراد وہ شدید احکام ہیں جو بنو اسرائیل پر فرض کیے گئے تھے مال غنیمت اُن پر حلال نہیں تھا اِس کو ایک آگ جلا دیتی تھی ہفتہ کے دن شکار کرنا ممنوع تھا، گنہگار عضو کو کاٹنا لازم تھا، قتل خطا ہو یا قتل عمد اس میں قصاص لازم تھا، دیت مشروع نہ تھی، تیمّم کی سہولت نہ تھی، مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ نماز پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔ سیّدنا محمد ﷺ نے ان تمام مشکلات اور شدید احکام کے بوجھ اور طوق اتار دیئے اور ان کے مقابلہ میں آسان احکام مشروع فرمائے۔(23)

Marfat.com

مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری مذکورہ بالا کے اِسی حصہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اغلال جمع ہے اور اس کا واحد غل ہے اس کا معنی ہے زنجیر، اس سے مراد بھی شریعت موسوی کے شدید اور سخت احکام ہیں مثلاً یوم سبت کو ہر دنیاوی کام کی ممانعت تھی اگر کوئی کسی کو قتل کر دیتا تو دیت کی گنجائش نہ تھی بلکہ قاتل کو بطور قصاص قتل کر دینا ضروری تھا اِسی طرح کئی دیگر احکام تھے لیکن رحمت عالمیاں کی آمد سے ان تمام میں تخفیف اور نرمی کر دی گئی اگر کپڑا پلید ہو جائے تو اس کو پاک کرنے کے لئے دھونا ہی کافی ہے۔ حائضہ عورت سے صرف ہم بستری ممنوع قرار دی گئی دوسری پابندیاں ہٹا دی گئیں۔ قاتل سے دیت بھی قبول کرنے کی اجازت دی گئی، مال غنیمت کا استعمال حلال کر دیا گیا کتنی آسانیاں اور نرمیاں کر دی گئیں۔ ہزار ہا صلوٰۃ وسلام اُس طلعت زیبا پر جس کی آمد سے گلشن عالم میں بہار آ گئی۔ جس کے ظاہر ہونے سے کائنات میں اُجالا ہو گیا۔ توہمات کے قفس ٹوٹ گئے غلامی کی زنجیریں کٹ گئی اور انسان کو شرف انسانیت سے آشنا کر دیا گیا'' (24)

کسی بھی شریعت میں احکام کی سختی اُن کی فکری، عملی اور معاشرتی تہذیب کے لئے ضروری ہوا کرتی تھی اور اُن پر عمل کے بعد معاشرتی فوائد بھی حاصل ہوا کرتے تھے۔ لیکن وہ سختی اور وہ رویے جو شریعت کے علاوہ خاندانی، قبائلی اور سماجی رسم و رواج کی وجہ سے انسانیت کے لئے عذاب بنے ہوئے تھے اُن سے چھٹکارا ضروری تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس ضمن میں دو طرح سے انسانیت سے بوجھ دور کیے۔ ایک تو اُمم سابقہ میں موجود شرعی احکام کی سختیاں اور دوسرا سماجی طور پر جڑ پکڑ جانے والی وہ خرابیاں جنہوں نے فکری صلاحیتوں کو مفلوج اور رویوں کو انتہائی پسماندہ کر رکھا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت دو طرح کی اقوام آپ کے قرب و جوار میں نظر آتی

Marfat.com

ہے ایک اہل کتاب جن میں یہود و نصاریٰ جب کہ دوسرے مشرکین تھے اہل کتاب اپنے حقیقی احکام شریعہ سے دور ہو کر اُس میں ترمیم و تحریف کے مرتکب ہو چکے تھے یہی اُن کے سماجی اُن کے سماج اور اُن کے کردار کی خرابی بھی بنیادی وجہ تھی۔ جبکہ مشرکین کے ہاں شریعت کا تصور نہ ہونے کے برابر تھا صرف خاندانی رسم و رواج ہی ایک طرح سے ''احکام'' کا درجہ رکھتے تھے۔

مثال کے طور پر ایک قبیلہ بچی کو زندہ درگور کر رہا ہے تو یہ اُن کی رسم بن گئی اِسی طرح اگر ایک یا چند قبائل منہ بولے بیٹے کو سگا بیٹا سمجھ رہے ہیں تو پھر اُس کے ساتھ معاملہ وہی کیا جاتا ہے جو سگے بیٹے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اب اس کے خلاف کرنے والے کو ''گناہ گار'' سمجھا جاتا تھا اس کے علاوہ عصبیت (Racialism) کا تصور بہت مضبوط تھا اپنے قبیلہ کا ساتھ دینا سب سے بڑا اچھا کام سمجھا جاتا بھلے وہ حق پر ہو یا نہ ہو۔ عقیدہ و اخلاق کی بُرائیاں اس کے علاوہ تھیں۔

قبائل عرب کے باہر اگر نظر دوڑائی جائے تو ایران میں حکومت و اقتدار کے حوالے سے یہ تصور عوام میں راسخ کر دیا گیا تھا کہ حکومت ایک مقدس کام ہے اور اس کے لیے مقدس لوگ ہی اہل ہیں۔ چنانچہ بادشاہوں کو مقدس گروہ تسلیم کیا جاتا تھا اور اُن کے خلاف بات کرنا یا حکم عدولی کو ''گناہ'' سمجھا جاتا تھا۔

اس طرح مصر میں مشہور رسم کہ دریا جب خشک ہو جاتا تو ایک جوان لڑکی کو دلہن بنا کر اُس میں زندہ دفن کر دیا جاتا اور خیال کیا جاتا کہ اب دریا میں روانی ہی رہے گی۔ قبائل عرب اور قرب و جوار کے دیگر ممالک میں جو فکری اور سیاسی اور اخلاقی تنزل نظر آ رہا تھا اُس کی بنیادی وجہ نبی و شریعت سے دوری ہے۔

نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری تو عرب میں ہوئی لیکن اپنے پیغام حق اور اُسوۂ حسنہ کی بدولت آپ تمام انسانیت کے نجات دہندہ ہیں انسان کو انسان کے پنجہ استبداد سے نکالنا اور معاشرے کو اعلیٰ اقدار و قوانین کے مطابق استوار کر کے انسانوں کو آزادی و اطمینان کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق دینا آپ کی عالمگیر رسالت و شریعت میں واضح طور

Marfat.com

پر نظر آتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے بعثت کے بعد دو دور ہیں مکی دور اور مدنی دور، دونوں ادوار میں آپ کی حیاتِ مقدسہ کی بے شمار جہات (Diamensions) نظر آتی ہیں جن کا بنیادی مقصد انسانیت کی فوز و فلاح ہی تھا۔ مکی زندگی میں آپ کی پوری توانیاں فکر و عقیدہ کی درستگی اور شفافیت پر خرچ ہوتی نظر آتی ہیں۔ گو کہ مکی زندگی میں فکری اعتبار سے فانوس رسالت سے چند چراغ ہی روشن ہوئے لیکن وہ ایسے روشن ہوئے کہ پھر اُن کی لو (Rays) نہ صرف دیگر معاشروں بلکہ براعظموں تک پہنچ کر انسانی فکر کو جلا عطا کر گئی۔

نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کا دوسرا دور مدنی ہے اس عہد میں اُس فکر کے عملی مظاہر نظر آتے ہیں جس کا ابلاغ آپ تیرہ برس مکہ میں دیتے رہے۔ مدینہ منورہ میں کسی لمحہ بھی فکری حوالے سے اتقان و اصلاح کو فراموش نہ کیا گیا لیکن اب دنیا کو اس فکر پر قائم ہونے والا معاشرہ اور پھر اس فکر کے تتبع (Following) میں ظاہر ہونے والا انسانی انفرادی و اجتماعی کردار پیش کرنا تھا۔ اس لیے اب احکام شریعت بھی زیادہ تر اِسی قسم کے نازل ہوئے۔

فکر کی صداقت اور استحکام کا اظہار کردار ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ کردار کی اساس فکر ہے۔ فکر جتنی راسخ ہو گی کردار میں بھی اُتنا ہی رسوخ نظر آئے گا۔ نبی کریم ﷺ نے جہاں کہیں ملاحظہ کیا تو کردار میں کجی و کجروی واقع ہو رہی ہے یا ہونے والی ہے تو فوراً ہی فکر و عقیدہ کا احساس دلا دیا اور واضح کر دیا کہ اتقان فکر کا تقاضا کردار کا استحکام ہے۔

نبی کریم ﷺ نے انسانی معاشرے میں پیش آنے والے معاملے میں ہر جہت کے لیے ہدایت فرمائیں ہیں پھر بعض معاملات میں اُس جہت کے مختلف پہلوؤں کو بھی واضح فرمایا لیکن ان تمام میں ''یسر'' (Easiness) کا پہلو ہی غالب رہا۔ آپ کی پوری حیات مقدسہ شاہد ہے کہ آپ نے انسانیت پر آسانیاں ہی فرمائی ہیں کیونکہ آپ انسانیت سے مشکلات کا بوجھ دور کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

Marfat.com

ما خیر رسول اللّٰہ بین امرین اِلا اَخذ اَلیسَرھُما مالم یکن اِثماً (25)
نبی کریم ﷺ کو جب بھی دو کاموں میں انتخاب کا موقع ملتا تو آپ آسان کو ہی اختیار فرماتے بشرط یہ کہ وہ گناہ نہ ہو۔

اِسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قال النبی یسّرُ وا ولا تعسّروا وسکنوا ولا تنفرو ا (26)
نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آسانیاں کرو تنگی نہ کرو سہولت دو اور متنفر نہ کرو۔

شریعت کے بنیادی مقاصد میں یہ بات شامل ہے کہ وہ انسانی زندگی سے تنگی، مشکل اور تکلیف کو دور کرتی ہے۔ اِس وجہ سے احکام شریعت میں ذہنی، جسمانی، مالی حیثیت کو سامنے رکھا گیا ہے۔

تعمیر کردار کے نبوی منہج میں آسانی پہلا عنصر اور وصف ہے کیونکہ سہولت اور مشکل کے اوقات میں طبائع کے اثرات جدا جدا ہوتے ہیں۔

تعمیر کردار میں نبی کریم ﷺ نے باہمی تعلقات کے ضمن میں جو طریقہ اپنایا اُس سے بہتر طریقہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر ایک شخص صادق ہے تو مکمل طور پر صادق ہو اگر وہ کہتا ہے کہ ''اللہ ایک ہے'' یہ عقیدہ کے اعتبار سے سچ ہے تو جب وہ اللہ کو ایک ماننے اور کہنے والا دوکان یا تجارت میں آئے تو اُس وقت بھی اس کا صداقت پر قائم رہنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اب اُس کی فکری صداقتوں کے عملی اظہار کا وقت ہے اور لوگوں سے معاملات کو اعلیٰ طریقے سے نبھانے کا موقع ہے۔ اب اگر اُس نے صداقت کا اظہار نہ کیا تو اعلیٰ کردار کے ثمرات سے لوگ محروم رہیں گے اور پھر فکری صداقتوں کی صحت پر حرف آئے گا۔ حسن کردار کے حوالے سے نبی کریم ﷺ نے جو اُسوۂ حسنہ پیش کیا اُس کو چند اقسام میں پیش کیا جا سکتا ہے جو حسب ذیل ہیں۔ فکری، سماجی، معاشی اور عائلی۔

فکری حوالے سے دو پہلو نظر آتے ہیں ایک کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے جبکہ دوسرا پہلو انسانوں کے ساتھ ہے کہ زندگی کے کسی بھی معاملے میں خیالات فسادنیت کا شکار نہ ہو۔ انسانوں کے ساتھ نہ صرف اعلیٰ رویہ رکھا جائے بلکہ اُن کے بارے میں مثبت سوچ بھی رکھی

Marfat.com

جائے اور بدگمانی وغیرہ سے بچا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِیَّا کم والظنّ فَاِنَّ الظن اَکْذَب الحدیث (27)

بدگمانی سے بچو کیوں کہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔

ایک انسان کا دوسرے انسان سے بدگمانی کرنے کا تعلق اُن کی سوچ کے ساتھ ہوتا ہے۔ سوچ ہی تمام رویوں کی بنیاد بنتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سوچ کو ہی مثبت رکھنے کا حکم دے دیا تا کہ اس کے نتیجے میں ہونے والی دیگر برائیوں اور فسادات سے معاشرہ محفوظ رہے۔ فکری استحکام اور اُس کو خیر پر مبنی بنانے کے لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنما الاعمال بالنیات و انما لکل امری ءٍ ما نوی (28)

بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جو اُس نے ارادہ کیا۔

اعمال کو ارادہ و نیت کے ساتھ مشروط کر کے نبی کریم ﷺ نے افکار کو استحکام عطا کیا۔ نیت اگر درست ہو تو بظاہر غلط نظر آنے والا کام بھی درست ہی قرار پائے گا۔ مثال کے طور پر جھوٹ بولنا بہت بڑا اخلاقی مرض اور گناہ ہے لیکن خیر کی نیت رکھتے ہوئے دو انسانوں میں صلح کرواتے ہوئے جھوٹ بولنا غلط نہیں بلکہ سچ ہی قرار پائے گا اور اس پر اجر ملے گا کیونکہ نیت، سوچ، ارادہ وغیرہ میں خیر کا جذبہ ہے اِس طرح بظاہر اچھے نظر آنے والے کام میں اگر نیت درست نہیں تو وہ کام غلط ہی ٹھہرے گا۔ مثال کے طور پر نماز پڑھنا فرض عین ہے لیکن اگر اس میں ریا کا عنصر شامل ہو گیا تو اب ثواب کی بجائے محاسبہ ہو گا کیونکہ اب نیت فساد کا شکار ہو گئی۔

اُسوۂ حسنہ میں اُس حوالے سے کافی امثال موجود ہیں ایک مرتبہ کفار سے جنگ کے دوران ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو ایک کافر کو قتل کرنے لگے تو اُس نے کلمہ پڑھ لیا اُس کے کلمہ پڑھنے کے باوجود صحابی نے اُس کو قتل کر دیا اور بعد میں سارا واقعہ نبی کریم ﷺ کو سنایا نبی کریم نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اُس صحابی سے استفسار کیا کہ کیا تم اُس کو کلمہ پڑھنے

Marfat.com

کے باوجود بھی قتل کر دیا؟ صحابی نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اُس نے جان بچانے کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اُس کا سینہ چیر کر دیکھ لیا تھا کہ وہ جان بچانے کے خوف سے کلمہ پڑھ رہا ہے؟ نبی کریم کے اس اندازِ استفسار پر صحابی رضی اللہ عنہ کو اپنے کیے پر افسوس ہوا۔(29)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ فکر مومن کو آپس میں ہر طرح سے خیر اور رحم کے حصار میں رکھنا چاہتے ہیں اور اُن کو "رُحماءُ بینھم" کی عملی تصویر بنا کر اقوام عالم میں خیر کا پیکر بنا کر گئے ہیں یہ تو فکری حوالے سے آپس کے معاملات ہیں۔ فکر جب باہمی معاملات وتعلقات کے حوالے سے درست ہوگی تو پھر مومن کیسا ہوگا اور کیسا نہیں ہوگا اس حوالے سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لیس المومن بالطعّان ولا اللعانِ ولا الفاحش ولا البذی (30)

مومن نہ طعنے دینے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ فحش باتیں کرنے والا ہوتا ہے۔

طعنے دینا، لعنت کرنا، گالی دینا، غیبت کرنا، بُرے القاب سے پکارنا، بغض کرنا، حسد کرنا، مشکل میں منہ پھیرنا، حقیر جاننا وغیرہ اور اس طرح کے تمام امور نہ صرف باطل فکر کا نتیجہ ہیں بلکہ سماجی بہبود کے منافی رویے ہیں ایک اعلیٰ اور خوبصورت معاشرہ ان رویوں کے ہوتے ہوئے معرض وجود میں نہیں آ سکتا۔

خود نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے رویہ کے دو پہلو نظر آتے ہیں ایک خاص جس کا تعلق احکام شریعت سے ہے اُس کے متعلق نبی کریم ﷺ کبھی حکم پہلے دیتے اور پھر عمل پیش کرتے یا کبھی عمل پہلے پیش کرتے اور حکم بعد میں فرماتے جبکہ رویہ کا دوسرا پہلو عام تھا یعنی آپ عموماً اُس طرح کا رویہ رکھتے تھے یا آپ کے سماجی روابط کے حوالے سے وہ کیا محاسن تھے جن کی وجہ سے لوگ آپ کے گرویدہ ہو جاتے تھے اس حوالے سے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لم یکن فاحشا ولا متفحشًا ولا صخاباً فی الاسواق ولا یجزی

Marfat.com

با لسّیّئۃِ السّیّئۃ ولکن یعفو و یَصفح (31)

نبی کریم ﷺ فحش گو نہیں تھے اور نہ ہی بازاروں میں اونچی آواز سے پکارتے تھے اور نہ ہی بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے تھے لیکن آپ معاف کر دیتے تھے اور صلح کرنے والے تھے۔

اس حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ یعود المریض و یشھد الجنازۃ و یرکب الحمار، و یجیب دعوۃ العَبْدِ .... (32)

نبی کریم ﷺ مریض کی عیادت فرماتے، جنازوں میں شرکت کرتے، گدھے پر (بھی) سواری کر لیتے اور غلاموں کی دعوت کو بھی قبول کر لیتے۔

مذکورہ بالا دونوں احادیث نبی کریم کی سماجی رویوں کے بارے میں ہے۔ یہی اُسوۂ حسنہ ہے کہ صرف آداب مسجد بتانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ آداب بازار بھی بتائے لوگوں سے برتاؤں کا سلیقہ بھی بتایا تا کہ معاشرت کا حسن دوبالا ہو سکے۔ معاشرتی زندگی کی بہتری اور بقا کا انحصار انسانوں کے باہمی رویوں پر ہے ان کے اگر آپس میں معاملات بگڑ جائیں تو معاشرے تخریب وفساد کا شکار ہو کر نیست و نابود ہو جاتے ہیں نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے فکری پہلو معاشرے کو بقا عطا کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے عملی پہلو معاشرے میں خوبصورتی لاتے ہیں۔ مریض کی عیادت کرنا، جنازہ میں شریک ہونا، معمولی سواری اختیار کرنا، درگزر کا رویہ اختیار کرنا، گفتگو میں معتدل ہونا، بُرائی کے بدلے بُرائی نہ کرنا یہ اور اس کی تمام خوبیاں باہم روابط میں نہ صرف استحکام پیدا کرتی ہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کو جانچنے، پرکھنے، خبر گیری اور اُن کے مسائل حیات سے آگہی کا بھی ذریعہ ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا اسوہ کریم یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ معاشرے سے کٹ کر نہیں بلکہ جڑ کر رہنے کی سوچ راسخ کرتے ہیں۔ پھر لوگوں سے مختلف اوقات اور مختلف مواقعوں پر مل کر اُن کے سامنے سماجی رویوں کے مختلف پہلوؤں پر اپنا اسوہ پیش کرتے ہیں تا کہ دین کی جامعیت اپنی عملی صورت میں سب کے سامنے عیاں ہو سکے۔

Marfat.com

اس طرح زندگی کے معاشی پہلو جوکسب معاش کے طریقے لین دین کے معاملات اور مصارف کی بنیاد ہیں۔اس حوالے سے بھی نبی کریم ﷺ نے ہمہ جہت تصور و کردار پیش کیا ہے۔ معاشی جدوجہد میں آپ نے ہر اُس ذریعہ کا سد باب فرمایا جو معاشرے میں افراط وتفریط، ارتکاز زر، ہوس مال، بنیادی ضرورتوں کا فقدان، مصنوعی بحران وغیرہ پیدا کرتے ہیں۔ معاشی معاملات کی دو بنیادیں ہیں تجارت (خرید وفروخت) زراعت (کھیتی باڑی وغیرہ)۔ اِن کی بنیاد آپ نے دیانت وصداقت کو بنایا۔ان دونوں محاسن کے ہوتے ہوئے حصول رزق کے اُن تمام باطل ذرائع کا خاتمہ ہو جاتا ہے جو ناجائز طریقوں سے دولت سمیٹنے کی طرف لاتے ہیں۔

سیرت طیبہ میں معاش کے حوالے سے بڑا منضبط تصور ملتا ہے کسب کے حوالے سے کسی خاص پیشہ (بشرطیکہ حرام نہ ہو) اپنانے کی تلقین نہیں کی گئی بلکہ کائنات کی طرح اُس کا دائرہ کار وسیع رکھا گیا ہے پھر وقت اور مقام کی بھی قید (فرائض کی ادائیگی کے علاوہ) نہیں لگائی گئی نبی کریم ﷺ نے کسب مال کے ساتھ انفاق کی بھی وہ اعلیٰ امثال قائم کی ہیں کہ آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی مکمل اس اسوہ پر عمل کیا ہے اور کبھی بھی نہ نبی کریم ﷺ اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مال کو ذخیرہ کیا۔ بلکہ ہمیشہ مال واسباب کی گردش (Rotation) کے دائرہ کو وسیع تر ہی کیا۔ مال کمانے، اچھا لباس، اچھا کھانا، اچھی رہائش، اچھی سواری اور اعلیٰ ومتمول (Luxary) زندگی گزارنے کی ممانعت نہیں کی لیکن ساتھ ہی اسوۂ حسنہ سے یہ درس بھی ملتا ہے یہ چیزیں مومن کا مقصد حیات نہیں ہونی چاہئیں اور نہ ہی اُس کی ترجیحات میں شامل ہوں بلکہ اس کا مقصد وترجیحات اللہ کی رضا اور نبی کریم ﷺ کی غیر مشروط پیروی ہو تو پھر ہمیشہ اُس کی جائز ضروریات اُس کو ہمیشہ اعلیٰ اور وافر ملتی رہیں گی۔ نبی کریم ﷺ کسب حلال کے حوالے سے مسلسل جدوجہد وکوشش کا درس دیتے نظر آتے ہیں۔سوال کرنا، گداگری، بیکار رہنا، وقت ضائع کرنے کی بجائے مشقت و محنت کے لئے معمولی کام کی بھی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں کسب مال اور خرچ مال کے حوالے سے مشہور حدیث ہے کہ قیامت کے دن بندہ رب کی بارگاہ میں سے پانچ سوالوں کے

Marfat.com

جوابات دیئے بغیر نہیں ہٹ سکے گا اُن میں دو یہ ہوں گے۔

وعن ماله من این اِکتسبه و این انفقه (33)

اور مال کے بارے میں سوال ہوگا کہ کمایا کیسے اور خرچ کہاں کیا

نبی کریم ﷺ کے اس فرمان عالیشان کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پوری زندگی حصول رزق میں احتیاط اور انفاق میں انتہائی فراخ نظر آتی ہے۔ کیونکہ جب ذہن میں یہ فکر راسخ ہوگی کہ جو مال مل رہا ہے اُس کا جواب دینا ہے تو ہاتھ ناجائز مال کی طرف بڑھنے سے رک جائے گا بلکہ کوشش ہوگی کہ خرچ زیادہ سے زیادہ ہوتا کہ انفاق فی سبیل اللہ پر اجر کریم عطا ہو سکے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور پھر صوفیہ کرام نے اپنی اپنی کیفیات وحالات کے مطابق کسب وانفاق کا معاملہ سیرت کے بنیادی اصولوں کے مطابق اپنایا لیکن سیرت میں معاش کے حوالے سے عمومی تصور یہ ہے:

ما عال من اقتصد (34)

جو میانہ روی اختیار کرے گا وہ تنگ دست نہیں ہوگا۔

معاشی حوالے سے اُسوۂ حسنہ کی تعلیمات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

☆ معاشی جدوجہد بغیر اصول وضابطہ کے نہ ہو اصول وضوابط وہی معتبر ہیں جو شریعت نے مقرر کیے ہیں۔

☆ کسب معاش میں فرائض کی ادائیگی متاثر نہ ہو۔

☆ ہر وہ ذریعہ جس سے ذاتی یا اجتماعی نقصان ہوتا ہو وہ ناجائز ہی ہے۔

☆ معاشی جدوجہد ضروریات زندگی میں سے ہے مقاصد زندگی میں سے نہیں۔

☆ معاشی جدوجہد میں کسب حلال کے ساتھ ساتھ مصارف میں بھی حلال و جائز پیش نظر رہے۔

☆ مال کے کسب وانفاق کا جواب اللہ کی بارگاہ میں دینا پڑے گا۔

فکری سماجی اور معاشی رویوں کے ساتھ ساتھ آپ نے عائلی زندگی (Family Life) کے حوالے سے بھی ایک مکمل رویہ وکردار پیش کیا ہے عائلی زندگی کے حوالے سے بھی

Marfat.com

چند امثال پیش کی جا رہی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا:

کان فی مهنة اهله فاذا حضرت الصلوٰۃ قام الی الصلوٰۃ (35)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (امور خانہ میں) گھر والوں کی مدد کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تھا تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔

گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کا دودھ نکال لیا کرتے، کپڑوں کو پیوند لگا لیتے، جوتا گانٹھ لیتے، مہمان آ جاتے تو اُن کی مہمان نوازی کرتے، ازواج کے ساتھ خوش طبعی فرماتے اُن کی نفسیات کا خیال رکھتے اُن کے لباس و طعام اور آرام کا خصوصی خیال فرماتے اور اُن کی تعلیم و تربیت فرماتے۔

نکاح کے بعد معاشرے میں ایک ادارہ معرض وجود میں آتا ہے جس کو معاشرے کا بنیادی ادارہ (Basic Institute of Society) کہا جا سکتا ہے۔ اس ادارے کو مرد اور عورت جن کا تعلق میاں بیوی کا ہوتا ہے مل کر چلاتے ہیں اب دونوں نے چونکہ مل کر ایک نظام چلانا ہے اور چند انسانوں کی تربیت بھی کرنی ہے۔ اس لیے ان دونوں کو آپس میں بہت اچھا تعلق رکھنا ہوگا کیونکہ اگر ان کا تعلق درست نہ ہوا تو یہ بنیادی ادارہ اچھی کارکردگی پیش کرنے سے محروم رہے گا۔

اسلام نے اس تعلق کی بنیاد محبت، سکون پر رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے حقوق کا ضامن و نگہبان اور ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضمن میں نہ صرف ہدایات دین بلکہ اپنا اعلیٰ و نفیس اسوہ بھی پیش کیا۔ میاں بیوی کو ایک دوسرے کے حقوق سے آگاہ کیا، ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی، مرد کو جسمانی طور پر قوی ہونے کی وجہ سے زیادہ ذمہ داریاں عائد کیں، عورت کو عصمت کی حفاظت کا حکم دیا "کلکم راع و کلکم مسئولٌ عن رعیته" (تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اُس سے اُس کے ماتحت افراد کے بارے میں پوچھا جائے گا) فرما کر ہر ایک کے فرائض کا دائرہ کار متعین فرما دیا۔ عائلی زندگی نہ صرف آسودگی اور خواہشات کی تکمیل کا باعث ہے

Marfat.com

بلکہ یہ ایمانی، فکری، عملی اور سماجی طور پر انسان کو باعزت اور ذمہ دار رکھنے کا باعث ہے اس لیے نکاح کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور نکاح نہ کرنے کو تحسین کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا۔

مسلمانوں کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ ماں اور باپ کی تربیت اور گھریلو ماحول ہی کی وجہ سے ایسے افراد سامنے آتے رہے جن پر انسانیت کو فخر حاصل رہا ہے شریعت نے بلوغ (Maturity) کے بعد ایک عاقل شخص پر جو احکام ادا کرنے ضروری قرار دیئے ہیں ان کو مکمل اور خوبصورت طور پر نکاح کے بعد ہی ادا کیا جا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا اسوہ جو تمام حیات انسانی کے حوالے سے ایک مکمل اور خوبصورت اسوہ ہے اس ضمن میں بھی انسانیت کو وہ تنوع (Variations) عطا کر رہا ہے کہ کسی کردار میں اس حوالے سے اتنے رنگ نظر نہیں آئیں گے۔ آپ نے جتنے بھی نکاح کیے جس عمر کی خواتین اور جس خاندان سے کیے اُن میں آپ کے رویہ کی وجہ سے نہ صرف اُن خواتین و خاندان بلکہ معاشرے کو وہ ثمرات حاصل ہوئے کہ ان سے آپ کی نکاح کرنے کی غرض و غایت اور اُن کی حکمتوں کا مکمل ابلاغ ہو جاتا ہے۔ آج نکاح اور عائلی زندگی میں صرف اور صرف اُنہی مقاصد کو پیش نظر رکھا جائے تو کچھ بعید نہیں کہ اُس کے ثمرات حاصل نہ ہوں اور پھر گھر ہی تربیت گاہ بن جائیں گے اور گھروں سے پھر وہی کردار معاشرے کے سامنے آئیں گے جن کو دنیا غزالی، رومی، قادری وغیرہ کے خوبصورت ناموں سے جانتی ہے۔

Marfat.com

حوالہ جات

1۔آل عمران،110

2۔الملک،2

3۔النحل،97

4۔البقرہ،

5۔الاحقاف

6۔(الف)الافریقی،محمد بن مکرم ابن منظور،لسان العرب،قم ایران1408ہجری جلد6،ص108،

(ب)زبیدی،مرتضی حسین،تاج العروس،دارالاحیاالتراث العربی بیروت،س ن جلد4 ص64

7۔الجوزی،محمد بن قیم،الطرق الحکمۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ دارالاحیاالعلوم بیروت،2002ص24,26

8۔اصفہانی،امام راغب،الزریعہ فی مکارم الشریعہ باب8،ص18۔

9۔آل عمران،26

10۔الانبیاء،105،106

11۔النور،55

12۔ہود،6

13۔الحج،41،42

14۔البقرہ،168

15۔النساء،29

16۔ابن حرم،ابومحمد علی بن حزم الاندلسی،الاحکام فی اصول الاحکام ص304

17۔المائدہ،87

18۔الاعراف،32

19۔النحل،116

Marfat.com

20۔الجمعۃ،\10

21۔التکاثر 2،1

22۔الاعراف، 157

23۔سعیدی،غلام رسول علامہ،تبیان القرآن،جلد چہارم،فرید بک سٹال،لاہور 2011 ص 377،378

24۔الازہری،محمد کرم شاہ پیر،ضیاء القرآن جلد دوم،ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1402 ہجری ص 92

25۔(الف) بخاری،رقم الحدیث، 3560،6126،6853،6786

(ب) ابوداؤد رقم الحدیث 4785

26۔بخاری،رقم الحدیث،6125

27۔ترمذی،رقم الحدیث،1988

28۔بخاری،رقم الحدیث،1

29۔

30۔ترمذی،رقم الحدیث،1977

31۔ترمذی،رقم الحدیث،2016

32۔ترمذی،رقم الحدیث،1017

33۔ترمذی،رقم الحدیث،

34۔

35۔ترمذی،رقم الحدیث،2489

Marfat.com

باب دوم

تشکیل کردار اور صوفیہ کرام

فصل اول: سلاسل اربعہ کے بانیان کا تعارف اور اُن کے افکار و تعلیمات

فصل دوم: تحریر و تصنیف کے تناظر میں

فصل سوم: عملی و خانقاہی تناظر میں

Marfat.com

Marfat.com

فصل اول:

سلاسل اربعہ کے بانیان کا تعارف اور اُن کے افکار و تعلیمات

سلاسل اربعہ کا انتخاب کرنے کا مقصد اور وجہ یہی ہے کہ اس وقت جس طرح فقہ کے مکاتب اربعہ ہی رائج و نافذ ہیں اِس طرح طریقت کے حوالے سے بھی چار ہی کو اختیار کیا جاتا ہے جس طرح فقہ کے چاروں مکاتب کے علاوہ ہر مکتب کی اپنی اہمیت اور دائرہ اثر رہا ہے اور کوئی ان کے وجود سے انکار نہیں کر سکتا اسی طرح سلاسل طریقت میں بھی ان چار معروف سلاسل کے علاوہ پہلے بھی اور بعد میں سلاسل رہے ہیں جن کی اپنی اہمیت اور دائرہ اثر رہا ہے۔ لیکن چونکہ عصر حاضر میں یہی چاروں دبستان طریقت ہی معروف ہیں اِسی لیے ان ہی کے بانیان کا تعارف، افکار اور طریقہ تزکیہ وغیرہ پر بات کی جا رہی ہے جن کی ترتیب زمانی اعتبار سے کی جا رہی ہے جو حسب ذیل ہے:

1۔ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

2۔ حضرت شیخ معین الدین حسن سنجری چشتی رحمۃ اللہ علیہ

3۔ حضرت شیخ ابو حفص محمد بن عمر شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

4۔ حضرت شیخ بہاء الدین محمد بن محمد بخاری نقش بند رحمۃ اللہ علیہ

1۔ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (470ھ-561ھ)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 470 ہجری ماہ رمضان میں جیلان میں ہوئی۔ جیلان کے حوالے سے داراشکوہ قادری نے لکھا ہے:

Marfat.com

''آپ کو جیلی (جیلانی) اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کی ولایت کی اصل ''جیل'' سے ہے آپ کی ولادت مبارک بھی مقام جیل میں ہوئی۔ جیل طبرستان کے عقب میں ایک ملک کا نام ہے۔ جس کو جیلان، گیلان اور گیل بھی کہتے ہیں۔ بعض مؤرخین کی رائے ہے کہ جیل دریائے دجلہ کے کنارے ایک موضع کا نام ہے بغداد سے واسط کی طرف جاتے ہوئے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے اور ایک روایت کے مطابق مداین کے نزدیک ایک موضع کا نام جیل ہے ان دو موضعوں کی نسبت آپ کو جیلانی یا گیلانی کہا جاتا ہے''۔(1)

آپ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے:

''عبدالقادر بن ابی صالح سنوسی حنبلی دوست بن ابی عبداللہ بن یحییٰ زاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ الجون بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہے آپ کو حسنی و حسینی اس لیے کہا جاتا ہے کہ عبداللہ محض کے والد حسن مثنیٰ بن حسن بن علی مرتضیٰ ہیں اور عبداللہ محض کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی مرتضیٰ ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کی والدہ ماجدہ بھی حسینی ہیں''۔(2)

حضرت شیخ کا یہ تو عالی نسب تھا آپ کی والدہ ماجدہ پھر اُن کے والد اپنے کردار و تقویٰ کے حوالے سے کیسے تھے اس ضمن میں سفینۃ الاولیاء میں ہی مرقوم ہے:

''آپ کی والدہ ماجدہ کی کنیت ام الخیر ہے اور لقب و نام امۃ الجبار فاطمہ بنت شیخ عبداللہ صومعی ہے جو گیلان میں اولیائے کرام اور اپنے زمانہ کے مقتدر اور مستجاب الرشدات بزرگ ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی نے لکھا کہ شیخ عبداللہ صومعی سرداران زہاد سے تھے اور خدا نے آپ کو مراتب عالیہ اور کرامات ظاہرہ عطا فرمائی تھیں''۔(3)

آپ کی ولادت، بچپن اور بغداد آمد کے حوالے سے داراشکوہ لکھتا ہے:

Marfat.com

''آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ جب میرا لڑکا عبدالقادر پیدا ہوا رمضان بھر دن میں دودھ منہ میں نہیں لیا ایک مرتبہ آبر آلود ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آ سکا لوگوں نے آ کر مجھ سے دریافت کیا میں نے کہا کہ آج میرے لڑکے عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا بعد میں معلوم ہوا کہ اس دن رمضان کی پہلی تاریخ تھی۔ آپ (حضرت شیخ) فرماتے تھے کہ عنفوان شباب میں جب میری آنکھوں میں نیند آتی تھی تو میں ایک آواز سنتا کہ اے عبدالقادر! تجھے ہم نے سونے کے لیے پیدا نہیں کیا۔ جب میں مکتب میں جاتا تو فرشتوں کی آواز سنتا وہ (طلبہ سے) کہتے کہ اٹھو اور خدا کے ولی کو راستہ دو آپ اٹھارہ (18) سال کی عمر میں جیلان سے بغداد تشریف لائے''۔(4)

بغداد دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے تاریخی نقطہ نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو اس قبل از اسلام اور بعد اسلام ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ کے مطابق اس شہر کے قرب ہی میں مقام ''ار'' تھا جہاں حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ افروز ہوئے۔

اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار اس کے نام کے متعلق لکھتا ہے:

''بغداد دراصل ''باغ داد'' یعنی وہ باغ جہاں نوشیروان مظلوموں کی دادرسی کیا کرتا تھا۔ جدید مصنفین کا رجحان بھی عموماً اِسی طرف ہے کہ اصل میں یہ فارسی لفظ ہے''۔(5)

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ خلاف اسلامیہ کا حصہ بنا۔ لیکن عہد اسلامی میں اس کو باقاعدہ شہرت عہد بنوعباس میں ملی جب خلفائے عباسیہ نے اس کو اپنا دارالخلافہ بنایا اُس عہد میں یہ شہر جلد ہی علم و فضل کا گہوارہ بن گیا۔ اسلامی تاریخ میں نامور فقہا، محدثین، مفسرین اور صوفیہ کرام جب یہاں اور اس کے قرب و جوار میں رونق افروز ہوئے تو حجاز مقدس کے بعد عالم اسلام میں اِس شہر کو ایک امتیازی شان حاصل ہوئی۔

Marfat.com

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار خطیب کی تاریخ بغداد کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:

"علم کے ایک ایک شعبے میں بغداد سے تعلق رکھنے والے فضلا کی تعداد کتنی زیادہ تھی صرف خلفاء ہی نہیں بلکہ وزرا اور بڑے بڑے عہدیدار سب علم وفضل کی ہر طرح قدر افزائی کرتے تھے۔ اسلامی ثقافت کا تخلیقی عہد بغداد کے ساتھ وابستہ ہے"۔(6)

شہر بغداد جو صدیوں علم وادب کا گہوارہ رہا ہے۔ اُس وقت اُس کی شہرت میں بہت اضافہ ہوا جب عالم اسلام کے عظیم عالم، صوفی، حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی نے یہاں سکونت اختیار کی۔ حضرت شیخ کی تشریف آوری کے وقت بغداد سیاسی ابتری کا شکار تھا تو سماجی حالت بھی بہت خراب تھی دلوں سے سکون رخصت تھا شہروں اور قریوں میں امن قائم نہ تھا نہ کارواں محفوظ تھے نہ گزرگاہیں ایک خانہ جنگی سی کیفیت سے معاشرہ دوچار تھا۔ اہل علم وتقوی بغداد کو چھوڑ کر جا رہے تھے حتی کہ امام غزالی جیسا نابغہ عصر بھی سیاسی، سماجی کساد بازاری کی وجہ سے اس شہر سے کوچ کر گیا"۔(7)

حضرت شیخ جب شہر بغداد میں آئے تو وہاں مستنجد باللہ کی حکومت تھی۔ فسق وفجور اور بدامنی کا دور دورہ تھا چند پاکیزہ نفوس شہر میں موجود تھے لیکن اُن کا حلقہ اثر محدود تھا۔ بغداد کی علمی، روحانی اور فکری مجالس سونی پڑی تھیں لوگوں کے قلوب واذہان مادی آلائشوں کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ اگر کہیں وعظ ونصیحت محفل ہوتی بھی تو کوئی کان دھرنے والا نہ تھا۔(8) ایسے عالم میں ضرورت تھی ایک مرد خدامست کی جو حالات کی ظلمتوں میں پھنسی امت کی کشتی کو تابندہ راہوں پر گامزن کرے جو نفسانی خواہشات کی غلامی سے نجات دلا کر سرور کونین ﷺ کی اتباع کا خوگر بنائے۔

حضرت شیخ نے علوم ظاہری وباطنی اُس دور کے بڑے بڑے مشاہیر سے حاصل کیے جن میں شیخ حماد بن باس، قاضی ابوسعید المبارک المخزومی، حضرت ابوذکریا تبریزی، ابوالغنائم محمد بن علی میمون النرسی اور ابوالوفا علی بن عقیل حنبلی سے استفادہ کیا فقہی اعتبار سے

Marfat.com

آپ حنبلی تھے علم حدیث میں آپ کے اساتذہ فرمایا کرتے تھے:

''اے عبدالقار ہم تو تم کو الفاظ حدیث کی سند دے رہے ہیں ورنہ حدیث کے معنی میں ہم تم سے استفادہ کرتے ہیں کیونکہ بعد احادیث کے مطالب جو تم نے بیان کیے ہیں ان تک ہمارے فہم کی رسائی نہیں تھی''۔(9)

حضرت شیخ جب بغداد آئے تو آپ کی عمر مبارک اٹھارہ (18) برس تھی۔آپ نے پورے 33 برس شہر بغداد میں دور و نزدیک سے آئے فقہا، محدثین اور صوفیاء کرام سے علوم ظاہری و باطنی میں اکتساب کیا اس دوران آپ نے فتاویٰ بھی دیئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''488ھ میں جبکہ آپ کی عمر مبارک اٹھارہ (18) برس کی تھی آپ بغداد تشریف لائے اور اُس وقت کے شیوخ، آئمہ، بزرگان دین اور محدثین کی خدمت کا قصد فرمایا اول قرآن کریم کو روایت و درایت اور تجوید و قرأت کے اسرار و رموز کے ساتھ حاصل کیا اور زمانہ کے بڑے بڑے محدثین اور اہل فضل و کمال و مستند علمائے کرام سے سماع حدیث فرما کر علوم کی تحصیل و تکمیل فرمائی حتی کہ تمام اُصولی، فروعی، مذہبی اور اخلاقی علوم میں علمائے بغداد سے ہی نہیں بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے علماء سے سبقت لے گئے اور آپ کو تمام علماء پر فوقیت حاصل ہوگئی اور سب نے آپ کو اپنا مرجع بنالیا''۔(10)

حضرت شیخ عالی نسب اور عالی کردار ہونے کے باوجود مسند رشد و صلاح پر رونق افروز ہونے سے قبل علوم کی تحصیل کو لازمی سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ صرف چند برس ہی نہیں بلکہ اپنی زندگی کی مکمل تین دہائیاں آپ نے علوم دینیہ کی تحصیل اور اُس میں کمال حاصل کرنے میں صرف کی۔سرزمین بغداد کا اُس عہد میں شاید کوئی معروف محدث یا صوفی ایسا نہیں تھا جس سے حضرت شیخ نے اکتساب نہ کیا ہو۔آپ کی حیات کے اس بنیادی اور اہم پہلو میں یاران

Marfat.com

طریقت کے لئے بالعموم اور سلسلہ قادریہ والوں کے لئے بالخصوص ایک واضح پیغام ہے کہ وعظ وخطاب کی محفل اور مسند رشد وہدایت پر متمکن ہونے کے لئے صلاحتیں پھر ہی آئیں گی جب کسی استاد کامل سے علوم شریعہ میں تحصیل کی ہوگی۔ حضرت شیخ درس وتدریس، وعظ و نصیحت، اوراد ووظائف اور پیری مریدی کا مقصد دین کا مکمل صورت میں احیاء تھا آپ کا لقب محی الدین ہے اپنے اس لقب کے حوالے سے خود فرماتے ہیں:

''میں کسی سفر سے بغداد پہنچا میرا گزر ایک ایسے بیمار پر سے ہوا جو نہایت کمزور جسم اور متغیر رنگ تھا۔ اس مریض نے مجھے دیکھ کر السلام علیک یا عبدالقادر کہا میں نے سلام کا جواب دیا پھر (اُس نے) کہا کہ میرے پاس آیئے میں اس مریض کے پاس گیا اُس نے کہا مجھے بٹھایئے میں نے اس کو سہارا دے کر بٹھا دیا۔ دیکھا کہ بیٹھتے ہی اس کا جسم تازہ اور تندرست معلوم ہونے لگا اس کا رنگ نکھرنے لگا مجھے یہ دیکھ کر خوف معلوم ہوا اس نے کہا: اے عبدالقادر مجھے پہچانتے ہیں ؟ میں نے کہا: نہیں (اُس نے) کہا میں آپ کے جدامجد کا دین ہوں نحیف ولاغر ہو گیا تھا جیسا کہ آپ نے بنفس نفیس مشاہدہ فرمایا خدا تعالیٰ نے آپ کی برکت سے مجھے زندہ فرما دیا آپ کا نام محی الدین (دین کو زندہ کرنے والا) ہے''۔(۱۱)

حضرت شیخ نے دین کے اصول، افکار، اعمال، اقدار اور تمام جزئیات کا احیاء کیا۔ آپ کی حیات کا ہر پہلو دین سے مزین نظر آتا ہے۔ وعظ ونصیحت کی محافل ہوں، یا وظائف طریقت کا بیان، درس حدیث کا بیان ہو منازل سلوک، مساکین سے رابطے ہوں یا شاہوں کی حاضری، حجاز کے اسفار ہوں یا اصفیا کی سنگتیں حضرت شیخ کی زندگی کا صرف ایک ہی محور ومقصد نظر آتا ہے اور وہ احیائے دین (Renaissance of Deen) ہے۔ آپ نے کبھی بھی مبادیات دین (Basics of Deen) اور مقاصد دین (Objectives of Deen) سے صرف نظر نہیں فرمایا بلکہ انہی کو اپنے تلامذہ اور مریدین میں راسخ کیا۔

Marfat.com

داراشکوہ لکھتا ہے:

''حضرت کا تمام طریقہ شریعت کے عین مطابق تھا اور اگر کسی کو شرع کے خلاف کام کرتے دیکھتے تو اُس کے حال کو سلب فرما لیتے''۔(12)

''حال کا سلب ہونا اس جملہ کی اذیت کو کوئی راہِ طریقت کا راہی ہی جان سکتا ہے۔

حضرت شیخ کی حیات کی تین حصے ہیں پہلا حصہ ولادت سے بغداد آمد تک ہے اس کا دورانیہ اٹھارہ (18) سال ہے۔ دوسرا حصہ تحصیل علوم دینیہ کا ہے اس کا دورانیہ تینتیس (33) سال ہے۔آپ کی حیات کا تیسرا اور آخری حصہ آپ کی عمر مبارک اکیاون (51) برس سے وصال بعمر اکیانوے (91) برس تک ہے۔اپنی حیات کے انہی آخری چالیس (40) برسوں میں حضرت شیخ نے انقلاب بپا کیا۔آپ کے وعظ کی محفل میں مخلوق کی ایک کثرت ہوتی جو اُس عہد میں اپنی مثال آپ تھی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے وعظ وخطاب کی اثر آفرینی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''آپ کی مجلس وعظ میں چار سو اشخاص قلم دوات لے کر بیٹھتے اور جو کچھ سنتے اس کو لکھتے رہتے جب آپ منبر پر تشریف لاتے تو مختلف علوم کا بیان فرماتے تمام حاضرین آپ کی ہیبت وعظمت کے سامنے بالکل بت بن جاتے۔کبھی اثنائے وعظ میں فرماتے کہ ''قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف مائل ہوئے'' یہ کہتے ہی لوگوں میں اضطراب، وجد اور حال کی کیفیت طاری ہو جاتی کوئی گریہ وفریاد کرتا، کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لیتا اور کوئی بہوش ہو جاتا، بسا اوقات آپ کی مجلس سے شوق، ہیبت، تصرف، عظمت اور جلال کے باعث کئی جنازے نکلتے آپ کی مجلس وعظ میں جن خوراق، کرامات، تجلیات اور عجائب وغرائب کا ظہور بیان کیا جاتا ہے وہ بے شمار ہیں''۔(13)

حضرت شیخ تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کی تربیت واصلاح فرماتے

Marfat.com

جن میں بالخصوص طبقۂ حکمران، علماء اور صوفیہ وغیرہ سرفہرست ہوتے آپ نے وعظ وخطاب کہتے ہوئے کبھی بھی اظہار حق سے تامل نہ کیا۔ بڑے سرمایہ دار، حکمران اور امراء سبھی کے سامنے شیر خدا جیسی جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے اُن کو افکار باطلہ اور اعمال فاسدہ سے روکتے آپ کی مجاہدانہ للکار کے سامنے کسی کو ہمت نہ ہوتی کہ کوئی جواب دے سکے آپ وعظ کرتے ہوئے اکثر فرماتے:

''اے عالمو! اے زاہدو! بادشاہوں اور سلطانوں کے لیے کب تک تم منافق بنے رہو گے تم اُن سے اپنا زر و مال، شہوات ولذات حاصل کرتے ہو تم اور اکثر بادشاہان وقت اللہ کے مال اور اُس کے بندوں کے بارے میں ظالم اور خائن ہو۔ اے علم وعمل میں خیانت کرنے والو! تم کو اِن سے کیا نسبت، اے اللہ اور اُس کے رسول کے دشمنو! اے اللہ کے بندوں پر ڈاکہ ڈالنے والو! تم کھلے ظلم اور کھلے نفاق میں مبتلا ہو یہ نفاق کب تک؟ تمہارے اعمال کا بڑا حصہ جسم بے روح ہے کیونکہ روح اخلاص وتوحید اور سنت رسول اللہ پر قائم ہے۔ غفلت مت کرو اپنی حالت کو پلٹو تا کہ تم کو راہ ملے جاگ اُٹھو اے سونے والو! اے غفلت شعارو بیدار ہو جاؤ تم رمضان میں اپنے نفسوں کو پانی سے روکتے ہو اور جب افطار کا وقت آتا ہے تو مسلمانوں کے خون سے افطار کرتے ہو اور اُن پر ظلم کر کے جو مال حاصل کیا ہے اُسے نگلتے ہو''۔(14)

حضرت شیخ نے صرف جسموں کو ہی بیدار نہیں کیا بلکہ آپ نے روح، فکر اور دل کو بیدار کیا کیونکہ ان کی بیداری ہی سے عمل میں وہ زندگی نظر آتی ہے جس سے بندگی کے رنگ عیاں ہوتے ہیں اور بندے کی تخلیق کا مقصد پورا ہوتا نظر آتا ہے حضرت شیخ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالوہاب کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

''علیك بتقوی اللّٰہ و طاعته اللّٰہ''(اللّٰہ کی اطاعت کرواور خالص اُس کے لئے پرہیزگاری اختیار کرو''ولا تخف احداولا ترح'' خوف اوراُمید بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے نہ رکھ۔''و کل الحوائج اِلی اللّٰہ و اطلبوا اللّٰہ'' تمام ضرورتوں کواس کے سپرد کرواوراُس ہی سے طلب کرو''ولاتتق باحد سوی اللّٰہ'' بجز اللہ تعالیٰ کے کسی پراعتمادنہ کر۔(15)

حضرت شیخ کے خطبات سے بے شمارلوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور مخلوق خدا کی ایک کثرت نے آپ کے دست حق پر گناہوں، فسق وفجور، راہ زنی اور بدعملیوں سے توبہ کی اور کئی تو ایسے بھی تھے جوآپ کے باطنی فیوضات کی وجہ سے عارف باللہ بن گئے۔ حضرت کے خطبات ومواعظ، آپ کا طریقہ تربیت وتزکیہ نفس، اصلاح احوال، ردابطال کا مقصد عظیم صرف احیائے دین تھا آپ نے انسانیت کواسلام کے اعلیٰ اورزریں اصول سکھا کرامن وآشتی، اخوت ومحبت، ہمدردی اور غمگساری کا درس دیا۔ اہل ایمان کوایمان کے تقاضے یاددلائے مومن کی حقیقی زندگی اوراس کے دنیوی واخروی ثمرات کی فکر کا تصورراسخ کیا۔ شریعت وطریقت کوایک دوسرے کا جزوقراردیا۔ حضرت شیخ کے روحانی، فکری، علمی، باطنی اور سماجی فیوضات کا سلسلہ قرن ہا قرن سے جاری ہے اور عالم اسلام آپ کی عظیم تر خدمات کی وجہ سے آپ کو''محی الدین'' کے لقب سے یادکرتے ہیں آپ کی عظمتوں کے سکے اہل ایمان کے قلوب پر نقش ہیں اوراہل ایمان آپ کوخراج عقیدت پیش کرتے رہے ہیں اور آنے والی نسلوں کو یہ درس دیتے رہیں گے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اورانہی جیسے سپوت اسلام کا فخر ہیں۔ انہی پاک نفوس کی وجہ سے اسلام کا چراغ کا ہر دور میں تابندہ رہا ہے اللہ کریم نے انہی رجال الصالحین کی صورت میں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت کوزندہ رکھا ہے۔ حب رسول ﷺ اوراتباع رسول کا جو چراغ آپ نے شہر بغداد میں فروزاں کیا اُس کی تابندگی چاردانگ عالم میں پہنچی۔ مخلوق کا خالق سے ٹوٹا ہوا رشتہ جڑنے لگا۔ عشق رسول ﷺ کی سرشاریاں عطا ہونے لگی مدرسہ وخانقاں ایک بار پھر اسلام

Marfat.com

کے قلعے بن گئے۔ قال اللہ وقال رسول اللہ کی صدائے دل نواز پھر سماعتوں کے گوش گزار ہونے لگیں آپ کا وصال ربیع الثانی 561 ہجری میں ہوا آپ کا مزار پر انوار بغداد میں صدیوں سے مرجع خلائق ہے۔

حضرت شیخ کے افکار و تعلیمات

حضرت شیخ نے مواعظ اور درس و تدریس کے علاوہ مکتوبات کے ذریعے بھی فکر و عمل کی صلاح و فلاح کا طریقہ اختیار کیا۔ ذیل میں آپ کے چار مکتوبات جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں تحریر کیے ہیں وہ تحریر کیے جا رہے ہیں تا کہ ایک مومن کی فکر کو صالح بنانے کے لئے جو آپ کا نظریہ تھا اُس سے آگہی حاصل ہو۔

مکتوب نمبر 1:

برادر عزیز! جب آسمانِ شہود پر ابر فیض کے پھٹ جانے سے یھدی اللہ لنورہ من یشاء (یعنی جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کیطرف ہدایت فرماتا ہے) چمکنے لگے اور عنایت یختص بِرحمتہ من یشاء (یعنی جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص فرمالیتا ہے) کے رُخ سے وصول کی ہوائیں چلنے لگیں اور گلشنِ قلب میں انس کے پھول کھلنے لگیں اور گلستان روح میں ذوق وشوق کی بلبلیں یَا اَسَفٰی علٰی یوسف (یعنی ہائے یوسف) کے نغمات سے ہزار داستان کی طرح ترنم ریز ہوں اور اشتیاق کی آگ عالم سرائر میں مشتعل ہو اور طیور فکر فضائے عظمت میں انتہائی پرواز کے باعث بے بال و پر ہو جائیں اور بڑے بڑے اہل عقل وادیِ معرفت میں پیہم گم ہوتے رہیں، اور عقل وخرد کے ستون ہیبت وجلال کے صدمہ سے لرز جائیں اور عزائم کی کشتیاں ما قدروا اللہ حق قدرہ (یعنی انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جو اس کا حق ہے) کے سمندروں میں وھی تجری بھم فی موج کالجبال (یعنی اور وہ کشتی انھیں موجوں میں پہاڑ کی طرح لے کر تیر رہی تھی) کی ہواؤں کے ساتھ حیرت کی موجوں میں بیٹھنے لگے تو یُحبُّھم وَ یُحبونہ (یعنی وہ انھیں چاہتا ہے اور وہ اُسے چاہتے ہیں) کے دریائے عشق کی موجیں متلاطم ہوتی ہیں،

Marfat.com

ہر ایک بزبانِ حال یہ پکارنے لگتا ہے رب انزلنی منزلا مبارکا و انت خیر المنزلین (یعنی اے پروردگار ہمیں اُتار مبارک اُتارن اور تو بہترین اُتارنے والا ہے) اورِان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ (یعنی جن کے لیے ہماری جانب سے اچھائی پہلے مقدر ہو چکی ہے) عنایت حاصل ہوتی ہے اور انھیں فی مقعد صدق (یعنی اچھے ٹھکانے ہیں) کے ساحل جودی پر اُتارتا اور مستان بادۂ الست کی مجلس میں پہنچاتا ہے اور للذین آحسنو الحسنیٰ وزیادۃ (یعنی نیکی کرنے والوں کے یے نیک بدلہ اور اس سے زیادہ ہے) کے دستر خوان نعمت کو سامنے بچھاتا ہے اور خمخانۂ قرب بایدی سفرۃ (یعنی پاکیزہ فرشتوں کے ہاتھوں سے) اور وَسَقَاھُمْ رَبُّھُمْ شرابًا طَھُورًا (یعنی ان کا پروردگار انھیں شراب طہور پلائیگا) کے جام وصول کا دور چلاتا ہے۔

اور وَاِذا رَاَیۡتَ ثَمَّ رَاَیۡتَ نعیمًا و ملگا کبیرًا (یعنی اور جب جب تم دیکھو تو دیکھو گے وہاں نعمتیں اور ملک عظیم) کی حکومت ابدی اور دولت دائمی کا مشاہدہ ہوگا۔

مکتوب نمبر 2:

عزیز من! قلبِ سلیم پیدا کرتا تا کہ فاعتبِرُوایا اُولی الابصار (یعنی اے آنکھوں والوں عبرت حاصل کرو) کے رموز معلوم ہو سکیں اور کامل آخرت کو حاصل کرتا کہ سنریھم اٰیاتنا فی الافاقِ وفی انفسھم (یعنی ہم انھیں اپنی نشانیاں دنیا میں اور ان کے نفوس میں دکھائیں گے) کے دقائق کا ادراک کر سکے، اور یقین صادق پیدا کرتا کہ اِن من شیءٍ اِلّا یُسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم (یعنی ہر چیز اللہ کی حمد و تسبیح کرتی ہے لیکن تم اُس کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے) کے شواہد معرفت کو دل کی آنکھوں سے دیکھے اور واِذا سالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الدّاع اِذا دَعان (یعنی جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں دریافت کریں تو پس میں دعا کرنے واے کے قریب ہوں جب وہ دعا کرتا ہے) کے تازیانہ کے باعث ویلھھم الامل فسوف یعلمون (یعنی انھیں غافل کر دیا آرزوں نے سو

Marfat.com

عنقریب انھیں پتہ چل جائیگا) کی خواب غفلت سے بیدار ہواور وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر (یعنی اللہ کے سوانہ تمہارا کوئی دوست ہے نہ مددگار) کے مضبوط حلقہ کو ہاتھ سے پکڑو، اور ففِرّو اِلیَ اللہِ (یعنی اللہ کی طرف دوڑو) کشتی میں سوار ہو، اور وما خلقت الجن والانس اِلّا لِیَعبُدون (یعنی میں نے جن اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے) دریائے معرفت میں مردانہ وار غوطہ زنی کرو، پھر اگر گوہر مطلوب ہاتھ آ گیا تو فقد فازفوزً عظیما (یعنی زبردست کامیابی حاصل کی) اور اگر اسی طلب میں جان جاتی رہی تو فقد وقع اَجرہ علی اللہ (پس تحقیق اس کا اجر اللہ کے یہاں واقع ہوگیا)

مکتوب نمبر 3:

اے عزیز! جب اَللہ یجتبی الیہ من یشاء (یعنی جسے چاہتا ہے اپنا منتخب بنالیتا ہے) کے جذبات کی فوجیں ولایت دل پر حملہ کرتی ہیں اور نفسِ امارہ کی خواہشات کو وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ (یعنی اللہ کی راہ میں مکمل طور پر جہاد کرو) کی ریاضت کے لگاؤ سے مطیع و مسخر بنادے اور فرعونوں اور جابروں کو مجلسِ تقوی میں مجاہدہ کی زنجیروں میں کشاں کشاں لے آئے تو آرزوؤں کو و اطیعو اللہ و اطیعوا الرّسُولَ (یعنی اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) کے طوق میں جکڑ کر باہر کردے اور و من یَّحمَل مِثقال ذرّۃٍ خیرا یَرہ (یعنی ذرہ برابر نیکی کریگا تو اُسے دیکھ لے گا) کے تازیانہ سے افعال ارادی و اختیاری کو سزا دے اور رسوم و عادات کی تعمیروں اور تلبیس و طاعات کے ستوں کو درمیان سے بالکل نکال دے اور زبان حال سے اِنّ المُلوک اِذادَخلو قریۃ اَفسدوھا و جَعلوا اعِزّۃ اَھلھا اَذِلّۃ (یعنی بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے تباہ و برباد کر دیتے اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں) کی صداقت کا اعلان کرے، اور جب صفائے دل کی پسندیدہ زمین شہوات کی کدورتوں سے گزر جائے اور و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یُقبَلَ منہ (یعنی جو اسلام کے

Marfat.com

علاوہ دوسرا دین چاہے وہ اس سے قبول نہ کیا جائیگا) سے صاف وشفاف ہو جائے، اور گلستانِ روح مَن یھدہ اللہ فھو االمھتد (یعنی جسے ہدایت دے تو وہی ہدایت یافتہ ہے) کی نسیم الطاف سے سراسر معطر ہو جائے اور اوراق سرائر پر اُولئك كتب فی قلوبھم الایمان (یعنی اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان نقش فرمادیا) کے نقوشِ تحریر ہوں تو شھودیوم تبدل الارض غیر الارض (یعنی جس روز یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی) صفت حال ہو جائے اور شوق کے پہاڑ ھباءً منثورًا کی طرح ہوا میں اڑ جائیں اور بزبانِ حال کہے وَتری الجبال تحسبھا جامدۃ و ھی تمر مر السّحاب (یعنی تم پہاڑوں کو جما ہوا سمجھ رہے ہو حالانکہ وہ تو بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں) عشق کا اسرافیل صور پھونک رہا ہے اور فَصَعِق من فی السموت ومن فی الارض (یعنی تمام زمین وآسمان والے مدہوش ہو جائیں گے) کی بجلی کی تاثیر ظاہر ہو رہی ہے اور اقبال لایجزنھم الفزع الاکبر (یعنی انھیں عظیم گھبراہٹ کا کوئی غم نہ ہوگا) نقیب آکر ان کو قرار ورسوخ دے رہا ہے اور فی مقصد صدق عند ملیك مقتدر (یعنی قدرت والے بادشاہ کے پاس اچھے ٹھکانے ہیں) کے علیین کی طرف بلا رہا ہے اور رضوان جنت بُشر کم الیوم (یعنی آج تمہارے لئے بشارت ہے) صدا لگا کر جنت نعیم کے دروازے کھول کر کہتا ہے سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین (یعنی تم پر سلام، تم مبارک ہو، سو جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ) اور وہ لوگ کہتے ہیں اَلحمد اللہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نتبوّأ من الجنۃ حیث نشاء فنعْم اَجر العٰملین (یعنی اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا اور ہمیں جنت عطا فرمائی کہ اسمیں جہاں چاہیں رہیں، سو عمل کرنیوالوں کا یہ اچھا بدلہ ہے)

مکتوب نمبر 4:

عزیز من! ولا تتّبِع الھوی فیضلك عن سبیلہ (یعنی خواہشات نفسانی کے

Marfat.com

پیچھے نہ پڑو کہ راہِ حق سے بھٹک جاؤ گے) جیسی خواہشات سے اغراض کر اور ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا (یعنی ان کی اطاعت نہ کیجئے جن کے دل ہمارے ذکر سے غافل ہیں) کے مطابق مواقع غفلت سے باز آ ، اور فاسق وفاجز کی صحبت اختیار نہ کر کہ فویل للقاسیة قلوبهم من ذکر الله (یعنی جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہیں ان کی ہلاکت ہے) اور اِستجیبوا لربّکُمْ من قبلِ اَنْ یَاتِی یومٌ لا مردَّله من الله (یعنی اپنے پروردگار کی بات مانو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جو ٹل نہیں سکتا) کے منادی کی الم یان للذین امنوا ان تخشَعَ قلوبهم لذکر اللهِ (یعنی کیا ابھی ایمان والوں کے لیے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر اللہ کے لیے جھک جائیں) کی ندا گوش ہوش سے سنیں اور ایحسب الانسان اَن یُترَکَ سُدًی (یعنی کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائیگا) کی تنبیہ کی وجہ سے تمام رات خوابِ غرور سے بیدار رہ کر ولا یغرّنکم بالله الغرور (یعنی تمہیں دھوکہ میں ڈالدے اللہ سے دھوکہ بازی) اور اہل حضور کے مراتب کہ رجال لا تُلهیهم تجارةٌ ولا بیعٌ عن ذکر الله (یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جنھیں اللہ کے ذکر سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت) معلوم کرتا ہے رہ ، اور کعبۂ مقصود حاصل کرنے کے لیے سر کے پاؤں بنا کر دشتِ سر میں یکسو ہو جاؤ تبتّل الیه تبتیلاً (یعنی اس کی طرف یکسو ہو جا) اس کے بعد قُل الله ثمَّ ذَرْهُمْ (یعنی آپ کہہ دیجیے کہ صرف اللہ ، پھر باقی کو چھوڑ دیجیے) کی تحدید کر کے واُفوضُ اَمْرِی اِلی اللهِ (یعنی میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں) کی تفویض کی سواری پر سوار ہو کر اہل صدق کہ کونو مع الصدقین (یعنی سچوں کے ساتھ رہو) کے قافلہ کے ساتھ مسافر ہو جا ، اور آرائش دنیا کے مساکن کو کہ اِنّا جعلنا ما علی الارض زینة لها (یعنی جو کچھ زمین پر ہے اسے ہم نے زمین کی زینت بنا دیا) عبور کرتے ہوئے مہالک فتنہ کے کہ اِنما اَمْوَالُکُم و اولادکم فتنة (یعنی تمہارے مال واولاد فتنہ ہیں) راستوں میں سلامتی کے ساتھ ہدایت کی شاہراہوں کہ اِنَّ هٰذه تذکرة فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا (یعنی یہ نصیحت ہے سو جو چاہے اپنے رب

Marfat.com

کاراستہ اختیار کرے) سامنے رکھ اور زبانِ اضطرار سے کہ اَمَّن یجیبُ الْمُضطر اِذا دَعَـاهُ (یعنی کیا کوئی ہے جو مضطر و مجبور کی دعا کو قبول کرے) تضرع وزاری کے ساتھ اِهدنا الصراط المستقیم (یعنی ہمیں سیدھے راستہ کو ہدایت فرما) کے دستر خوان پر عنایت قدیم اَلآ اِنَّ اَولیاءَ اللّٰه لا خوف علیهم ولا هم یحزنون (یعنی اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوگا نہ غمگین ہوں گے) کے مبشر کے ہمراہ تحیت سلام قولا من رب رحیم

(یعنی سلام ہو یہ بات پروردگار رحیم کی جانب سے ہے) کی بشارت کیساتھ آگے بڑھتا رہ، اور نصر من اللّٰه و فتح قریب (یعنی اللہ کی مدد اور قریبی فتح حاصل ہوگی) کی سواری پر سوار ہو کر فانقلبوا بنعمَةٍ من اللّٰه و فضلٍ (یعنی وہ اللہ کی نعمت اور فضل و کرم کو لے کر واپس آئے) کی بارگاہِ خلد کا داعی ہو، ہر طرف سے عزت و وصال کی ہوائیں چلنے اور ساقیانِ غیب کے ہاتھوں سے شرابِ محبت کے جام چلنے کا مشاہدہ ہو، اور اِنَّ هٰـذا کـان لکم جزاءً وّکان سعیکم مشکورًا (یعنی یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری کوشش بارآور ہوئی) کی صدائیں بلند ہوں، اور اس مقام انس میں وکَلَّم اللّٰه موسٰی تکلیمًا (یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام فرمایا) کی فسانہ گوئی شروع ہو، اور فلما تجلی ربه للجبل (یعنی جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی) کا دیباچہ طولانی ہو اور چشم بصیرت کا نور و خرّ ۔ موسٰی صعقًا (یعنی موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے) کی سکرات حالات کو خبر دے اور وجوهٌ یومئذٍ ناصرةٌ اِلی ربّها ناظرةٌ (یعنی بہت سے چہرے اُس روز تروتازہ اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے) کا مشاہدہ کرے اور اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے زبان حال سے لا تدرِکه الابصار وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (یعنی نگاہیں اُسے نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا یہ کہہ کر بینا ہو جائے۔(16)

آپ نے فتوح الغیب کے مقالہ نمبر اٹھہتر (۷۸) میں سالکینِ راہ حق کی دس خصلتیں بیان فرمائی ہیں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" لا هل المجاهده والمحاسبة! و اولی العزم عشر خصال و

اظبـوها فاذا قاموا هوا حكمو هاباذن الله تعالیٰ و صلو الیٰ ان لا یخلف العبد " ترجمہ: اہل مجاہدہ ومحاسبہ اوراولوالعزم سالکوں کے لئے دس خصلتیں ہیں جن پر انہوں نے مواظبت کی ہے، جب ان پر قائم رہتے ہوئے انہیں اللہ کے حکم سے مضبوط کر لیتے ہیں تو منازل ارفع تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔

الاولـی: ان لایحلف با لله صادقا ولا کاذباو عامد والا ساهیا لانه احکم ذلك من نفسه عودلسان . . . " پہلی خصلت یہ ہے کہ بندہ کسی طرح بھی اللہ کی قسم نہ کھائے، سچی نہ جھوٹی، عمداً اور نہ سہواً جس نے اپنی ذات میں اسے پختہ کرلیا اور اپنی زبان کی عادت بنالیا تو وہ عمداً یا سہواً قسم کھانے سے بچ جاتا ہے اور جب بندہ ترکِ حلف کا عادی ہو جائے تو اس پر انوارِ الٰہی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور بندہ اپنے دل میں اس کی منفعت معلوم کر لیتا ہے اس کا درجہ بلند ہو جاتا ہے اپنے عزم وصبر میں قوت پاتا ہے بھائی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوتے ہیں اور پڑوسی اس کا احترام کرتے ہیں یہاں تک کہ اسے پہچاننے والے اس کی تقلید کرتے ہیں اور دیکھنے والے اس سے خوف کھاتے ہیں:

الثـانیة: یجتنب الکذب هازلاوجاد لانه اذا فعل ذلك و احکمه من نفسه وان دعی له بزوال ذٰلك کان له ثواب"

دوسری خصلت یہ ہے کہ بندہ قصداً یا مذاقاً جھوٹ کہنے سے بچے، کیونکہ جب بندہ ترکِ کذب کی عادت پختہ کرلے اور اپنی زبان کو اس کا عادی بنالے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا شرحِ صدر فرمادے گا اور اس کے علم کو اتنا روشن کردے گا گویا وہ کذب کو جانتا ہی نہیں اور جب کسی دوسرے سے جھوٹی بات سنے گا اسے قبیح جانے گا اور اپنے دل میں جھوٹے کو برا سمجھنے گا اور جھوٹے سے جھوٹ بولنے کی عادت چھوٹ جانے کی دعا کرے گا تو ثواب کا حق دار ہوگا۔

الثـالثة: ان یـحـذران وعـد احـد اشیئا فیخلفه او یقطع الوعدة البتة فـانـه اقـویٰ لامره و اقصد الطریقه لطریقه لان الخلف من

Marfat.com

الكذب فاذا فعل ذلك فتح له باب السخاء ۔"

تیسری خصلت یہ ہے کہ کسی سے وعدہ کرتے وقت وعدہ خلافی سے ڈرے یا وعدہ ہی نہ کرے، کیونکہ وعدہ خلافی سے احتراز بہت قوی امر اور راہِ سلوک میں میانہ روی یہی ہے کیونکہ وعدہ کو نہ نبھانا جھوٹ کی ایک قسم ہے اور جب بندہ ایسا کرے گا تو اس کے لیے سخاوت کا دروازہ کھل جائے گا اور اسے حیا کا درجہ مل جائے گا اور صادقین کے دل میں اس کی محبت پیدا ہو جائے گی اور دربارِ خداوندی میں اسے رفعت حاصل ہوگی۔

الرابعة: ان يجتنب ان يلعن شيئا من الخلق او يوذى ذرة فما فوقها لانها من اخلاق الابرار والصديقين وله له عاقبة حسنه فى حفظ الله ۔ ۔ ۔ ۔"

چوتھی خصلت یہ ہے کہ مخلوق میں کسی چیز پر لعنت کرنے یا ذرّہ بھر بھی اذیت دینے سے اجتناب کرے کیونکہ یہ صفت ابرار و صدیقین کے اخلاق سے ہے۔ ایسے شخص کا انجام بخیر ہوگا دنیا میں وہ آفات سے خدا کی حفاظت میں رہے گا، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کے لیے آخرت میں درجات ذخیرہ فرمائے گا اور ہلاکت کے قعر اور مخلوق کی گزند سے محفوظ رہے گا۔ بندوں پر شفقت اور اپنا قرب عطا فرمائے گا۔

الخامسة: ان يجتنب ان يدعو على احد من الخلق و ان ظلمه فلا يقطعه بلسانه ولا يكافيه بفعاله و يتحمل ذلك الله تعالىٰ ولا يكا فيه ۔ ۔ ۔"

پانچویں خصلت یہ ہے کہ بندہ مخلوق میں سے کسی کے لیے بددعا نہ کرے اگرچہ کسی نے اس پر ظلم کیا ہو اور زبان سے قطع تعلق نہ کرے اور اس کے کردار بد کا انتقام بھی نہ لے۔ اللہ کی رضا اور طلبِ ثواب کے لیے اس کی اذیتیں برداشت کرے، قول و فعل سے اس کا بدلہ نہ لے، کیونکہ جس شخص میں یہ خصلت ہوگی اس کے درجات بلند ہوں گے اور جب بندہ اس خصلت کا عادی ہو جاتا ہے تو دنیا میں بلند درجے پاتا ہے اور قریب و بعید کی تمام مخلوق میں ظاہری محبت اور مقبولیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ مستجاب الدعوات بن جاتا

Marfat.com

ہے نیکی کے کاموں میں اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے اور اہل ایمان کے دلوں میں عزیز ہو جاتا ہے۔

السادسة: ان لا يقطع الشهادة على احد من الخلق من اهل القبلة بشرك ولا كفر ولا نفاق فانه اقرب للرحمة و هى تمام السنة وابعد . . ."

چھٹی خصلت یہ ہے کہ اہل قبلہ سے کسی پر یقین کے ساتھ کفر و شرک اور نفاق پر گواہی نہ دے کیونکہ اہل قبلہ کی عدم تکفیر مخلوق پر رحمت و شفقت کے زیادہ قریب ہے اور درجہ علیاء کے حصول کا سبب ہے اور یہ خصلت اتباع سنت کا کمال ہے اور اللہ کے علم میں دخل دینے اور اس کے غضب سے بہت زیادہ دور رکھتی ہے اور اللہ عزوجل کی رضا و رحمت کے بہت زیادہ قریب ہے اور یہ خصلت اللہ تک رسائی کے لئے بہت بڑا دروازہ ہے، اور اس کا نتیجہ مخلوق پر مہربانی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

السابعة: يجتنب النظر الى شيىءٍ من المعاصى ظاهر اوباطناً و يكف عنها جوارحه ذالك من اسرع الاعمال ثواباً فى القلب والجورح . . . ."

ساتویں خصلت یہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہر و باطن میں گناہوں کی طرف میلان سے بچتا رہے اور اپنے اعضاء و جوارح کو معاصی سے روکے رکھے، کیونکہ اس خصلت کی موجودگی میں بندے کو بہت جلد قلب و جوارح میں اعمال کا ثواب ملتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اجر پاتا ہے اور خیرِ آخرت بھی ذخیرہ کی جاتی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہم پر احسان کرتے ہوئے ہمیں ان خصلتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں سے خواہشات کو نکال دے۔ لعنت کے معنی رحمت حق سے دوری کے ہیں، کفر پر یقینی موت کے بغیر اس کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ بددعا نہ کرے کیونکہ اس سے قطع رحمی اور اسلامی حقوق کا ترک لازم آتا ہے۔

الثامنة: ان يجتنب ان يجعل على احد مين الخلق منه مؤنة

Marfat.com

صغيرة ولا كبيرةً بل يرفع مؤنته عن الخلق اجمعين مما احتاج اليه واستغنى عنه فان ذالك تمام . ."

آٹھویں خصلت یہ ہے کہ کسی آدمی پر کم یا زیادہ بوجھ ڈالنے سے احتراز کرے بلکہ اپنا بوجھ تمام مخلوق سے اٹھا لے خواہ اسے اس کی احتیاج ہو یا نہ ہو، کیونکہ یہ خصلت عابدین کی عزت کا کمال اور متقین کا شرف ہے اس خصلت کی وجہ سے عزت و ہیبت حاصل ہونے کی وجہ سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر قوت پاتا ہے اس شخص کے نزدیک تمام لوگ اغنیاء وفقراء ایک جیسے ہو جاتے ہیں، جب مومن اس خصلت پر راسخ ہو جاتا ہے تو اسے غنا، یقین اور وثوق باللہ کی منزل پر منتقل کر دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو اس خواہش سے بلند نہیں کرتا، پھر اس مومن کے نزدیک حق کہنے میں تمام مخلوق برابر ہو جاتی ہے اور یقین کر لینا چاہیے اس دروازے میں داخل ہونا مسلمانوں کی عزت اور متقین کے شرف کا سبب ہے اور یہ اخلاص تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ ہے۔

التاسعه: ينبغى له ان يقطع طمعه من الادميين ولا يطمع نفسه فيما ايديهم فانه العز الاكبر و الغنى الخالص و الملك العظيم والفخر الجليل . . . . . ."

نویں خصلت یہ ہے کہ سالک لوگوں سے حرص وطمع ختم کر دے اور ان کے ہاتھوں میں جو چیز موجود ہے نفس کو اس کے لالچ سے بچائے، کیونکہ یہ خصلت بڑی عزت، خالص، ملک عظیم، فخر جلیل، یقین صافی، شرک اور غیر پر اعتماد کی بیماری سے نجات دہندہ اور خالص توکل ہے اور وثوق باللہ اور زہد کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اسی کی وجہ سے تقویٰ کی دولت ملتی ہے اور عبادات کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ ان لوگوں کی علامت ہے جو سب رشتے توڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہیں۔

العاشره: التواضع لان بها يشيّد محل العابد و يعلو منزله ويستكمل العز الرفعة عند الله سبحانه و عند الخلق و بقدر على ما يريد . . . . ."

Marfat.com

دسویں خصلت تواضع ہے۔ اس خصلت کی وجہ سے عابد کا محل آراستہ اور خوبصورت ہوتا ہے اور اس کا مقام بلند ہوتا ہے، عنداللہ اور عندالناس اس کی عزت بڑھتی ہے اور مراتب بلند ہوتے ہیں اور دنیا اور آخرت کی جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس پر قادر ہو جاتا ہے۔ سب اطاعتوں کی اصل، ان کی فرع اور ان کا کمال یہی خصلت ہے۔ اسی کے ذریعے بندہ صالحین کے مقامات حاصل کرتا ہے جو تنگی و آسانی کی حالت میں اللہ سے خوش رہتے ہیں اور صفت تواضع ہی کمالِ تقویٰ ہے۔ تواضع کی ایک علامت یہ ہے کہ آدمی جس سے ملے اس کو اپنی ذات سے بڑا سمجھے اور کہے شاید یہ شخص اللہ کے نزدیک مجھ سے بہتر اور مرتبے میں مجھ سے بڑا ہو۔ اگر ملنے والا چھوٹا ہے تو کہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی اور میں نافرمانی کا مرتکب ہوا ہوں، اس لیے یہ مجھ سے بہتر ہے۔ اگر ملنے والا عمر میں بڑا ہے تو کہے کہ اس نے مجھ سے پہلے رب کی عبادت کی ہے، اور اگر ملنے والا عالم ہے تو کہے کہ اسے وہ چیز عطا کی گئی ہے جس تک میری رسائی نہیں اور اس نے وہ کچھ پایا ہے جو میں نہیں پا سکا، اور اسے وہ علم ہے جو مجھے نہیں اور وہ علم کے ساتھ عمل بھی کرتا ہے۔ اگر ملنے والا جاہل ہے تو کہے کہ اس نے تو نادانی میں اللہ کی نافرمانی کی ہے اور میں جانتے بوجھتے جرم کا مرتکب ہوا ہوں اور مجھے یہ علم نہیں کہ میرا انجام کیسا ہوگا اور اس کا خاتمہ کس حال میں ہوگا اور اگر ملنے والا کافر ہے تو کہے ممکن ہے اسے دولتِ ایمان نصیب ہو جائے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو جائے اور ممکن ہے کہ میں کافر ہو جاؤں اور میرا خاتمہ برے حال میں ہو۔ یہ دوسروں پر شفقت اور اپنے نفس پر خوب کا باب ہے اور یہ چیز مصاحبت کے زیادہ لائق ہے اور یہ آخری چیز ہے جس کا اثر بندوں پر زیادہ رہے گا۔ جب بندہ صفتِ تواضع سے متصف ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے نفسانی اور اچانک پہنچنے والے شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھے گا اور اس سے اللہ کے خیر خواہ اور حقوقِ اللہ کے ادا کرنے والے کے مقام عطا کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ دوستوں میں ہو جائے گا اور اللہ کا دشمن یعنی ابلیس کے دشمنوں سے ہوگا۔ تواضع رحمت کا دروازہ ہے اس کے ساتھ تکبیر کا دروازہ ٹوٹ جاتا ہے اور خود پسندی کی رسی کٹ جاتی ہے اور اس سے دین و

Marfat.com

دنیا اور آخرت میں بندے کے نفس کی بڑائی کا درجہ گھٹ جاتا ہے۔ تواضع عبادت کا مغز ہے۔ زہاد و عباد کی انتہائی بزرگی پر دلالت کرتی ہے۔ کوئی چیز اس سے افضل نہیں ہے اس خصلت کے ساتھ انسان کی زبان اہل علم کے ذکر اور بے فائدہ باتوں سے رک جاتی ہے اس کے بغیر بندے کا کوئی عمل پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا، یہ خصلت تمام احوال میں کینہ، تکبر اور حد سے گزر جانے کی خواہش میں اس کی زبان، اس کا چاہنا اور اس کا کلام کرنا ظاہر و باطن میں ایک ہو جاتا ہے اور پوری مخلوق کی خیر خواہی اور حقوق کی ادائیگی میں سے ایک ہو جاتی ہے۔ وہ مخلوق خدا میں سے کسی کو مصلحت و نصیحت کے بغیر سرزنش نہیں کرتا۔ وہ اسے پسند نہیں کرتا کہ اس کے سامنے کسی کا برائی سے ذکر کیا جائے اس سے اس کا دل راحت نہیں پاتا بلکہ رنجیدہ ہوتا ہے اور یہ صفتِ غیبت عابدوں کے لئے آفت اور زاہدوں اور اطاعت گزاروں کے حق میں ہلاکت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جس کی زبان اور دل کی حفاظت فرمائے وہی بچتا ہے۔ (17)

Marfat.com

حضرت شیخ خواجہ معین الدین حسن سجزی چشتی
(537ھ-634)

اللہ کریم نے نہ صرف دین حق کی حفاظت کا بلکہ اس کے ابلاغ کا بھی ایک طرح سے خود ہی ذمہ لیا ہے۔ جس کے لیے اس نے وصال نبوی کے بعد ہر عہد اور ہر خطہ میں ایسے ایسے رجال پیدا کیے ہیں کہ جنہوں نے اپنی فکری و عملی، روحانی و ایمانی، مالی و جسمانی استعداد کے مطابق دین کے پرچار کا کما حقہ فریضہ باحسن خوبی سرانجام دیا۔ ہندوستان میں فریضہ ابلاغ دین کے لیے اللہ کریم نے بڑے بڑے عالی کردار اور روشن ضمیر انسانوں کو منتخب فرمایا انھی میں ایک نمایاں ترین ہستی حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی کی ہے۔ ذیل میں آپ کا نسب، ولادت، ابتدائی حالات آپ کی ہندوستان آمد اور افکار کو پیش کیا جارہا ہے۔

حضرت خواجہ کا نام نسب کچھ یوں ہے:

"خواجہ معین الدین حسن بن سیّد غیاث الدین حسن بن سیّد احمد حسن بن سیّد طاہر حسن بن سیّد عبدالعزیز سیّد ابراہیم بن امام موسیٰ علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امیر المومنین علی بن ابی طالب"(18)

ولادت

حضرت خواجہ معین الدین کی ولات باسعادت ماہ رجب المرجب 537 ہجری میں

Marfat.com

ایران کے صوبہ سجستان کے قریہ سجز میں ہوئی"۔(19)

حضرت خواجہ کے حوالے سے کئی کتب میں "سجزی" کی بجائے "سنجری" مرقوم ہے جو درست نہیں غالباً کتابت کی غلطی کی وجہ سے "سجز" کو "سنجر" لکھا پڑھا گیا ہے۔

ابتدائی حالات

حضرت خواجہ کے والد محترم کا باغ تھا جو ذریعہ معاش تھا حضرت اپنے والد محترم کے ساتھ ابتداء وہی وقت گزارتے اور حسن تربیت سے بہرور ہوتے رہے جب آپ کی عمر مبارک پندرہ برس ہوئی تو آپ کے والد صاحب حضرت سیّد غیاث الدین کا وصال ہو گیا۔ والد گرامی کے وصال کے بعد حضرت خواجہ نے باغ سنبھال لیا یہی آپ کا ذریعہ آمدن تھا ایک دن وہاں ایک مجذوب جن کا نام ابراہیم تھا باغ میں تشریف لائے حضرت خواجہ نے ان کو نہایت تکریم کے ساتھ بیٹھایا اور انگور پیش کیے اور ان کے سامنے ادب کے ساتھ بیٹھ گئے اس بزرگ نے اپنی جیب سے کھانے کی کوئی چیز نکالی ور چبا کر حضرت خواجہ کو کھانے کے لیے دی حضرت خواجہ نے وہ لی اور اس کو کھالیا کھاتے ہی آپ کی طبیعت میں تغیر آ گیا اور چند روز میں مال و باغ وغیرہ تقسیم کر کے علوم ظاہری و باطنی کے حصول کے لیے گھر سے نکل پڑے۔(20)

حضرت خواجہ کے اسفار:

معاملات دنیوی کا آپ نے وقتی طور پر انقطاع کیا اور علوم دینیہ میں کمال کے حصول کے لیے آپ نے سمرقند، بخارا کی درس گاہوں میں اس زمانے کے ممتاز علماء سے علوم کی تحصیل کی وہاں سے آپ عراق کی جانب تشریف لے گئے عراق جاتے ہوئے قصبہ ہَرون جو نیشاپور کے نواح میں ہے وہاں آپ کی ملاقات حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے ہوئی آپ نے ڈھائی برس تک ان کے ساتھ رہ کر اکتساب فیض کیا حضرت خواجہ عثمان ہارونی آپ پر خصوصی توجہ فرماتے رہے اپنے شیخ حضرت خواجہ عثمان کی معیت کے علاوہ حضرت خواجہ غریب نواز بغداد تشریف لائے اور وہاں حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی کی

Marfat.com

صحبت میں پانچ ماہ سات دن رہے۔ وہاں سے آپ شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروری کی صحبت میں چلے گئے اور ان سے اکتساب کیا بغداد سے آپ ہمدان پہنچے وہاں شیخ یوسف ہمدانی جو اس وقت بہت بڑے بزرگ تھے ان کی صحبت سے مستفید ہوئے وہاں سے تبریز میں شیخ ابوسعید تبریزی کی صحبت حاصل کی۔ تبریز سے آپ خرقان تشریف لائے اور وہاں ابوالحسن خرقانی کے مزار پر کچھ عرصہ رہ کر فیض حاصل کیا دو سال اس علاقے میں رہنے کے بعد آپ استرآباد تشریف لائے اور وہاں شیخ ناصر الدین استرآبادی کی صحبت کا فیض حاصل کیا شیخ ناصر الدین عظیم القدر مشائخ میں سے تھے جن کی عمر اس وقت ایک سو سات سال تھی اور جو دو تین واسطوں سے حضرت خواجہ بایزید بسطامی سے نسبت رکھتے تھے نیز اس کے علاوہ شیخ ناصر الدین نے شیخ ابوالحسن خرقانی اور شیخ ابوسعید الخیر کی صحبت بھی پائی تھی۔ استرآباد سے حضرت خواجہ معین الدین ہرات تشریف لے آئے اور کافی عرصہ یہاں رہ کر مشائخ کی سنگتوں میں رہ کر فیض حاصل کرتے رہے یہاں آپ کا قیام شیخ عبداللہ انصاری کے مزار مبارک پر تھا ساری ساری رات عبادت میں مشغول رہتے اکثر عشاء کی نماز کے وضو سے نماز فجر ادا کرتے یہاں سے آپ سبزوار سے ہوتے ہوئے جہاں آپ نے وہاں کے حاکم یادگار محمد کو ظلم و جور سے توبہ کروائی اور پھر صالح مومن بنایا یہاں سے آپ بلخ تشریف لائے وہاں کے مشائخ سے ملنے کے بعد آپ فرجام کے مقام پر شیخ احمد خضرویہ کی خانقاہ میں اُن سے محبت کی بنا پر چند ماہ رونق افروز ہوئے یہاں سے آپ غزنی تشریف لائے جہاں آپ کی ملاقات شیخ عبدالواحد جو شیخ نظام الدین ابوالموید کے مرشد تھے سے ہوئی غزنی کے بعد آپ لاہور پہنچے اور حضرت سیّد علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کے مزار مبارک پر چالیس روز رہ کر فیض حاصل کیا لاہور سے آپ دہلی تشریف لے آئے۔(21)

حضرت خواجہ معین الدین نے علوم دینیہ ظاہری و باطنی کا سفر پندرہ (15) برس کی عمر میں شروع کیا اور اکیاون برس کی عمر میں ہندوستان تشریف لائے اور یہاں آپ نے چھیالیس برس دین محمدی کا پھریرا لہرایا تقریباً ستانوے برس کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔

Marfat.com

حضرت خواجہ نے پندرہ برس کی عمر سے لے کر اکیاون برس کی عمر تک تقریبا 36 برس اکتساب فیض کے حصول میں صرف کیے ذیل میں اُن شخصیات ،مقامات اور مزارات کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے جہاں سے آپ نے علمی اور روحانی فیوضات کا نہ صرف حصول کیا بلکہ اس میں کمال دسترس حاصل کی۔

مقامات:

وہ مقامات وعلاقے جہاں حضرت خواجہ تشریف لے گئے وہ یہ ہیں۔ سمرقند، بخارا، نیشاپور، بغداد، تبریز، اوش، اصفہان، سبزوار، استرآباد، غزنہ (غزنی) لاہور، دہلی، اور آخر میں اجمیر تشریف لائے۔

شخصیات:

وہ شخصیات علماء ومشائخ جن سے حضرت خواجہ نے اکتساب فیض کیا ان کے نام حسب ذیل ہیں:

حضرت سیّد غیاث الدین (آپ کے والد ماجد)

حضرت شیخ عثمان ہارونی آپ کے مرشد کریم ہیں۔

حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی،

حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی،

حضرت شیخ ابراہیم مجذوب (یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے باغ میں حضرت خواجہ پر ابتدائی عمر میں تصرف کر کے شریعت وطریقت کی طرف مائل کیا۔

شیخ یوسف ہمدانی،

شیخ ابوسعید تبریزی،

شیخ ناصرالدین استرآبادی،

شیخ عبدالواحد، ان بزرگوں سے حضرت نے اکتساب کیا اس کے علاوہ آپ کی ملاقات شیخ احمد خضرویہ، شیخ نجم الدین کبریٰ اور شیخ شہاب الدین سہروردی سے بھی ہوئی۔

Marfat.com

مزارات:

حضرت خواجہ معین الدین نے جس مزارات پر تھوڑا یا زیادہ عرصہ قیام فرمایا اور وہاں سے روحانی فیوضات سمیٹے ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

مزار شیخ ابوسعید ابوالخیر (تبریز)

مزار شیخ ابوالحسن خرقانی (خرقان)

مزار شیخ عبداللہ انصاری (ہرات)

مزار شیخ سیّد علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش (لاہور)

ان تمام مشائخ وعلماء سے اکتساب فیض، اسفار اور مزارات کی زیارت کے علاوہ آپ کی ذات اقدس جس وجہ سے مرجع خلائق نبی اس کا سب سے بڑا سبب زیارت حرمین شریفین اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری ہے۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں:

حضرت خواجہ اطراف وکناف سے ہوتے ہوئے اور اپنے مرشد کریم سے اذن لے کر جب کعبہ شریف تشریف لے گئے اور پھر وہاں سے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تو آپ پر بڑی نفیس کیفیات کا نزول ہوا آپ پر وجد کی حالت طاری تھی اس عالم میں نہ صرف آپ زیارت جمال مصطفے ﷺ سے بہرہ ور ہوئے بلکہ وہاں سے آپ کو ہند کی طرف آنے کا حکم ملا۔(21)

حضرت خواجہ غریب نواز کی ہندوستان آمد

حضرت خواجہ معین الدین ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں آپ وہ پہلے صوفی ہیں جنہوں نے ہندوستان میں باقاعدہ سلسلہ طریقت کی بنیاد رکھی سلاسل اربعہ میں سے صرف آپ ہی وہ واحد ہستی ہیں جو ہندوستان تشریف لائے اور تقریباً نصف صدی یہاں گزار کر اس دھرتی میں آسودہ خاک ہوئے عمومی طور پر آپ کو سلسلہ چشتیہ کا بانی سمجھا جاتا ہے ہندوستان کی حد تک تو یہ بات درست ہے لیکن اس کے بانی حضرت خواجہ ابو

Marfat.com

اسحاق شامی تھے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی تاریخ مشائخ چشت میں اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی (متوفی:329ھ) پہلے بزرگ ہیں جن کے اسم گرامی کے ساتھ تزکروں میں چشتی لکھا ہوا ملتا ہے حضرت خواجہ ابو اسحاق شام کے رہنے والے تھے اپنے وطن سے چل کر بغداد آئے اور حضرت خواجہ علو دینوری کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے خواجہ دینوری (متوفی: 298ھ) اپنے زمانے کے ممتاز بزرگ تھے دور دور سے عقیدت مند ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اُن کا حال خواجہ فرید الدین عطار نے تذکرۃ الاولیا اور مولانا عبدالرحمٰن جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے.....

جب خواجہ ابو اسحاق اُن کی خانقاہ میں حاضر ہوئے تو پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ عرض کیا ابو اسحاق شامی فرمایا: آج سے لوگ تجھے ابو اسحاق چشتی کہہ کر پکاریں گے اور چشت اور اس کے نواح کے لوگ تجھ سے ہدایت پائیں گے اور ہر وہ شخص جو تیرے سلسلہ ارادت میں داخل ہو گا اس کو قیامت تک چشتی کہہ کر پکارے گے اس کے بعد خواجہ دینوری نے ان کی تذکیہ وارشاد حق کے لیے چشت روانہ کر دیا جہاں ان کی پر خلوص جدوجہد سے ایک عظیم الشان سلسلہ کی داغ بیل پڑی اور چشت بہت جلد ایک زبر دست روحانی نظام بن کر چمک اٹھا(23)"

چشت نام کی وجہ تسمیہ:

"چشت، ہرات کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے جہاں خواجہ ابو اسحاق شامی حضرت خواجہ علو دینوری (دینور، ھمدان اور بغداد کے

Marfat.com

درمیان قہستان میں ایک جگہ ہے) کے حکم پر آ کر آباد ہوئے"(24)

حضرت خواجہ معین الدین کے مرشد کریم خواجہ عثمان ہارونی سلسلہ چشتیہ ہی میں بیعت تھے جنہوں نے حضرت خواجہ کو سلسلہ چشتیہ ہی میں خرقہ خلافت عطا کیا تھا حضرت خواجہ معین لدین 589ھ میں بعمر 51 یا 52 سال ہندوستان تشریف لائے یہاں سب سے پہلے آپ لاہور میں حضرت سیّد علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کے مزار پر مقیم ہو کر فیوضات روحانی سے مستفید ہو کر دہلی روانہ ہوئے اس وقت عمومی طور پر ہندوستان کی کیا حالت تھی؟ اس حوالے سے پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

" گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں ہندوستان کی سماجی حالت حد درجہ تباہ تھی ہر شخص نہ صرف "اسیر امتیاز ماوتو" تھا بلکہ ایک دوسرے سے برسر پیکار تھا اتحاد فکر و عمل کا کہیں دُور دُور نام نہ تھا۔ چھوت چھات نے مدنی زندگی کے سارے سرچشمے مسموم کر دیئے تھے زندگی کی ساری لذتیں اونچی ذات کے لوگوں کے لیے مخصوص تھیں غریب عوام جن مصائب میں مبتلا تھے ان کی دردناک تصویر ابی الریحان البیرونی نے کتاب الہند میں پیش کی ہے زندگی ان کے لیے بوجھ تھی اللہ نے انہیں آدمی بنایا تھا لیکن اس کے بندوں نے انہیں جانوروں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا تھا البیرونی لکھتا ہے "ہندوؤں میں بکثرت ذاتیں ہیں ہم مسلمانوں کا مسلک عام مساوات نیز ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کے مطابق ان سے بالکل جداگانہ ہے اور یہی وہ سب سے بڑی رکاوٹ ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان حائل ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے چھوت چھات کے اس بھیانک ماحول میں اسلام کا نظریہ "توحید" عملی حیثیت میں پیش کیا اور بتایا کہ یہ صرف ایک خیالی چیز نہیں ہے بلکہ زندگی کا ایک ایسا اُصول ہے جس کو تسلیم کرنے کے بعد ذات پات کی سب تفریق بے معنی ہو جاتی ہے یہ ایک زبردست دینی اور سماجی انقلاب کا اعلان تھا ہندوستان کے رہنے والے ہزاروں وہ مظلوم انسان جن کی زبوں حالی اس اعلان کو سن کر دوبارہ زندگی کا کیف محسوس کرنے لگے"۔(25)

لاہور سے مزار داتا گنج بخش پر حاضری کے بعد جب حضرت خواجہ دہلی رونق

Marfat.com

افروز ہوئے تو وہاں کے حکمران اور آپ کے ساتھیوں کے طرز عمل کے حوالے سے کیا حالات وواقعات پیش آئے اس حوالے سے شیخ عبدالرحمٰن چشتی مراۃ الاسرار میں لکھتے ہیں:

"اس وقت دہلی رائے پتھورا چوہان کا پایہ تخت تھا وہ لوگ مسلمانوں سے اس قدر متنفر تھے کہ مسلمان کا منہ دیکھنا گناہ سمجھتے تھے لیکن خواجہ بزرگ اپنی ولایت کی قوت سے دہلی کے اندر داخل ہو گئے آپ کے ساتھ اس وقت چالیس صوفی باصفا تھے آپ چند ماہ دہلی میں رہے سیر العارفین میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگ نے اس جگہ قیام فرمایا تھا جہاں اب شیخ رشید مکی کی قبر ہے ہندوستان کفر کی کان میں رہتے ہوئے آپ کے خدام پانچ وقت اذان دیتے تھے اور نماز با جماعت ہوتی تھی یہ دیکھ کر کفار جلتے تھے انہوں نے آپ کے خدام کو نقصان پہنچانے کی بہت کوشش کی لیکن جوں ہی وہ یہ خیال فاسد لے کر باہر نکلتے ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور مجبور ہو کر رہ جاتے تھے ایک دن ایک سخت دل کافر خنجر بغل میں چھپا کر خواجہ بزرگ (یعنی حضرت معین الدین چشتی) پر ہاتھ صاف کرنے کی غرض سے آیا اور آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے فراست سے اس کا ارادہ معلوم کر لیا اور اس سے فرمایا کہ خنجر کیوں نہیں چلاتے میری گردن حاضر ہے یہ سنتے ہی اس کے جسم میں لرزہ طاری ہو گیا خنجر نکال کر ایک طرف پھینک دیا اور حضرت خواجہ کے قدموں پر گر گیا اس کے بعد اس نے توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔ کتاب کلمات الصادقین میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ کا گزر کفار کے ایک بت کدہ پر ہوا اس وقت سات کافر بت پرستی میں مشغول تھے آپ کا جمال باکمال دیکھتے ہی بے بس ہو گئے اور قدموں میں آ کر گر گئے توبہ کی اور مشرف بہ اسلام ہو گئے آپ نے ان میں سے ہر ایک کو "حمید الدین" کا لقب دیا اور شیخ حمید الدین دہلوی ان سات اشخاص میں سے ہیں جب دہلی میں خاص و عام آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تو وہاں سے آپ نے اجمیر کی راہ اختیار کی"۔(26)

Marfat.com

اجمیر کی وجہ تسمیہ:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں اجمیر کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اجمیر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک ہندو راجہ کا نام جس کہ حکومت حد غزنی تک تھی " آجا"تھا نیز " آجا"ہندی میں آفتاب کو بھی کہتے ہیں اور "میر "ہندی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں ہندوؤں کی تاریخ میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں پہاڑوں پر تعمیر ہونے والی دیواروں میں سب سے پہلے یہی دیوار تعمیر ہوئی جو اجمیر کے پہاڑ کے اوپر ہے"۔(27)

حضرت خواجہ معین الدین کی اجمیر آمد:

حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی مراۃ الاسرار میں حضرت خواجہ کی اجمیر آمد اور وہاں کے حالات وواقعات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

رائے پتھورا اکثر اجمیر رہا کرتا تھا حضرت خواجہ کے کرامات اور خوارق عادت دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا اپنی جاہ وحشمت کی خاطر وہ زبان سے کچھ نہیں کہتا تھا لیکن دل میں وہ ملک ہندوستان کی بادشاہی سے ہاتھ دھو چکا تھا جب اجے پال جوگی حضرت خواجہ کے کمالات وکرامات کا مشاہدہ کر کے اسلام لے آیا اور حضرت خواجہ کا حلقہ بگوش غلام بن گیا تو رائے پتھورا مجبور ہو گیا آپ کے خادمان کو ضرر پہنچانے کے منصوبے بنانے لگا جونہی اس کے دل میں یہ خیال فاسد آتھا وہ نابینا ہو جاتا تھا اور جب اس خیال سے توبہ کرتا تو بینا ہو جاتا اس قسم کی کرامات دیکھنے کے باوجود شرک ظلمت اُس کے دل سے نہ نکل سکی سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کا ایک مرید تھا جسے رائے پتھورا بہت تنگ کرتا تھا اس نے آپ سے مدد کی التجاء کی آپ نے رائے پتھورا کو کہلا بھیجا کہ اس کو مت ستاؤ لیکن رائے پتھورا کا سر غرور وتکبر سے بھرا ہوا تھا باز نہ آیا اور حضرت خواجہ کی شان میں بھی ناشائستہ کلمات منہ سے نکالے جب یہ بات حضرت خواجہ تک پہنچائی گئی تو

Marfat.com

آپ نے فرمایا"پتھورا زندہ گرفتہ بدست لشکر اسلام دادم۔"یعنی پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے میں نے لشکر اسلام کے ہاتھ میں دے دیا) انہی ایام میں سلطان فخر الدین سام عرف شہاب الدین غوری لشکر لے کر غزنی سے ہندوستان پر حملہ آور ہوا پتھورا نے مقابلہ کیا لیکن اللہ کے حکم سے وہ زندہ گرفتار ہو گیا اور مسلمانوں نے اسے قتل کر ڈالا اسی دن سے ہندوستان میں اسلام مستحکم ہو گیا۔(28)

حضرت خواجہ معین الدین اور آپ کے تربیت یافتہ افراد کسی سے نہ لڑتے نہ اُلجھتے نہ برا بھلا کہتے چاروں طرف کفار و مشرکین کی بہتات کے باوجود یہ اللہ کے ولی و محبوب استقامت علی الحق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اعلیٰ کردار و اخلاق کی صورت میں لوگوں کے سامنے اُسوہ حسنہ کے رنگ پیش کر رہے تھے یہی وجہ تھی کہ حضرت خواجہ اور آپ کے رفقاء کے کردار کی وجہ سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے فکری ظلمتوں اور سماج کی چیرہ دستیوں میں گھرے انسانوں کو حضرت خواجہ کی صورت میں ایک مسیحا مل گیا تھا جس کے افکار و کردار میں اُن کے لیے دنیا و عقبیٰ کی آسودگیاں تھیں حضرت خواجہ کی ذات میں اللہ کریم نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی نسبت، محبت اور اطاعت کی وجہ سے وہ کشش رکھ دی تھی کہ ہندوستان کی عظیم کثرت کا ظاہری قبلہ حضرت خواجہ کی ذات ہی تھی آپ کی نگاہ ایسی کیمیا اثر تھی کہ جس پر توجہ کرتے اس کی زندگی میں انقلاب بپا ہو جاتا۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی اس ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

"خواجہ اجمیری کی زندگی بہت سادہ لیکن دل کش تھی ہندوستان کے سب سے بڑے سماجی انقلاب کا یہ بانی ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں ایک پھٹی ہوئی دوتہی (دھوتی) میں لپٹا ہوا رہتا تھا پانچ مثقال سے زیادہ کی روٹی کبھی افطار میں میسر نہ آئی لیکن نظر کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ جس طرف دیکھ لیتے معصیت کے سوت اس کی زندگی میں خشک ہو جاتے رسالہ احوال پیران چشت میں لکھا ہے کہ " نظر شیخ معین الدین بر ہر فاسقے کے افتادے در زماں تائب شدے باز گرد معصیت نگشتے "یعنی شیخ معین الدین کی نظر جس فاسق پر پڑ جاتی وہ تائب ہو جاتا اور پھر کبھی گناہ کے پاس نہ جاتا۔(29)

Marfat.com

حضرت خواجہ کی ازدواجی زندگی:

حضرت خواجہ نے ہندوستان میں آکر نکاح فرمایا آپ نے پہلا نکاح حضرت بی بی امتہ اللہ سے کیا جن سے آپ کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئیں اُن کا نام بی بی حافظہ جمال رکھا گیا دوسرا نکاح آپ نے ایک سیّد زادی بی بی عصمت سے کیا اُن سے آپ کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک شیخ فخر الدین اور دوسرے شیخ حسام الدین، شیخ حسام الدین صغر سنی ہی میں ابدالوں کی صحبت میں چلے گئے اوران کی کوئی اولاد نہ ہوئی جبکہ شیخ فخر الدین اجمیر کے قریب زراعت کا کام کیا کرتے تھے شیخ فخر الدین حضرت خواجہ کے بعد بیس برس زندہ رہے آپ ہی سے حضرت خواجہ کی اولاد کا سلسلہ آگے چلا۔(30)

حضرت خواجہ کا وصال:

حضرت عبدالرحمٰن چشتی حضرت خواجہ کے وصال کے حوالے سے مراۃ الاسرار میں لکھتے ہیں:

"سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ جس رات خواجہ بزرگ (حضرت معین الدین چشتی) نے رحلت فرمائی چند اولیاء اللہ نے حضرت رسالت مآب ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اللہ کے دوست معین الدین سجزی آرہے ہیں ہم ان کے استقبال کو آئے ہیں انتقال کے وقت آپ کی پیشانی پر سبز رنگ کے نور سے یہ لکھا تھا "حبیب اللہ مات فی حب اللہ" (یہ اللہ کا دوست ہے جس نے اللہ کی محبت میں جان دے دی) آپ کا وصال ماہ رجب 634ھ میں ہوا۔ "آفتاب ملک ہند" سے تاریخ وفات نکلتی ہے یہ سلطان شمس الدین التمش کا عہد تھا آپ کا وصال آپ کے حجرہ خاص میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔(31)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے اقوال وتعلیمات:

حضرت خواجہ کی پوری حیات مقدسہ اُسوہ حسنہ کا پیکر اور جمال مصطفےٰ ﷺ کا آئینہ تھی

Marfat.com

کیوں کہ بغیر حسن کردار کے اتنا بڑا انقلاب بپا نہیں ہوسکتا حضرت خواجہ کو "نائب رسول فی الہند" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ کا لقب معین الدین ہے یعنی مددگار دین اسلام کی نشرو اشاعت کے لیے آپ نے برسوں سفر کیے صالحین سے اکتساب کیا آپ کی ذات میں وہ افکار کی پختگی اور کردار کی عمدگی نظر آتی تھی جو اصحاب رسول ﷺ کا شیوہ تھی آپ کا دوسرا لقب "غریب نواز" بھی ہے۔ اس کا مطلب ہے غریبوں کو نوازنے والا، عطاء کرنے والا عام طور پر غریب اُس کو کہتے ہیں جو مال و دولت سے محروم ہو اور جو ایمان کی دولت جو سب سے بڑی دولت ہے اس سے محروم ہو تو اس سے بڑا غریب کون ہوگا؟ حضرت خواجہ نے ظلمت کدہ ہند میں ایمان کی وہ شمع روشن کی کہ جس سے حق عیاں ہو گیا کفر و شرک اور ظلم و ستم کے اندھیرے ختم ہو گئے اور دولت ایمان سے اس خطہ کی بہت بڑی تعداد تونگر ہو گئی کہ جس کی وجہ سے عظمت اسلام کے پھریرے اس خطہ کے طول و عرض پر لہرانے لگے۔ آپ نے نہ صرف خود بنفس نفیس بلکہ اپنے خلفاء حضرت قطب الدین بختیار کاکی، شیخ حمید الدین ناگوری اور پھر ان کے خلفاء حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، شیخ بدر الدین غزنوی وغیرہ اور پھر ان کے خلفاء حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت علی احمد صابر، شیخ بدر الدین اسحاق، شیخ جمال الدین ہانسوی پھر ان کے خلفاء شیخ نصیر الدین چراغ، شیخ حسام الدین و دیگر یہ تمام بزرگان دین و ملت گلستان چشت کے وہ گل سرسبد تھے جنہوں نے حضرت خواجہ معین الدین کے منہج پر اس خطہ کے رہنے والوں کے قلوب کو نور ایمان سے منور کر دیا حضرت خواجہ معین الدین اور آپ کے خلفاء میں عہد مبارک میں لوگ دائرہ اسلام میں اس طرح گروہ در گروہ داخل ہو رہے تھے کہ "جاء الحق وزھق الباطل" کی عملی تفسیر نظر آ رہی تھی اس کی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ حضرت خواجہ کا اخلاص، عشق رسول، اتباع رسول ﷺ اور کردار کی صالحیت جیسے اوصاف سے مزین ہونا تھا ایک مومن کو سالک راہ طریقت، معرفت الٰہی کے جام سے سرشار کرنے کے لیے آپ نے جو اقوال بیان فرمائے ہیں اُن تعلیمات سے خیر اور انسان دوستی و بندگی کا اک جہاں نظر آتا ہے ذیل میں آپ کے اقوال جو آپ کے افکار کا آئینہ ہیں وہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف اخبار الاخیار اور شیخ عبدالرحمٰن چشتی

Marfat.com

کی تصنیف مراۃ الاسرار کے حوالے سے پیش کیے جارہے ہیں۔

حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ چار چیزیں ہیں جو گوہر فقر ہیں اول: درویشی اختیار کرے لیکن تونگر دکھائی دے۔ دوم: بھوکا رہے (یعنی کم کھائے یا صوم اختیار کرے) لیکن سیر دکھائی دے۔ سوم: غمناک ہو لیکن خوش دکھائی دے۔ چہارم: دشمن کے ساتھ دوست ہو کر دکھائے فرماتے کہ بے موت کی زندگی کی قیمت رائی کے دانہ کے برابر بھی نہیں ہے لوگوں نے پوچھا کس طرح؟ فرمایا اس لیے کہ **الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب** (موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتی ہے) اس کے بعد فرمایا کہ دوستی یہ ہے کہ اسے (یعنی اللہ کو) دل سے یاد کرو نہ صرف زبان سے اور سوائے دوست کے کسی چیز کا ذکر نہ کرو۔(32)

صحبت، معرفت، محبت، خدمت خلق اور دیگر کمالات کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

عاشق کا دل محبت کی آگ میں جلتا رہتا ہے، لہٰذا جو کچھ بھی اس دل میں آئیگا جل جائے گا اور نابود ہو جائے گا، کیونکہ آتش محبت سے زیادہ تیزی کسی آگ میں نہیں۔۔۔۔۔۔۔فرمایا۔۔۔۔۔۔۔بہتی ندیوں کا شور سنو، کس طرح شور کرتی ہیں، لیکن جب سمندر میں پہنچتی ہیں بالکل خاموش ہو جاتی ہیں۔

فرمایا۔ میں نے خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے خود سنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے اولیاء بھی ہیں کہ اگر اس دنیا میں ایک لمحہ بھی اس سے حجاب میں آجائیں تو نیست و نابود ہو جائیں۔

فرمایا۔۔ میں نے خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنا ہے، فرماتے تھے کہ جس شخص میں تین باتیں ہو تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے، اول سمندروں جیسی سخاوت، دوم آفتاب جیسی شفقت، سوم، زمین جیسی تواضع۔

فرمایا۔۔ نیک لوگوں کی صحبت نیکی کرنے سے بہتر اور برے لوگوں کو صحبت بدی کرنے سے بدتر ہے۔

Marfat.com

فرمایا۔۔مرید اپنی توبہ میں اس وقت راسخ اور قائم سمجھا جائے گا جب کہ اس کی بائیں طرف والے فرشتہ نے بیس سال تک اس کا ایک بھی گناہ نہ لکھا ہو۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ بات اکابر متقدمین سے بھی منقول ہے اور بعض متاخرین صوفیاء نے اس بات کی حقیقت اس طرح بیان فرمائی ہے کہ مرید کے لئے ہر وقت توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے، اور توبہ واستغفار کے ہوتے ہوئے گناہ نہیں لکھا جاتا یہ مطلب نہیں کہ گناہ اس سے بالکل سرزد ہی نہ ہو، اسی وجہ سے مشائخ کرام اپنے مریدوں کو سوتے وقت استغفار کی تاکید کرتے ہیں تا کہ دن بھر کے وہ گناہ جو ابھی تک رحمت الٰہی کی وجہ سے نہیں لکھے گئے ہیں، کتابت وظہور میں نہ آئیں،

۔۔فرمایا۔۔میں نے خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا، فرماتے تھے کہ انسان مستحق فقر اسوقت ہوتا ہے جب کہ اس عالم فانی میں اس کا کچھ بھی باقی نہ رہے، محبت کی علامت یہ ہے کہ فرمانبردار رہتے ہوئے اس بات سے ڈرتے رہو کہ محبوب تمھیں دوستی سے جدا نہ کردے۔

۔۔فرمایا۔۔عارفوں کا بڑا بلند مقام ہے جب وہ اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو تمام دنیا ومافیہا کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں۔

۔۔فرمایا۔۔عارف وہ ہے کہ جو کچھ چاہے وہ فوراً اس کے سامنے آجائے ،اور جو کچھ بات کرے تو فوراً اس کی جانب سے اس کا جواب سُن لے،

۔۔فرمایا۔۔محبت میں عارف کا کم سے کم مرتبہ یہ ہے کہ صفات حق اس کے اندر پیدا ہو جائیں اور محبت میں عارف کا درجہ کامل یہ ہے کہ اگر کوئی اس کے مقابلہ پر دعوی کر کے آئے تو وہ اپنی قوت کرامت سے اسے گرفتار کرلے۔

۔۔فرمایا۔۔ہم برسوں یہ کام کرتے رہے لیکن آخر میں ہیبت کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آیا، فرمایا، کہ تمہارا کوئی گناہ اتنا نقصان نہیں پہنچائے گا جتنا کسی مسلمان کی بے عزتی کرنے سے پہنچے گا۔

۔۔فرمایا۔۔پاس انفاس اہل معرفت کی عبادت ہے اور معرفت خداوندی کی علامت

Marfat.com

یہ ہے کہ مخلوق سے بھاگے اور معرفت میں خاموش رہے۔

--فرمایا--عارف کو معرفت حاصل نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ معارف کو یاد نہ کرے، اور عارف وہ ہے جو اپنے دل سے غیر اللہ کو نکال باہر کرے تا کہ وہ بھی اسی طرح اکیلا ہو جائے جیسے اس کا محبوب یکتا ہے،

--فرمایا--بدبختی کی علامت یہ ہے کہ گناہ کرتا رہے پھر بھی مقبول بارگاہ ہونیکا امیدوار ہو، اور عارف کی علامت یہ ہے کہ خاموش اور غمگین رہیگا، فرمایا--جس نے بھی نعمت پائی وہ سخاوت کی وجہ سے پائی،

--فرمایا--درویش وہ ہے کہ جس کے پاس جو بھی حاجت لے کر آئے تو اسے خالی ہاتھ اور معدوم واپس نہ کرے اور عارف راہ محبت میں ایسا شخص ہے جو دو عالم سے دل ہٹا لے۔

--فرمایا--اس دنیا میں درویشوں کا درویشوں کے ساتھ بیٹھنا عزیز ترین چیز ہے، اور درویشوں کا درویشوں سے جُدا ہونا بدترین چیز ہے، کیونکہ یہ جدائی علت سے خالی نہیں۔

--فرمایا--درحقیقت متوکل وہ ہے جس کو مخلوق سے تکلیف واذیت حاصل ہو لیکن نہ وہ کسی سے شکایت کرے نہ کسی سے ذکر کرے، اور سب سے بڑا عارف وہ ہے جو سب سے زیادہ حیران ہو،

--فرمایا--عارف کی علامت یہ ہے کہ موت کو پسند کرے، عیش وراحت کو چھوڑ دے اور یاد الٰہی سے اُنس حاصل کرے۔

--فرمایا--جب اللہ تعالیٰ اپنے محبین کو اپنے انوار سے زندہ فرمائے تو یہی رویت ہے،

--فرمایا--اہل محبت وہ ہیں جو استاد کے بغیر دوست کی باتیں سنیں، فرمایا--عارف وہ ہے جو صبح اٹھے تو رات کی یاد اسے نہ آئے، فرمایا--سب سے بہتر وقت وہ ہے جب دل وسوسوں سے پاک ہو،

--فرمایا--علم ایک بے پناہ سمندر ہے اور معرفت اس کی ایک نالی، سو کہاں خدا،

Marfat.com

کہاں بندہ، علم اللہ کے لئے ہے اور معرفت بندہ کے لئے،

۔۔فرمایا۔۔اہل معرفت ایسے آفتاب ہیں جو تمام عالم پر درخشاں ہیں، اور تمام عالم ان کے نور سے روشن ہے،

۔۔فرمایا۔۔لوگ منزل گاہ قرب کے نزدیک صرف اس وقت جا سکتے ہیں جب نماز میں مکمل فرمانبرداری کریں، کیونکہ مومن کی معراج یہی نماز ہے۔(33)

Marfat.com

حضرت شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر سہروردی
(539ھ-632ھ)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی آئمہ تصوف اربعہ میں زمانی اعتبار سے تیسرے نمبر پر ہے۔

نام ونسب

آپ کا نام عمر، کنیت، ابوحفص اور لقب شہاب الدین ہے آپ ماہ شعبان 539 ہجری میں زنجان کے مضافات میں واقع قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب تیرہ (13) اور دوسری راویت کے مطابق 16 واسطوں حضرت ابوبکر صدیق سے جا ملتا ہے جو اس طرح ہے شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بکری المعروف بہ شیخ عمویہ ابن سعد بن حسین بن قاسم بن سعد بن نصر بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق۔(34)

حضرت شیخ شہاب الدین کے چچا محترم حضرت ابونجیب عبدالقاہر سہروری کا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے خاص روحانی وقلبی تعلق وواسطہ تھا وہ ایک دن حضرت شیخ شہاب الدین کو حضرت شیخ عبدالقادر کے پاس لے گئے عرض کیا:

''اس فرزند کو علم الکلام سے بڑا لگاؤ ہے حضرت شیخ عبدالقادر نے حضرت شہاب الدین سے فرمایا کہ علم الکلام میں کون کون سے کتابیں مطالعہ کیں یہ فرما کر اپنا دست مبارک حضرت شہاب الدین کے سینہ پر پھیرا تو اسی دم علم الکلام کے تمام مباحث اور کتابوں کے نام تک آپؒ کے ذہن سے محو ہو گئے اور آپ جواب نہ دے سکے اس وقت حضرت شیخ

Marfat.com

عبدالقادر نے فرمایا: کہ ہم نے تمہارے سینے سے علم الکلام کو محو کر دیا اور اس کے عوض معرفت حق کے علم سے اس کو معمور کر دیا ہے کہ اس کے بعد آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی بارگاہ میں ہمیشہ باریاب ہوتے رہے اور بہت کچھ روحانی فیوض حاصل کیا حضرت شیخ عبدالقادر آپ نے فرمایا کہ "یا عمر انت اخر المشھورین با لعراق "اے عمر! تم عراق کے آخری مشہور انسان ہو۔(35)

حضرت شیخ شہاب الدین کو شروع ہی سے اپنے عم (چچا) محترم حضرت ابو النجیب سہروردی کی سرپرستی حاصل رہی اور آپ نے کم عمری ہی میں بغداد جانا شروع کر دیا تھا آپ نے اپنے عہد کے تمام علوم میں کامل دسترس حاصل کی آپ کے علم فقہ وحدیث میں تبحر کے حوالے سے شمس صدیقی بریلوی لکھتے ہیں:

"حدیث وفقہ میں آپ کے تبحر کا یہ عالم تھا کہ آپ زمانہ کے بلند پایہ فقیہ اور بہترین محدث شمار کئے جاتے تھے حضرت شہاب الدین حدیث اور فقہ میں ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی، شیخ ابوالقاسم بن فضلان، شیخ ابوالمظفر (جن سے آپ نے عوارف المعارف میں اکثر روایات میں سند پیش کی ہے) شیخ معمر بن جاحز اور ابوذرعہ کے شاگرد ہیں علم حدیث میں آپ کے عالی مرتبہ کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ محدث ابن نجار، محدث ابوالغنائم ابن علان، شیخ ابوالعباس اور دوسرے مشاہیر محدثین زمانہ سے آپ سے روایت حدیث کرتے ہیں امام تقی الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں ایسے حضرات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

علوم دینیہ میں آپ کے کمال کا ذکر امام سبکی نے طبقات الشافعیہ میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ کیا ہے اور آپ کے فضائل کمالات ظاہری کے ساتھ ساتھ آپ کے بعض فتاوٰی بھی نقل کیے ہیں جس سے حضرت شہاب الدین کے فقہی تبحر کا پتہ چلتا ہے۔(36)

حضرت شیخ شہاب الدین کے خلفاء

حضرت شیخ جب مسند ورشد وہدایت پر رونق افروز ہوئے تو آپ کی ذات گرامی کا شہرہ نہ صرف عراق بلکہ مصر وشام، حجاز وایران اور جنوبی اشیاء میں ہو چکا تھا بندگان خدا کی

Marfat.com

ایک کثرت آپ سے فیض یاب ہوئی بلکہ ان میں سے کئی ایسے ہوئے جو خود مرجع خلائق بن گئے ذیل میں آپ کے خلفاء کا ذکر کیا جارہا ہے۔

1۔ شیخ نورالدین مبارک غزنوی ان کی وجہ سے شمالی ہندوستان میں سلسلہ سہروردیہ کی اشاعت ہوئی۔

2۔ شیخ ضیاء الدین رملی 3۔ شیخ محمد یحییٰ 4۔ شیخ جلال الدین تبریزی آپ کی وجہ سے بنگال میں سلسلہ سہروردیہ کی اشاعت ہوئی۔

5۔ شیخ مصلح الدین سعدی شہرازی کو بھی آپ سے بیعت اور شرف خلافت حاصل تھی (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ا میں السہر وردی مقالہ میں مرقوم ہے کہ شیخ سعدی نے بوستان میں ان کے متعلق ایک حکایت بھی لکھی ہے)

6۔ حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی، آپ ہندوستان سے باہر تلاش مرشد کے لیے نکلے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس، اور شام کے صلحا وفقرا سے استفادہ کرتے ہوئے بغداد پہنچے اور حضرت شیخ شہاب الدین کی مجلس میں باریابی حاصل کی اور گوہر مقصود پالیا حضرت شیخ شہاب الدین نے کمال مرحمت فرماتے ہوئے صرف تین ہفتوں کی ریاضت کے بعد آپ کو خلافت عطا فرمادی اور ملتان کی طرف مراجعت فرماہونے کا حکم دیا تاکہ برصغیر میں سہروردی سلسلہ کی بنیاد ڈالیں۔(37)

حضرت شیخ شہاب الدین کا وصال

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی 564ھ میں اپنے مرشد کی مسند پر رونق افروز ہوئے اور شب وروز اللہ کی مخلوق کو فیض یاب کرتے رہے 628ھ میں آپ نے آخری حج کا سفر کیا اس سفر میں اہل عراق کی ایک کثیر جماعت آپ کے ساتھ تھی جس نے وقوف عرفات اور طواف میں آپ کی اقتدا کی، اس موقع پر شیخ ابن فارض مصنف قصیدہ تائیہ کو حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ابن فارض کے نبیرہ کا بیان سے جنہوں نے شرح قصیدہ تائیہ پر دیباچہ لکھا ہے وہ اپنے ماموں شیخ کمال الدین محمد پسر ابن فارض سے نقل کرتے ہیں کہ اس موقع پر میرے بھائی عبدالرحمٰن نے والد محترم ابن فارض کی اجازت سے

Marfat.com

اور میرے بھائیوں نے حضرت شیخ سے بیعت کی اور خرقہ پہنا ہمارے علاوہ سینکڑوں افراد آپ سے بیعت ہوئے مولانا عبدالرحمٰن جامی نے شیخ ابن فارض کے سوانح حیات کے تحت نفحات الانس میں بھی اس ملاقات کا ذکر کیا ہے اور یہ اضافہ بھی فرمایا ہے کہ اس ملاقات میں شیخ ابن فارض نے اپنے چند اشعار بھی حضرت شیخ شہاب الدین کو سنائے جس کو سن کر آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نصف صدی سے زائد عرصہ مسند ارشاد پر فائز رہے اور 632ھ میں عباسی عہد میں آپ کا وصال ہوا۔(38)

حضرت شیخ شہاب الدین آئمہ اربعہ تصوف میں سب سے زیادہ صاحب تصنیف و تالیف بزرگ ہیں آپ کے افکار، تعلیمات اور نظریہ کو جانچنے کے لیے وہ کتب جو آپ نے تصنیف فرمائیں ان کے صرف نام ہی سے ایک مکمل ابلاغ ہو جاتا ہے خاص طور پر آپ کی مشہور تصنیف عوارف المعارف تصوف پر شہرہ آفاق کتاب ہے ذیل میں آپ کی تصانیف اور ان کے مضامین کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

جرمنی کے مشہور مستشرق بروکلان نے اپنی کتاب ''تاریخ ادبیات عرب'' میں حضرت شیخ کی اکیس (21) کتب کا ذکر کیا ہے ان میں سے چند مشہور معروف یہ ہیں 1 عوارف المعارف، 2۔ رشف النصائح الایمانیہ وکشف الفضائح الیونانیہ 3۔ کتاب الاوراد 4۔ صفوۃ الصوفیہ فی آداب المریدین 5۔ اعلام الہدیٰ، 6۔ بغیۃ البیان فی تفسیر القرآن، 7۔ جذب القلوب الی مواصلۃ المحبوب 8۔ کتاب الوصایا، 9۔ الرحیق المختوم لذوی العقول والفہوم 10۔ مقامات العارفین، 11۔ اسرار العارفین فی سیر الطالبین 12۔ الرسالہ فی اعتقاد الحکماء، 13۔ الرسالہ فی الفقر، اس کے علاوہ آپ کے عربی فارسی میں تصوف کے موضوع پر اشعار بھی ملتے ہیں۔ ابن خلکان، مولانا جامی نے نفحات الانس امین احمد رازی، نے ہفت اقلیم اور آپ کے عربی اشعار کا انگریزی ترجمہ ڈی سیلن نے اپنی کتاب بائیوگرافیکل ڈکشنری میں کیا ہے۔(39)

حضرت شیخ کی ان کتب میں سے چند ایک ابھی بھی محفوظ صورت میں دنیا کی مختلف

Marfat.com

لائبریوں میں موجود ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ صفوۃ االصوفیہ فی آداب المریدین کے قلمی نسخے رام پوراور بانکی پور کے کتب خانوں میں موجود ہیں، اعلام الہدیٰ وعقیدہ اربارب التقی ،اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن اور بانکی پور پٹنہ کے کتب خانہ مشرقیہ میں محفوظ ہے۔

کتاب الوصایا کا قلمی نسخہ برلن (جرمنی) میں موجود ہے الرحیق المختوم لزوالعقول و الفہوم اس کا قلمی نسخہ برلن اور کتب خانہ آصفیہ میں کتاب الیضاح اسرارالعلوم کے مخطوط کے آخر میں اس کا مخطوطہ شامل ہے۔ مقامات العارفین اس کتاب کا قلمی نسخہ برلن (جرمنی) میں محفوظ ہے الرسالہ فی العتقاد الحکماء کا قلمی نسخہ پیرس کے کتب خانہ میں محفوظ ہے الرسالہ فی الفقرابھی تک غیر مطبوعہ ہے اس کا قلمی نسخہ بانکی بور (پٹنہ) یونیورسٹی لائبریری طیوبین کے کتب خانوں میں موجود ہے آپ کی تفسیر بغیتہ البیان فی تفسیر القرآن کا مخطوط مصر کے کتب خانہ فریویہ میں محفوظ ہے حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس کا ذکر کیا ہے۔(40)

حضرت کی تمام تصانیف ہی ایک خاص مقام رکھتی ہیں لیکن ان سب میں مقبولیت عام عوارف المعارف کو حاصل ہوئی۔ اس کے اثرات وفیوضات اوراکابرین صوفیاء کی اس کے بارے میں آراء کا کچھ ذکر کیا جارہا ہے۔

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی نے عوارف کا درس اپنے پیرومرشد حضرت صاحب تصنیف ہی سے حاصل کیاور پھر آگے پڑھایااس درس کوآپ کے سجادہ نشین حضرات نے جاری رکھا۔

فوائدالفواد میں درج ہے کہ کہ ایک روز حضرت خواجہ نظام الدین کی محفل میں حضرت شیخ شہاب الدین کی تصنیف عوارف المعارف کا تذکرہ چلا حضرت شیخ نظام الدین نے فرمایا کہ حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر عوارف المعارف کو بڑی عمدگی سے پڑھایا کرتے تھے جس نے پانچ باب عوارف المعارف کے حضرت شیخ ہی سے پڑھے۔ آپ جو مطالب بیان فرماتے تھے وہ کسی دوسرے سے سننے میں نہیں آئے ان کے بیان کی لذت سے مجھ پر ایک اعلیٰ کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور مجھے خیال ہوا کرتا تھا کہ اگر اسی حالت میں موت آ

Marfat.com

جائے تو کتنا اچھا ہے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروری نے مدینہ منورہ میں حضرت شیخ شہاب الدین کے مرید خاص شیخ شرف الدین محمود تستری سے عوارف المعارف کے درس کی تجدید کی اور وہاں سے آکر ہندوستان میں سالہا سال اس کے درس میں مشغول رہے شیخ جمال الدین محدث اوچ شریف میں عوارف المعارف کا درس دیا کرتے تھے۔

مخدوم جہانیاں سیّد جلال الدین بخاری سہروردی فرمایا کرتے تھے کہ کسی شخص کا کوئی پیرومرشد نہ ہو اور وہ عوارف المعارف کو پڑھے اور اس پر عمل کرے تو بلاشبہ ولی ہو جائے گا۔(41)

معروف محقق ومترجم ومقدمہ نگار جناب شمس صدیقی بریلوی مقدمہ عوارف المعارف میں اس کتاب کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

عہد اکبر میں حضرت مجدد الف ثانی کے والد محترم مخدوم حضرت عبدالاحد سرہندی جو ایک صاحب حال متبحر تھے ان کو نفحات سے خاص لگاؤ تھے اور انہوں نے تصوف کی کتب فصوص الحکم، فتوحات مکیہ، عوارف المعارف کا بڑا گہرا مطالعہ کیا حضرت مخدوم عبدالاحد اور جن کتب تصوف کا درس دیا کرتے تھے ان میں عوارف المعارف بھی شامل تھی حضرت مجدد الف ثانی نے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد بزرگ وار سے اولاً کی تھی اس لیے خیال ہوتا ہے کہ آپ نے عوارف المعارف کا درس بھی ان سے لیا تھا آپ کا مختصر الرسالہ تعلیقات عوارف المعارف اس پر شاہد ہے افسوس کہ آپ کا یہ رسالہ زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا۔(42)

حضرت شیخ شہاب الدین کی تصنیف عوارف المعارف جو تصوف کی اولین کتب میں سے ہے اور ارباب تصوف کے ہاں مقبول ومعروف رہی ہے اس کتاب کے مضامین اور مباحث ہی حضرت شیخ کی انسانی زندگی کو سنوارنے، اس کو اس کا مقصد حیات یاد دلانے، اور رجوع الی اللہ وتعلق باللہ کا خلاصہ ہیں جیسا کہ اوپر مشائخ کے حوالوں سے ذکر کیا گیا کہ اس کتاب کی صحیح متابعت ہی سے بندہ ولی بن سکتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اساس دین، حقائق حیات اور مقاصد شرعیہ ہی کے مطابق تحریر کی گئی ہے۔

شمس بریلوی عوارف المعارف کے نفس مضمون کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

Marfat.com

''عوارف المعارف تصوف یعنی کلمہ صوفی ، تصوف کی حقیقت تصوف کے مقامات واحوال پر مشتمل ہے حضرت شیخ نے جس عنوان پر بھی شروع کیا ہے اس پر نص قرآنی اور احادیث نبوی پیش کی ہیں اس طرح انہوں نے ان تمام اعتراضات کو رفع کر دیا ہے کہ ''تصوف'' کوئی غیر اسلامی چیز ہے انہوں نے بڑے قوی دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ اگر شریعت روح ہے تو طریقت جسم ہے اور اگر طریقت روح ہے تو شریعت اس کا جسم ہے انہوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ شریعت اور طریقت میں مابین کوئی تعارض نہیں ہے۔ بلکہ طریقت نام ہے کامل اتباع شریعت کا، حدود شرعیہ میں رہ کر کامل تصفیہ باطن اور تزکیہ نفس سے اس منزل پر قدم رکھا جا سکتا ہے''۔(43)

Marfat.com

حضرت شیخ بہاءالدین محمد بن محمد بخاری نقش بندی

(717ھ-791ھ)

آئمہ اربعہ فی التصوف کے سلاسل میں زمانی ترتیب کے اعتبار سے حضرت خواجہ نقش بند آٹھویں صدی ہجری میں متولد ہوئے۔آپ سلسلہ نقش بندیہ کے بانی ہیں آپ سے قبل یہ سلسلہ مختلف ناموں سے پہنچانا جاتا تھا ذیل میں آپ کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

ولادت:

آپ کا نام محمد بن محمد ہے بہاءالدین آپ کا لقب ہے آپ کی ولادت چار محرم الحرام 717ھ کو قصر عارفاں میں ہوئی جو شہر بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے پیدائش سے قبل اس عہد کے عظیم صوفی بزرگ حضرت خواجہ بابا محمد سماسی نے آپ کی ولادت کی خوش خبری دی تھی۔(44)

نقش بند کا معنی:

لفظ نقش بند کی تعریف اس میں کئی اقوال ہیں۔اس کے لفظی معنی ہیں مصور،تشریحی معنی ہیں علم الٰہی کی لاثانی تصویر کھینچنے والا یا زیادہ صوفیانہ طرز میں (تعریف ہے) ''اپنے دل میں کمال حقیقی کا نقش رکھنے والا''۔(45)

تعلیم وتربیت:

حضرت خواجہ بہاءالدین نقش بند کو اٹھارہ برس کی عمر میں بابا محمد سماسی سے تصوف کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے سماس بھیجا گیا (یہ گاؤں رمیش سے ایک میل اور بخارا سے تین

Marfat.com

میل کے فاصلے پر واقع ہے) حضرت بابا سماسی کی وفات کے بعد حضرت خواجہ سمرقند چلے گئے اور پھر وہاں سے بخارا جہاں آپ نے شادی کی اور وہاں سے اپنے آبائی گاؤں میں واپس چلے آئے اور بعد ازاں وہ نسف گئے جہاں انہوں نے حضرت بابا سماسی کے خلیفہ حضرت امیر کلال کی زیر ہدایت اپنی تعلیم کو جاری رکھا اس کے بعد وہ کچھ عرصہ تک بخارا کے قریب دو گاؤں میں رہے جن کے نام زورتون اور انبکتہ بتائے جاتے ہیں اس کے بعد سات سال تک حضرت امیر کلال کے خلیفہ عارف الدیک کرانی سے تعلیم حاصل کی۔(46)

حضرت خواجہ نقش بند نے ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد مذکورہ بالا بزرگوں سے تقریبا بارہ برس تعلیم حاصل کی لیکن شاید ابھی روحانی ارتقاء کا سلسلہ جاری تھا اور آپ کی روحانی تربیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی نے کی اس ضمن میں آپ خود فرماتے ہیں:

جذب کے آغاز حال میں ایک رات بخارا کے تین متبرک مزاروں پر پہنچا ہر مزار پر میں نے چراغ مدھم روشن پائے چراغ دان میں پورا روغن اور فتیلہ (بتی) موجود تھا لیکن بتی اچھی طرح چراغ سے باہر نہیں تھی کہ خوب روشنی ہو سکے آخری مزار پر میں قبلہ رو ہو کر بیٹھ گیا اور میں نے توجہ شروع کی۔ غیبی توجہ ہوئی اور میں نے دیکھا کہ قبلہ کی طرف دیوار شق ہوئی اور ایک بڑا تخت نمودار ہوا ایک سبز پردہ اس کے آگے پڑا ہوا تھا اور اس کے اردگرد کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے میں نے خواجہ محمد بابا (سماسی) کو اس جماعت کے درمیان بیٹھا ہوا پایا میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا مجھے فوراً خیال آیا کہ آپ تو انتقال کر چکے ہیں اس جماعت کے ایک فرد نے مجھ سے کہا کہ تخت پر خواجہ عبدالخالق بیٹھے ہیں اور یہ جماعت ان کی خلفا کی ہے اور ہر ایک کی طرف اشارہ کر کے (ان کا تعارف کروا کے) مجھے بتایا خواجہ احمد صدیق، خواجہ اولیائے کلاں، خواجہ عارف ریوگری، خواجہ محمود الخیر فغنوی اور خواجہ علی رامیتنی قدس اللہ تعالیٰ ارواحھم (یہ تمام اکابرین نقش بند ہیں) میں سے ہر ایک کو بتایا جب خواجہ محمد بابا (سماسی) تک تعارف کا سلسلہ پہنچا تو کہا کہ تم نے ان کو زندگی میں تو دیکھ لیا ہے یہ تمھارے شیخ ہیں انہوں نے تم کو بھی مرحمت فرمائی تھی اور تم کو وہ بزرگی عطا کر دی ہے کہ ہر نازل شدہ بلا تمہاری برکت سے رفع ہو گی (اس موقع پر) مشائخ کی ایک جماعت نے مجھ سے کہا کہ

Marfat.com

خوب اچھی طرح سن لواور غور کرو کہ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ عبدالخالق غجدوانی) وہ کلام فرمائیں گے جن سے تم کو راہ سلوک میں سابقہ پڑے گا میں نے اس جماعت سے درخواست کی کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں حضرت خواجہ کی خدمت میں سلام پیش کر سکوں اوران کے جمال مبارک سے اپنی آنکھوں کومنور کروں تب ان حضرات نے وہ حائل پردہ اُٹھادیا میں نے دیکھا ایک نورانی بزرگ رونق افروز ہیں میں نے سلام پیش کیا انہوں نے شفقت کے ساتھ جواب مرحمت فرمایا اوراس وقت سلوک وطریقت کی وہ باتیں بیان فرمائیں جوراہ طریقت کی ابتداء، وسط اورمرتبہ آخر سے تعلق رکھتی تھیں اورفرمایا کہ وہ چراغ جوتم کودکھائے گئے اس بات کی طرف اشارہ تھے کہ تم اس راہ پر چلنے کی استعداداور قابلیت رکھتے ہولیکن استعداد کی احتیاج ہے تا کہ خوب روشنی ہوجائے اورابرار کا ظہور ہو پھر مجھ سے باصرار فرمایا کہ ہر وقت میں اپنا قدم امرونہی، عمل وعزیمت اور سنت پر رکھوں فتنوں اور بدعتوں سے دوررہوں ہمیشہ حدیث مصطفوی ﷺ کواپنا رہنما بناؤں اوراخبار رسول اکرم ﷺ وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تلاش میں رہوں تا کہ ان پرعمل کیا جاسکے جب یہ تمام باتیں ہو چکی تو اس جماعت کے اصحاب نے مجھ سے کہا کہ تمہارے صدق کا حال شائد یہ ہوگا کہ کل صبح دم فلاں جگہ جانا اورفلاں کام کرنا اس کے بعد تم شہر نسف میں امیر سیّد کلال کی خدمت میں حاضر ہونا چنانچہ میں نے اس پرعمل کیا حضرت امیر سیّد کلال نے مجھ پر بے حد مہربانی فرمائی۔(47)

حضرت خواجہ بہاءالدین نقش بند ظاہری وباطنی تعلیم وتزکیہ کے بعد جب مسند رشد و ارشاد پر رونق افروز ہوتے ہیں تو آپ کی ایک نرالی شان نظر آتی ہے آپ نے کم وبیش تین دہائیاں بندگان خدا کوفیض یاب کرنے اوران کی صلاح وفلاح کے لیے جہد مسلسل فرمائی لیکن اس سے بھی قبل آپ سماجی طور پر پر ہر طرح کے ایسے معاملے میں مصروف نظر آتے ہیں کہ شاید وہ بھی راہ طریقت کی ایک جہت نظر آتی ہے اس ضمن میں اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں مرقوم ہے کہ:

فراغت تعلیم کے بعد حضرت شیخ نقش بند نے سلطان خلیل کے پاس بارہ سال

Marfat.com

ملازمت کی (جس کا دارالحکومت سمرقند تھا) اس بادشاہ کے زوال کے بعد آپ زورتون واپس آئے جہاں سات سال خدمت خلق اور جانوروں کی دیکھ بھال اور آئندہ سات سال راستوں کی مرمت کرنے میں صرف کیے۔(48)

خاندانی پس منظر اور وجاہت کے اعتبار سے یہ کام حضرت خواجہ نقش بند کے شایان شان بظاہر نظر نہیں آتے لیکن تربیت نفس، انسانی حقوق کی پاسداری اور اُسوۂ حسنہ کے عجز کی کیفیات کو اپنے اوپر طاری کرنے کے لیے اس طرح کے معاملات کرنا اصفیاء کا معمول رہا ہے بالخصوص جن کا تعلق مخلوقات کی خدمت اور بہتری سے ہو۔ اس ضمن میں پروفیسر علامہ نور بخش توکلی لکھتے ہیں:

حضرت خواجہ نقش بند فقیر تھے اور ہمیشہ فقر کی تائید کیا کرتے تھے فرماتے تھے: کہ ہم نے جو کچھ پایا ہے صحبت فقر سے پایا ہے ہر چیز بالخصوص طعام میں حلال کی رعایت اور شبہات سے اجتناب میں نہایت احتیاط فرمایا کرتے تھے اپنی مجلس میں ہمیشہ اس حدیث نبوی کو بیان فرمایا کرتے تھے: ''ان العبادة عشرة اجزء تسعة منها طلب الحلال و جزواحد منها سائر لعبادات ''عبادت کے دس اجزاء ہیں جس میں سے نو طلب حلال ہیں اور ان میں سے ایک باقی عبادات ہیں۔ باوجود کمال فقر کے آپ میں ایثار اعلیٰ درجہ کا تھا جو شخص آپ کی خدمت میں ہدیہ لاتا اتباع سنت کے طور پر اس قدر یا زیادہ اس کے ساتھ احسان کرتے اگر کوئی دوست یا مہمان آپ کے در دولت پر آتا جب شام ہوتی کھانا جس میں کچھ تکلف ہوتا لاتے اور اس کے آگے رکھ دیتے اور ایک طرف چراغ رکھ دیتے تا کہ وہ کھانا کھالے اگر وہ سو جاتا اور ہوا سرد ہوتی تو خواہ گھر میں فقط ایک کپڑا ہوتا تو اس مہمان پر ڈال دیتے آپ کا گزار (ذریعہ معاش) از زراعت سے تھا ہر سال کچھ جو اور کچھ ماش بوتے بیج، زمین اور بیلوں سے کام لینے میں بڑی احتیاط کیا کرتے اکابر علماء جو حاضر خدمت ہوتے آپ کا طعام بطور تبرک کھایا کرتے شہر میں آپ کا کوئی مکان ملکیتی نہ تھا بطور عاریت رہا کرتے آپ کے ہاں کوئی خادم یا خادمہ نہ تھی جب وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا ''بندگی با خواجگی راست نمے آید'' یعنی بندگی کے ساتھ خواجگی (بڑا امیر وغیرہ ہونا) اچھا

Marfat.com

نہیں۔(49)

حضرت خواجہ نقش بند روزی کمانے اور کسب حلال کے بارے میں بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے علامہ نور بخش توکلی لکھتے ہیں:

حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ نماز میں حضوری کس چیز سے حاصل ہوتا ہے: فرمایا کہ طعام حلال سے جو وقوف و آگاہی سے کھایا جائے نماز سے خارج اوقات میں اور وضو اور تکبیر تحریم کے وقت بھی وقف کی رعائیت چاہیے"۔(50)

اس طرح ہرات کے امیر حسین نے حضرت خواجہ کے اعزاز میں ضیافت کا اہتمام کیا اور باوجود یہ کہ اس نے حضرت کو یقین دلایا کہ کھانا حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہے لیکن (دل مطمئن نہ ہونے پر) حضرت خواجہ نقش بند نے کھانے سے انکار کر دیا۔(51)

کسب حلال اور اکل حلال دین کا بنیادی تقاضا ہے اور گروہ اصفیاء جو تزکیہ نفس، محاسبہ نفس اور مشاہدہ نفس جیسی کیفیات سے گزر کر اپنے قلوب واذہان وافکار کو مجلیٰ و مصفیٰ بنا چکے ہوتے ہیں وہ غذا کے معاملے میں بڑے ہی محتاط نظر آتے ہیں کیونکہ لقمہ حرام یا مشکوک کھانا تزکیہ وتصفیہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہوتا ہے اور کامل ایمان تو دور کی بات یہ تو ناقص ایمان کی علامت ہوتی ہے اس لیے صوفیہ کرام نہ صرف اپنی بلکہ اپنے مریدین ومعتقدین کو بھی رزق کے حصول میں بہت زیادہ احتیاط کا حکم دیتے ہیں تا کہ نفوس کی پاکیزگی میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

اصطلاحاتِ سلسلہ نقش بندیہ:

سلسلہ نقش بندیہ کی یہ اصطلاحات حقیقت میں اصلاح اعمال کر کے اس میں اخلاص و احسان کی کیفیات پیدا کرنے کی ایک سعی جمیل اور سبیل مستقیم ہے جو حسب ذیل ہیں:

وہ آٹھ مصطلحات حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے منقول ہیں جن پر سلسلہ نقش بندیہ کی بنیاد ہے یہ ہیں ہوش در دم، نظر بر قدم، سفر در وطن، خلوت در انجمن، یاد کرد،

Marfat.com

بازگشت، نگہداشت، یادداشت، رشحات عین الحیوۃ (مولانا علی الواعظ کاشفی متوفی 939ھ کی تصنیف ہے اس میں خواجگان نقش بندیہ کا مستند تذکرہ ہے اور یہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی صاحب نفحات الانس کے نواسے ہیں) میں ان کی شرح خواجہ عبدالخالق غجدوانی اور خواجہ بہاءالدین نقش بند کی زبانی بیان کی گئی ہے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (1172ھ) نے بھی القول الجمیل میں خاندان نقش بندیہ کے اذکار کے سلسلے میں ان کی شرح دی ہے ان میں دوسری باتوں کے علاوہ سلسلے کے متقدمین مشائخ سے منقول ذکر، مراقبہ اور مرشد سے اعتقاد کامل کا طریقہ بیان کیا گیا ہے خواجہ بہاء الدین نقش بند نے ان میں تین اور اصطلاحات یعنی وقوف زمانی، وقوف قلبی اور وقوف عددی کا اضافہ کیا ان کی تشریح بھی محولہ بالا دو کتابوں میں موجود ہے ان میں غفلت سے احتراز، ذکر میں طاق عدد کو ملحوظ رکھنے اور غیر اللہ کی توجہ سے اجتناب کی تلقین کی گئی ہے۔(52)

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی اور حضرت بہاءالدین نقش بند اور بعد کے دیگر مشائخ کا ان مصطلحات کے مطابق طہارت قلب وفکر حاصل کرنا تھا یاد رہے کہ اصطلاحات دو طرح کی ہوتی ہیں ایک کا تعلق اساسیات دین سے ہوتا ہے جبکہ دوسرے کا تعلق ثقافت، ماحول، لوگوں کے فہم اور عصری رجحانات کے مطابق ہونا ہے سلسلہ نقش بندیہ کی ان اصطلاحات میں سے ہر ایک اصطلاح اپنے اندر دینی مزاج و مقاصد رکھتی ہیں اور تزکیہ نفس کے لیے بڑی مجرب (Experimental) اصطلاحات ہیں۔

حضرت خواجہ بہاءالدین نقش بند نے اپنے اکابرین سے جو کمال دینی، فکری، روحانی علمی کا اکتساب کیا ان کا اظہار آپ نے اپنے اعمال و کردار اور افکار و تعلیمات کے ذریعے کیا ذیل میں حضرت کے افکار و تعلیمات پیش کیے جا رہے ہیں تا کہ اس بات کا سمجھے میں آسانی ہو حضرت خواجہ ایک انسان کو بندہ اور بندے کو کمال آشنا کیسے کرتے ہیں فرماتے ہیں:

طریقہ سب ادب ہی ادب ہے طلب راہ کی ایک شرط ادب ہے ایک ادب حق سبحانہ کی نسبت ہے اور ایک ادب پیغمبر کی نسبت اور ایک ادب مشائخ طریقت کی نسبت ہے حق تعالیٰ کی نسبت ادب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں بشرط کمال بندگی اس کے احکام کو بجالائے اور

Marfat.com

ماسوا سے بالکل منہ پھیرے پیغمبر کی نسبت ادب یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہمہ تن آپ ﷺ کی اتباع و پیروی کے مقام میں رکھے اور تمام حالات میں آپ کی واجب خدمت کو نگاہ رکھے اور آپ کو تمام موجودات اور حق سبحانہ کے درمیان واسطہ سمجھے جو کوئی ہے اور جو کچھ ہے سب آپ کے آستان عزت پر ہے اور جو ادب مشائخ کی نسبت طالبوں پر لازم و واجب ہے وہ اس جہت سے ہے۔ کہ مشائخ سنت پیغمبر ﷺ کی پیروی کے سبب اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ لوگوں کو حق کی طرف بلائیں پس درویش کو چاہیے کہ غیبت و حضور میں ان کا ادب ملحوظ رکھے ولایت ایک نعمت ہے ولی کو چاہیے کہ جانے کہ میں ولی ہوں تا کہ اس نعمت کا شکر ادا کرے عنایت الٰہی ولی کے شامل حال ہوتی ہے اس کو بحال خود نہیں چھوڑا جاتا بلکہ اس کو بشریت کی آفتوں سے بچایا جاتا ہے خوارق عادت اور احوال و کرامت کے ظہور کا کچھ اعتبار نہیں افعال و اقوال میں استقامت درکار ہے۔

راہ کہ جس کے ذریعے عارف مقصود حقیقی کو پا لیتے ہیں اور دوسرے محروم رہ جاتے ہیں تین ہیں مراقبہ، مشاہدہ، محاسبہ خالق کی طرف دوام نظر اور مخلوق کی رویت کا نسیان، مراقبہ کہلاتا ہے یعنی سالک کو چاہیے کہ ہر وقت جناب احدیت کی طرف نظر رکھے اور تمام مخلوقات کی ہستی کی پیشانی پر نیستی و فنا و نسیان کا خط کھینچ دے مراقبہ کا دوام نادر چیز ہے اس گروہ میں سے کم ہیں جنہوں نے یہ بات حاصل کی ہے ہم نے اس کے حصول کا طریق معلوم کر لیا ہے اور وہ نفس کی مخالفت ہے۔

مشاہدہ سے مراد ان واردات غیبیہ کا معائنہ ہے جو دل پر نازل ہوتے ہیں چونکہ وارد جلدی گزرنے والا ہے اور قرار نہیں پکڑتا ہم اُس وارد کا ادراک نہیں کر سکتے مگر صفت بسط و قبض سے جو ہم میں پیدا ہوتی ہے اسے معلوم کر لیتے ہیں قبض میں صفت جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بسط میں صفت جمال کا، محاسبہ یہ ہے کہ ہر ساعت جو کچھ ہم پر گزرے اس کا حساب کریں کہ اس میں غفلت کیا اور حضور کیا ہے اگر دیکھے کہ سراسر نقصان ہے تو بازگشت کریں اور عمل کو از سر نو کریں چونکہ راستہ ان تین میں منحصر ہے اور دوسرے لوگ اس کا غیر طلب کرتے ہیں اس لیے محروم رہ جاتے ہیں۔

Marfat.com

حدیث میں ہے: "الکاسب حبیب اللہ "یعنی کسب کرنے والا اللہ کا حبیب ہے اس حدیث میں کسب رضا کی طرف اشارہ ہے نہ کہ کسب دنیا کی طرف

اہل اللہ بار خلق اس لیے اٹھاتے ہیں کہ ان کے اخلاق کی اصلاح ہو جائے یا کسی ولی سے ملاقات ہو جائے اس لیے کہ کوئی ولی ایسا نہیں کہ حضرت حق کی نظر عنایت اس کی طرف نہ ہو خواہ وہ ولی اس سے واقف ہو یا نہ ہو۔

حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی برکت سے مسخ صورت اس امت سے مرتفع ہے مگر مسخ باطن باقی ہے۔

اندریں امت نباشد مسخ تن لیکن مسخ دل بود اے ذوالفطن

اولیاء کو اسرار پر آگاہی ہے اور آگاہی دی جاتی ہے لیکن وہ بغیر اجازت کے ان کا ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ اسے چھپاتا ہے اور جس کے پاس کچھ نہیں وہ شور مچاتا ہے اسرار کا چھپانا ابرار کا کام ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ جس وقت حق تعالیٰ کسی درویش سے کوئی حال واپس کرے تو وہ کیا کرے؟ فرمایا کہ اگر اس حال کا کچھ بقیہ باقی ہے تو وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس سے تضرع و نیاز مطلوب ہے بس وہ حق تعالیٰ سے اس کا سوال کرے اور اگر کچھ بھی باقی نہیں رہا تو وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس سے صبر و رضا مطلوب ہے۔(53)

فخر نقش بند حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ نے حضرت خواجہ نقش بند کے ارشادات کو نفحات الانس میں لکھا ہے۔ اجمالاً ہدیہ قارئین کیے جا رہے ہیں حضرت خواجہ فرماتے ہیں:

ہمارا طریقہ عروۃ الوثقی ہے یعنی مضبوط حلقہ، جس سے مراد رسول اکرم ﷺ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار کی پیروی کرنا ہے۔ اس طریقہ پر عمل قلیل سے بھی بہت سی فتوحات حاصل ہوتی ہیں لیکن سنت کی پیروی میں امر عظیم یہی ہے جو شخص اس طریقہ سے منہ پھیر لے گا اس کے دین میں خطرہ ہے۔

آپ (یعنی حضرت خواجہ نقش بند) نے فرمایا: کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے اور جمیعت

Marfat.com

صحبت میں ہے بشرطیکہ ایک دوسرے میں نفی ہو اور جو کچھ اس بزرگ نے فرمایا ہے جس کا کہنا ہے کہ ''تعال نومن ساعة'' یعنی آ کچھ دیر کے لیے ایمان لائیں اسی طرف اشارہ ہے کہ اگر طالبوں کی ایک جماعت ایک دوسرے کے ساتھ کچھ دیر مل کر بیٹھیں تو اس میں بہت خیر و برکت ہے اور امید ہے کہ اس کام پر مداومت کی جائے تو ایمان حقیقی تک پہنچا دے۔

فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیے کہ وہ جس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے کسی دوست سے تعلق رکھتا ہو وہ اپنے حال کا واقف رہے۔ صحبت کے زمانے کا پہلے زمانہ سے مقابلہ کرے اور اگر فرق محسوس کرے تب اس قول پر عمل کرے اور اس بزرگ کی صحبت غنیمت خیال کرے آپ (حضرت خواجہ نقش بند) فرماتے تھے کہ لاالٰہ معبود نفس کی نفی ہے اور الا اللہ معبود حقیقی جل وعلا کا اثبات ہے اور محمد رسول اللہ (ﷺ) میں اپنے آپ کو فاتبعونی کے حکم کا مقید کرنا ہے اور یہی کلمہ توحید کی حقیقت ہے کہ ماسویٰ کے کہنے سے کلی طور پر نفی ہو جائے۔

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص بیمار ہے اور وہ حضور (یعنی آپ) کی توجہ کا کا سائل وطالب ہے تو فرمایا کہ پہلے عاجزانہ رجوع چاہیے پھر خاطر شکستہ کی طرف توجہ ہوگی۔ کچھ لوگ آپ سے کرامت کے طالب ہوئے فرمایا کہ ہماری کرامت تو ظاہر ہے کہ اس قدر عظیم گناہوں کے باوجود ہم زمین پر چل پھر لیتے ہیں۔ فرماتے تھے کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ جنازہ کے سامنے کس آیت کا ورد کیا جائے فرمایا کہ آیت پڑھنا تو ایک عظیم امر ہے تم بس یہ شعر پڑھ دینا

چیست ازیں خوب تر در ہمہ آفاق کار دوست رسد نزد دوست' یار بہ نزدیک یار

اس دنیا میں اسی سے بڑھ کر اور کوئی کام نہیں ہے کہ دوست اپنے دوست کے پاس پہنچ جائے۔ یہ فرما کہ حضرت ایشاں نے ارشاد کیا کہ تم ہمارے جنازے کے سامنے یہ شعر پڑھنا

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمال روئے تو

ہم سے مفلس اس گلی میں آ گئے بھیک مجھ کو بھی ملے کچھ حسن سے (54)

Marfat.com

حضرت کا وصال:

خواجہ علاء الدین عطار کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ نقش بند کے انتقال کے وقت ہم سورۃ یٰسین پڑھ رہے تھے جب سورت نصف ہوئی تو انوار ظاہر ہونے لگے ہم کلمہ پڑھنے میں مشغول ہو گئے اس کے بعد حضرت خواجہ کا سانس منقطع ہو گیا 3 ربیع الاول 791ھ میں وصال ہوا۔ مزار مبارک قصر عارفاں میں ہے۔(55)

قصر عارفاں بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلے پر ہے اور لوگ مزار مبارک پر حاضری کے لیے چین (اور دنیا) کے دور دراز اقطاع تک سے آتے ہیں۔ بخارا کے لوگوں کا معمول تھا کہ وہ ہر ہفتے یہاں آیا کرتے تھے اس گاؤں (جہاں حضرت شیخ بہاء الدین کا مزار پر انوار ہے یعنی قصر عارفاں) اور بخارا کے درمیان آمد و رفت کا ذریعہ (اس زمانے میں) تین سو گدھے تھے جو یہاں کرایہ پر ملتے تھے۔(56)

Marfat.com

فصل دوم:

تحریر وتصنیف کے تناظر میں

بیان کے بعد تحریر اظہار ابلاغ کا موثر ترین ذریعہ ہے بیان کے اثرات ضرور ہوتے ہیں جب کہ تحریر ایک زمانے تک صفحہ قرطاس پر موجود رہتی ہے اللہ کریم نے انسانوں کو اپنے احکامات انبیاء کرام کے ذریعے کتاب وصحائف ہی کی صورت میں عطا فرمائے یعنی کلام الٰہی اور منشاء الٰہی کی معرفت کا ذریعہ ذات نبی کے ساتھ کتاب بھی ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ کی سیرت، خلق، اسوہ سب کچھ جاننے کا ذریعہ کتاب ہی ہے اگر یہ سب کچھ تحریر کی صورت میں نہ ہوتا تو آج زندگی میں شائد نصب العین، ضابطہ اور واضح منزل کی کوئی صورت نظر نہ آتی۔ پھر اُن فقہا، محدثین مفسرین اور اہل علم حضرات نے جو چہار سو اُسوۂ حسنہ کے رنگ بکھیر کر ماحول کے گل گو بنانے کی فکر میں تھے انہوں نے بھی اپنے اپنے ذوق اور استعداد کے مطابق مقاصد شریعہ کو اپنے موضوع کے اعتبار سے قلم بند کیا لیکن ان تمام اکابرین امت نے دین کے بنیادی افکار، دین کی جہات دین کا عطا کردہ نظام حیات، حلال وحرام، جائز و ناجائز، مستحب ومباح وغیرہ کا ذکر بڑے علمی انداز میں کیا اور ان کی تحریریں صدیاں گزر جانے کے بعد نہ صرف مسلمانوں بلکہ انسانیت کو دین کے ایک ایک پہلو پر کئی جہات سے متعارف کروا رہی ہیں بلاشبہ یہ انسانیت کے محسن ہیں اور صبح قیامت تک اس اثاثہ علمی سے بہرہ یاب ہونے والے ان کو خراج تحسین پیش کرتے رہیں گے۔

کسی فکر یا عمل کے صحیح یا غلط کے بارے میں تو تفصیل کے ساتھ فقہا ومحدثین نے بتا دیا لیکن اب ضرورت تھی کہ فکر وعمل میں اخلاص، احسان، خشوع وخضوع، تزکیہ، تقویٰ جیسی

Marfat.com

صفات کیسے آئیں گی ان سب کا تعلق چونکہ عملی اظہار چاہتا ہے اس لیے صوفیہ کرام نے فکر کے اظہار اور عمل کی ادائیگی میں وہ منہج اختیار کیا کہ جس سے ان سب کیفیات کا حصول بندوں کے لیے ناممکن نہ رہا۔ آسان الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ علمائے اسلام نے دنیا کے سامنے افکار محمدی ﷺ کو پیش کیا اور صوفیہ کرام نے دنیا کے سامنے کردار محمدی ﷺ کو پیش کیا علمائے کرام نے بتایا کہ فکر کو اتقان، ایقان اور رسوخ کیسے حاصل ہوتا ہے جبکہ صوفیہ نے بتایا کہ کردار میں خوب صورتی کیسے آئے گی۔ علما ہوں یا صوفیہ دونوں ہی کا مقصد کائنات میں ''سراجاً منیرا'' کی کرنوں سے اجالا کرنا تھا افکار عمل کی اساس ہوتے ہیں فکر صائب نہ ہو تو عمل کا کوئی رخ اور جہت متعین نہیں ہوتی اور فکر جتنی بھی صائب ہو عمل نہ ہو تو پھر فکر محض تصور و خیال ہی ہوگا۔

صوفیہ کرام نے سماجی بہبود (Social Walfare) کو مختلف مرحلوں میں سرانجام دیا جس میں چند پہلو سرِ فہرست نظر آتے ہیں:

1۔ فکری رسوخ

2۔ منزل کا تعین

3۔ حصول اہداف

4۔ انسان دوستی

5۔ خدمت خلق

صوفیہ کرام نے جس معاشرہ میں بھی قیام کیا وہاں کے ماحول، رسم و رواج اور عوامی رجحانات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اہداف کے حصول فکر صالح اور اعلیٰ معاشرہ کے قیام کے لیے ہر طرح کی حکمت عملی اختیار کی ان میں تنوع (variations) نظر آتا ہے لیکن یہ تنوع ظاہر کا تھا حقیقت میں کوئی تنوع نہیں تھا کیونکہ تمام کا مقصد ایک ہی تھا صوفیہ کرام نے سماج کی بہتری کے لیے مختلف کتب تحریر کیں جو مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں ان میں چند ایک حسب ذیل ہیں:

1۔ دین کی مبادیات و مقاصد و اہداف

Marfat.com

2۔اصطلاحات تصوف اوران کی توضیح وتشریح

3۔تذکرہ صالحین

صوفیہ کرام کی جملہ تصانیف اوران تینوں موضوعات سے باہر نہیں ہیں مبادیات دین اور مقاصد واہداف کے حوالے سے امام ابوالقاسم قشیری (م:465ھ) کی تصنیف ''رسالہ قشیریہ''

شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم بخاری (م:380ھ) کی تصنیف ''کتاب التعرف''،

ابوطالب محمد بن علی بن عطیہ حارثی المکی (م:386ھ) کی تصنیف ''قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب''

شیخ عبدالرحمٰن محمد بن الحسین سلمی نیشاپوری (م:412ھ) کی تصنیف ''طبقات الصوفیہ''

معروف محدث شیخ ابونعیم بن عبداللہ اصفہانی (م:430ھ) کی تصنیف ''حلیۃ الاولیا وطبقات الاصفیاء''

حضرت شیخ علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش (م:470ھ) کی تصنیف ''کشف المحجوب''

شیخ ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری ھروی (م:481ھ) کی تصنیف ''طبقات الصوفیہ''

خواجہ عبداللہ انصاری ہروی (م:481ھ) کی تصنیف ''منازل السائرین''۔

یہ تمام کتب پہلی پانچ صدیوں میں منصۂ شہود پر آئیں چھٹی صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک حسب ذیل کتب موضوع تصوف پر تصنیف ہوئیں۔

ابوحامد محمد بن محمد غزالی (م:505ھ) کی تصانیف، احیائے العلوم الدین، کیمیائے سعادت، مکاشفۃ القلوب، المنقذ من الضلال، تہافۃ الفلاسفۃ۔

شیخ احمد بن محمد غزالی (برادر امام غزالی) (م:520ھ) الذخیرۃ فی العلم البصیرۃ، سوانح العشاق، تازیانہ سلوک

Marfat.com

امام ابو الفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی المعروف بہ ابن جوزی (م:505ھ) صفوۃ الصفوۃ۔

شیخ عبدالقادر جیلانی (م:561ھ) فتوح الغیب، الفتح الربانی، غنیۃ الطالبین۔

شیخ فریدالدین عطار، (م:620ھ) تذکرۃ الاولیاء۔

شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی (م: 632ھ) عوارف المعارف، رشف النصائح، جذب القلوب الی مواصلۃ المحبوب۔

شیخ محی الدین ابن العربی المعروف شیخ اکبر (م:638ھ) فتوحات مکیہ، فصوص الحکم۔

شیخ سعدالدین حموی (م:650ھ) علوم الحقائق حکم الدقائق۔

مولانا جلال الدین محمد رومی (م:672ھ) فیہ مافیہ، مکتوبات رومی، مجالس سبعہ رومی، مثنوی مولوی معنوی۔

شیخ صدرالدین محمد بن اسحاق قونوی (م:673ھ) مفتاح الغیب، نصوص، فکوک۔

شیخ فخرالدین عراقی، (م:688ھ) لمعات۔

شیخ عزیزالدین محمد بن علی کاشانی (م:735ھ) مصباح الہدایت۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی (م:898ھ) نقد النصوص، نفحات الانس، لوامع (شرح قصیدہ تائیہ ابن فارض)۔

دسویں صدی سے تاحال تین بزرگوں کی اس ضمن میں تالیفات کو اولیت حاصل رہی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف اخبارالاخیار۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے مکتوبات۔

حضرت قطب الدین احمد المعروف شاہ ولی اللہ کی تصانیف، انفاس العارفین، القول الجمیل، وغیرہ

تصوف میں موضوع کے اعتبار سے ان اقسام ثلاثہ کے علاوہ ملفوظات، شاعری

Marfat.com

کشف وکرامات وغیرہ پر بھی مستقل تصانیف وتالیف نظر آتی ہیں۔

صوفیہ کرام کی جملہ تصنیفات میں اکثر ایسے نظریات مشترکہ نظر آتے ہیں جن پر کاربند رہنے کی تلقین ہے اور کچھ سے باز رہنے کی تاکید ہے۔ جن امور پر کاربند رہنے کی تلقین ہے وہ یہ ہیں:

1۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت واطاعت

2۔ اخلاق حسنہ کا پیکر بننا۔

3۔ مخلوقات کی خدمت میں مستعد رہنا۔

4۔ وظائف کی پابندی۔

جن امور سے باز رہنے کی تاکید ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

1۔ کسی لمحے بھی احکام الٰہی سے روگردانی نہ کرنا۔

2۔ اخلاق رذیلہ سے مکمل اجتناب کرنا۔

3۔ مخلوقات میں سے کسی کو بھی اذیت نہ دینا۔

4۔ وظائف میں سستی سے بچنا۔

صوفیانہ ادب میں مبادیات دین کی تشریحات وتعبیرات میں حسب ذیل پہلوؤں کو پیش نظر رکھا گیا ہے:

معرفت الٰہی، معرفت نفس، اخلاص، احسان، عشق، نفی ذات، اکل حلال، صدق مقال، راہ سلوک، طلب صدق، صحبت صالح، مشتبہ سے اجتناب وغیرہ

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں تو لفظ صوفی استعمال نہیں ہوا بلکہ عمومی طور پر لفظ مومن مستعمل ہوا ہے تو کیا پھر صوفی مومن سے کوئی اعلیٰ رتبہ کے لوگوں کو کہتے ہیں۔ اس ضمن میں ابونصر سراج طوسی لکھتے ہیں:

"اماموں کے مابین اس امر میں قطعاً اختلاف نہیں پایا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صادقین صادقات، قانتین، قانتات، خاشعین خاشعات، موقنین، مخلصین، محسنین، خائفین، راجین،

Marfat.com

وجلین، عابدین، سائحین، صابرین، راضین، متوکلین، مخبتین، اولیاء، متقین، مصطفین، مجتبین، ابرار اور مقربین کا ذکر کیا ہے، سبقت لے جانے والوں اعتدال پسندوں، نیکی کی طرف لپک جانے والوں کا بھی اللہ نے ذکر کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جب ہم نے دیکھا کہ ایمان کا نام تو تمام مسلمانوں پر مشتمل ہیں مگر ان لوگوں (صوفیاء) کو مخصوص نام دے کر اُن تمام (مومنین) سے الگ کر دیا گیا ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو ان عامۃ المومنین سے جن پر ایمان کے نام کا اطلاق ہوتا ہے۔ مخصوص کر دیا گیا ہے۔(57)

مزید طبقہ اصفیاء کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اہل صدق وصفا کی یہ صفت ہے کہ انہیں فہم قرآن حاصل ہے اور یہ کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے موافقت رکھتے ہیں اور ان کی تابعداری کرتے ہیں (اس کے علاوہ) ان لوگوں کو جو ان خاص لوگوں میں سے بھی خاص ہیں (تو وہ یہ ہیں) جنہوں نے جب اصول کو مضبوط کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی حفاظت کی اور آپ ﷺ کی سنت پر اس حد تک کاربند رہے کہ ان امور میں سے کوئی بات نہ چھوڑی جس پر ان (نبی کریم ﷺ) کا عمل نہ ہو لہٰذا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ان احادیث کو تلاش کرنا شروع کر دیا جو مختلف قسم کی اطاعت گزاری، آداب، عبادات، اخلاق شریعہ اور پسندیدہ اقول کے بارے میں وارد ہوئی ہیں انہوں (صوفیہ کرام) نے اپنے نفس سے مطالبہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا رہے اُن کو اپنے لیے نمونہ بنائے اور ان کے نقش قدم پر چلتا رہے اس طرح کہ آنحضرت کے جو آداب، اخلاق، افعال اور احوال ان تک پہنچتے ہوں ان کے مطابق چلے پھر کیا تھا۔ ان لوگوں نے ان امور کی تعظیم

Marfat.com

کی جن کی آنحضرت ﷺ نے کی اوران امور کوجھوٹا سمجھا جن کوآپ ﷺ نے جھوٹا سمجھا ان امور کوحقیر جانا جن کوآپ ﷺ حقیر جانا ان امور کی کثیر جانا جن کوآپ ﷺ نے کثیر جانا تھا جن کوآپ نے نا پسند کیا ان کوناپسند کیا جن پر آپ ﷺ نے صبر کیا ان پر صبر کیا جن سے آپ نے دشمنی رکھی ان سے انہوں نے بھی دشمنی رکھی جن سے آپ نے دوستی رکھی ان سے انہوں (صوفیہ کرام) نے بھی دوستی رکھی جنہیں آپ نے فضیلت دی ان کوانہوں نے فضیلت دی جن امور سے آپ ﷺ نے رغبت رکھی ان کی انہوں (صوفیہ) نے بھی رغبت کی جس سے آپ ﷺ نے پرہیز کیا ان سے انہوں نے بھی پرہیز کیا۔(58)

احکام شریعت کی تشریح وتوضیح، کردارسازی اور مسائل کے حل کے لیے گروہ اصفیاء جو معرفت رکھتا ہے یہ انھی کا خاصا ہے اس حوالے سے علامہ موصوف ''اولی العلم القائمین بالقسط'' کے تحت لکھتے ہیں:

> ''صرف صوفیہ ہی ان عقدوں کوحل کرنے اوران کے مشکل معانی سے واقف ہونے میں خصوصیت رکھتے ہیں یہی لوگ (اس سمندر میں) اترکران کی (حقیقی تحصیل کی) مشق کرتے اوران کواپنانے اوراپنی جانوں کوخرچ کرکے ان میں گھس جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ ان کے ذائقے، مزے اوران کی کمی یا بیشی کی خبر دیتے ہیں جوشخص ان احوال میں سے کسی حال کا دعویٰ کرتا ہے یہ اُس سے اس کی دلیل طلب کرتے ہیں پھراُس کے صحیح یا غیر صحیح ہونے پر بحث کرتے ہیں اس کا تھوڑا سا حصہ ہی کسی کو حاصل ہوجائے تو بڑی بات ہے کیونکہ کثیر حصہ کو حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں ان تمام امور کا علم قرآن اوررسول اللہ کی حدیث میں موجود ہے اور جولوگ اس کے

Marfat.com

اہل ہیں وہ اسے بخوبی سمجھتے ہیں جب علماء ان کی جستجو کرتے ہیں تو اس کا انکار نہیں کرتے علم تصوف کا انکار صرف ان لوگوں نے کیا ہے جو ظاہری علوم سے موسوم ہوتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں کتاب اللہ اور احادیث نبویہ میں سے صرف وہ آیات واحادیث معلوم ہیں جن کا تعلق ظاہری احکام کے ہاتھ ہے یا جن سے مخالفین کے خلاف دلیل پیش کرنے میں کام لیا جاسکے۔(59)

صوفیہ کرام کے حالات جاننا ان کے طرز معاشرت، ان کے فکری وقلبی میلانات جاننے کی جستجو کرنا اور اس کے لیے ان کی معیت اختیار کرنا یا ان کے تزکروں کے محافل میں شمولیت اختیار کرنا اس کے ایک بندے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں س حوالے سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''اہل عقل وبصیرت اور باشعور حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ حالات کی بہترین اثر اندازی بلکہ افضل ترین عبادت اہل کمال حضرات کی رفاقت اور مقربان دربار الٰہی کی مجالس ہیں کیونکہ ان کی استقامت کو دیکھ کر سالک کے لیے راہِ عبادت کی بڑی بڑی تکالیف آسان ہو جاتی ہیں بلکہ وہ شکوک وشبہات وبُعد وحجاب کا سبب ہیں محض ان کی زیارت سے زائل ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔لیکن جب انسان اہل کمال کی صحبت اور عارفوں کے دیدار جمال سے بے بہرہ ہو جائے تو اس وقت ان بزرگوں کے حالات سے باخبر رہنا بھی باعثِ ہمت افزائی اور تاریکیوں کو ختم کرنے والا ہے ان کے حالات سے واقف ہونے سے بھی وہی اثر ہوتا ہے جو اُن کی صحبت سے کیونکہ درحقیقت یہ بھی اُن کی صحبت میں رہنے کے مترادف ہے اس لیے کہ جمال کدورت انسانی اور صورت عنصری کے حجاب سے زیادہ صاف ستھرا ہے اگر حسن عقیدت ہو تو ہر چیز مشاہدہ بن جاتی ہے اس وجہ سے ہر

Marfat.com

زمانے میں بزرگوں کے اخلاق وعادات کوضبط تحریر میں لاکر محفوظ کر لیا جاتا ہے ان کو ہر محفل ومجلس میں پڑھا جاتا ہے جس سے اُن کا جمال اور زیادہ مزین ہو جاتا ہے علاوہ بریں اس سے طمانیت اور عبرت ونصیحت کے علاوہ بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔۔۔۔ بزرگوں کے حالات وواقعات سننے سے قلب میں بہت جلد ایسی ہی ایک امتیازی نسبت حاصل ہو جاتی ہے اور یہ فطری بات ہے کہ بزرگوں کے حالات سن کر ہر شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ ان کو یہ سعادت ابدی صرف اس لئے حاصل ہوئی کہ وہ حسن عمل کے پیکر تھے جس سے خود اس کے دل میں لامحالہ حسن عمل کی طرف قدم بڑھانے کا ایک لازوال جذبہ پیدا ہوگا نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ پاکیزہ ارواح ہمارے اس طرح یاد کرنے سے خوش ہوں اور اس کے عوض وہ ہمیں بھی عالم آخرت میں یاد کرلیں اور مدد کے لیے اپنے دروازہ کو طالب کے لیے کھول دیں۔(60)

صوفیہ کرام کے افکار وکردار کی اثر آفرینی کے حوالے سے پروفیسر خلیق احمد نظامی شیخ نصیرالدین چراغ دہلی مصنف ''خیرالمجالس'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''صوفیہ کرام کے حالاتِ زندگی اور تصوف کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اسلامی تصوف نفوس انسانی کو مادی نجاستوں سے پاک کرنے اور اعلیٰ اخلاق وکردار پیدا کرنے کی ایک عظیم الشان تحریک تھی صوفیہ نے کارِ نبوی کو جاری رکھا اور بنی نوع انسان کے اخلاق واطوار، فکر و عمل کو درست کرنے کی کوششیں کیں مشائخ متقدمین کے ملفوظات، تعلیم اخلاق کی سلسبیل وکوثر ہیں جن کی خاموش روانی دلوں کو بے اختیار اپنی طرف کھینچتی ہے اور دلوں میں اچھے عمل کا جذبہ اور ولولہ جوش مارنے لگتا ہے ان بزرگوں کی کوشش صرف یہ ہی نہ تھی کہ انسان

Marfat.com

کے ظاہری اعمال درست ہو جائیں بلکہ وہ چاہتے تھے کہ برائی کے سوت ہی بند ہو جائیں انسان کا دل برائی کی طرف راغب ہی نہ ہو کہ دل کی نجاست، جسم کی نجاست سے بدر جہا بری ہے۔(61)

تربیت نفس کے لیے تمام صوفیہ خود احتسابی پر بہت زور دیتے رہے ہیں تا کہ فکری، سماجی اور معاشی طور پر معتدل رہا جا سکے خود احتسابی یعنی محاسبہ نفس کیا ہے اس حوالہ سے حضرت ابو طالب مکی لکھتے ہیں:

''محاسبہ کا طریق یہ ہے کہ جب کوئی کام کرنے لگے تو بندہ اپنے آپ کا جائزہ لے پھر خیال کا امتیاز کرے جو کہ حرکتِ قلب کا نام ہے اور اضطراب یعنی بدنی تصرف پر دھیان کرے اگر اس خیال سے جو نیت یا ارادہ یا عزم کر رہا ہے یا کسی فعل یا کام کا ارداہ ہے یہ سب اللہ عزوجل کے لیے ہے اللہ عزوجل کی مراد یہی اور اس میں ہے یعنی خالص اسی کی خاطر ہے اس کے مشاہدہ قرب کے ساتھ ہے نفسانی قرب کے باعث نہیں کر رہا اور اس کی راہ میں اور اس کی رضا کی خاطر کر رہا ہے اور اس کے ہاں یہ مندوب و مستحب ہے تو اس کام کو کر ڈالے اور جلدی اس پر عمل کرے اور اگر کسی دنیاوی فائدہ کی خاطر کر رہا ہے یا کسی خواہش لہو و لعب کی خاطر کر رہا ہے یا طبعیت بشری کا مخفی راز ہے اور جبلی فائدے کی خاطر کر رہا ہے اس کی نفی کرے اور تیزی سے اس کا انکار کر ڈالے دل میں اس کی طرف دھیان نہ لگائے اور اس کا ذکر تک نہ کرے۔۔۔۔۔۔۔۔اب اگر یہ خیال مشتبہ ہو جائے اور یہ پتہ نہ چل سکے کہ یہ بات محمود ہے اور اس میں اللہ کی رضا ہے یا نہیں۔ یہ کام کرنا چاہیے یا ناپسندیدہ فعل ہے اور اس میں اللہ کی کوئی محبت نہیں اس کی نفی ہے قرب و نیکی حاصل ہو گی یا نہیں؟ اب یہ اشکال تین وجود میں سے ایک طرح سے ہوتا ہے: ۱۔ معرفت کی کمی

Marfat.com

کے باعث یقین کمزور ہو۔ 2۔ باطل کی دقیق غلطیوں سے جہالت اور علم میں کمی ہو۔ 3۔ طبائع حس سے پیدا ہونے والی نفس میں پوشیدہ خواہش کا غلبہ ہو۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے مشتبہ امور سے رک جانے کا حکم دیا ہے کہ بندہ عزم وارادہ سے اس کی طرف ہی نہ جائے یہ دل کا عمل ہے اور فعل وسعی بھی نہ کرے کہ یہ اعضاء ظاہر کا عمل ہے بلکہ حقیقت حال واضح ہو جانے تک متوقف رہے اور یہی ورع (تقویٰ) کی صورت ہے ورع کا معنی ہے فعل اور عزم کسی طرح سے بھی حصہ نہ لے جب تک کہ مسئلہ کھل نہ جائے اور جوں کہ مشتبہ مسائل غامض ہوتے ہیں اس لیے دقیق اور غامض علوم سے ہی حل ہوتے ہیں۔(62)

راہِ تصوف ہو یا طریقت سلوک ہو یا محاسبہ، مشاہدہ جو کچھ بھی ہو معرفت حق بغیر استقامت اور کامل اتباع شریعت کے ممکن نہیں۔ کیونکہ شریعت بنیاد ہے بغیر بنیاد کے کوئی عمارت قائم نہیں ہو سکتی اگر ہو گی تو ناپائیدار ہو گی اور جلد فنا ہو جائے گی اس لیے صوفیہ کرام کے حصول فیز کی بنیاد شریعت ہی رہی ہے اس حوالے سے شیخ شہاب الدین سہروردی لکھتے ہیں:

''میرے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی نے اپنے شیوخ کی اسناد کے ساتھ حضرت جنید بغدادی کا یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ ایک شخص سے معرفت کا تذکرہ فرما رہے تھے تو اس شخص نے کہا کہ اہل تقوی اور عارف باللہ تو زہد وتقوی کو ترک کر کے اللہ تک پہنچ جاتے ہیں یہ سن کر حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ یہ قول اس گروہ اور جماعت کا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ نیک اعمال بجالانے کی پابندی سے آزاد ہیں اور میرے نزدیک یہ ایک بڑی بلا ہے جو شخص چوری اور زنا کرے وہ ایسے شخص سے بہتر ہے جو ایسا کہتا ہے اس میں کسی

Marfat.com

شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ عارف باللہ نے یہ اعمال اللہ ہی سے حاصل کیے ہیں اس سے یہ اعمال اس کو ملے ہیں اور اپنی اعمال کے ساتھ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں گے اگر میں ایک ہزار سال بھی زندہ رہوں تب بھی میں اعمال حسن سے ایک ذرہ کم نہیں کروں گا سوائے اس کے کہ کوئی رکاوٹ ان کی ادائیگی میں پیدا ہو جائے حقیقت یہ ہے کہ یہی اعمال میری معرفت کے حوالا اور میرے حال کے لیے باعث تقویت ہیں۔(63)

استقامت علی الحق کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی لکھتے ہیں:

''طالب صادق کا راستہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استقامت نفس کا خواستگار ہو کہ یہی کرامت کل (کرامت کُلّی) ہے اب اگر اس طلب استقامت میں کبھی کوئی امر ایسا وقوع پذیر ہو جائے جس کو کرامت یا خرق عادت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے تو جائز ہے اور مناسب ہے اور اگر ایسی کوئی بات ظہور میں نہ آئے تو اس کی اسے کچھ فکر نہ کرنا چاہیے کہ اس سے اس کی استقامت نفس کو کچھ نقصان پہنچنے کا خطرہ نہیں ہے نقصان اور خطر ہ صرف اس صورت میں ہے کہ اس کے حق استقامت (واجبی) میں جس سے خلل اور نقص واقع ہو پس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ استقامت نفس طالبین کے لیے اصل اصول ہے۔(64)

تواضع و عاجزی، خندہ پیشانی، رواداری مروت یہ صوفیہ کے بنیادی اوصاف ہوتے ہیں اور وہ بلا تخصیص رنگ و نسل، چھوٹا و بڑا، آقا و غلام، مسلم و غیر مسلم، سب کے ساتھ ایسے ہی رویوں سے پیش آتے ہیں تا کہ معاشرے میں اُن رویوں کا فروغ ہو جو معاشرتی استحکام کا باعث ہیں اور آپس میں دشمنیاں، نفرتیں، کدورتیں اور حسد و بغض جیسے مزموم رویے ختم

Marfat.com

ہوں اس طرح کے چنداوصاف کے حوالے سے شیخ شہاب الدین سہروردی لکھتے ہیں:

"شیخ ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ جریری کا یہ قول سنا ہے کہ اہل معرفت کا یہ خیال صحیح ہے کہ دین اسلام کا سرمایہ پانچ اصول ظاہری اور پانچ اصول باطنی ہیں ظاہری اصول تو یہ ہیں 1۔ سچ بولنا، 2۔سخاوت کرنا، 3۔جسمانی طور پر تواضع کرنا، 4۔دوسروں کواذیت سے بچانا، 5۔کسی انکار کے بغیر خود تکلیف اذیت برداشت کرنا۔ پانچ باطنی اصول یہ ہیں: اپنے آقاوسردار (یعنی نبی کریم ﷺ) سے محبت کرنا، 2۔اپنے فعل (بد) پر شرمندگی، 3۔اپنے رب سے حیاء کرنا، 4۔اپنے آقا کا وصال (یعنی ملنے) کی امید رکھنا، 5۔آقا سے جدائی کا خوف رکھنا۔(65)

تواضع وتکبر میں تفاوت اوران سے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ سہروردی لکھتے ہیں:

"جب تواضع قلب سے نکل جائے اوراس کی جگہ غرور تکبر لے لیں تو پھر اعضا بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں اور یہ مسلم ہے کہ جوظرف میں ہوتا ہے وہی اس سے ٹپکتا ہے جب تواضع کی صفت دل سے رخصت ہوجائے اوراس کی بجائے کبراورغرور جگہ لے لیں تو پھراس کا اثر گردن میں کجی پیدا کرتا ہے اور کبھی رخساروں میں ظاہر ہوتا ہے اورانسان کا منہ بگڑ جاتا ہے۔۔۔۔پس غرور اعضاء اور جوارح پر اثر انداز ہوتا ہے اوراس کی اثر اندازی سے بہت سے قسمیں پیدا ہوجاتی ہیں جوایک دوسرے سے زیادہ کثیف ہیں۔(66)

خندہ روی وخندہ پیشانی کے سماجی اثرات وفوائد کے علاوہ انسانی ذات پر ظاہری طور پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اس حوالے سے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ہی لکھتے ہیں:

Marfat.com

''خندہ روی اور خندہ پیشانی بھی صوفیہ کے اخلاق ہیں صوفی اگرچہ خلوت میں روتا ہے لیکن جب وہ لوگوں کے سامنے آتا ہے تو ہشاش بشاش اور شگفتہ رو نظر آتا ہے اس کے چہرے کی یہ شگفتگی اس کے انوار قلب کا انعکاس ہے کہ صوفی کے باطن پر اللہ تعالیٰ کے ایسے انعامات نازل ہوتے ہیں جن کے باعث اس کا قلب مسرت و انبساط سے لبریز ہو جاتا ہے اور شگفتہ روی اس کا پرتو (Reflection) ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ترجمہ) اس دن (بہت سے) چہرے روشن اور ہشاش بشاش ہوں گے (عبس) بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ چہرے اس دن اس لیے روشن ہوں گے کہ وہ مدتوں تک اللہ کی راہ میں غبار آلود رہے ہیں اور قلب کے نور سے چہروں کا منور ہونا بالکل ایسا ہے جیسے چراغ سے شیشے اور چراغ جگمگانے لگتے ہیں گویا چہرے چراغ دان ہیں اور دل شیشہ ہے اور روح چراغ ہے اس کا نور دل اور دل سے چہرے پر پہنچتا ہے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ روح کے نور سے جب دل کا شیشہ جگمگاتا ہے تو چہرے کے چراغ دان بھی نورانی ہو جاتے ہیں پھر دل جب روحانی لذت سے لطف اندوز ہوتا ہے تو چہرے پر اس کا اثر پڑنا ضروری ہے۔(67)

چہروں کا بارونق، نورانی، مطمئن، شگفتہ، پر کیف ہونا یہ سب قلوب کے اطمینان کے سبب ہے اور قلوب صرف یاد الٰہی ہے مطمئن ہوتے ہیں اطمینان و تسکین کی دولت کا حصول صرف خالق کی یاد ہی سے ممکن ہے۔ اس کی یاد کا صلہ اس کے انوار و تجلیات ہیں جو قلوب پر منعکس (Reflect) ہوتے ہیں پھر اس کا اثر چہرے پر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ ظاہر طور پر صوفیہ کرام کو جتنے بھی مشکل ترین حالات سے گزرنا پڑے مصائب و آلام کے پہاڑ ان پر ڈھائے جا رہے ہوں تختہ دار پر لے جایا جا رہا ہو پھر بھی اُن کے چہرے حزن و ملال سے نا

Marfat.com

آشنا ہی ہوتے ہیں اپنی اس فکری، ایمانی، روحانی اور قلبی راحتوں کی وجہ سے یہ راحت و خوشی بانٹنے ہی میں مسرت محسوس کرتے ہیں ہر آنے والے کو مسکرا کر ملنا ہر جانے والے کو دعاؤں سے نوازنا ان کا یہی وطیرہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ عالم انسانیت میں ان کے مقبول ہونے کی روشن دلیل ہے۔

صوفی غصہ وغضب، قہر و جبر اور کینہ و بغض سے کوسوں دور ہوتا ہے وہ حلم و بردباری اور تمکنت و وقار کا پیکر ہوتا ہے جس کو دیکھ کر آیات الٰہیہ کی عملی تفسیر کا نقشہ سامنے آجاتا ہے جو اُسوۂ حسنہ کے رنگ سے ممیّز ہو کر لوگوں کی ذات الٰہی اور ذات رسول ﷺ سے وابستگی کو توانا کرنے کی واضح دلیل ہوتا ہے۔ صوفیہ کرام اپنے تذکیہ وتصفیہ باطن اور روحانی قوتوں کے ذریعے کشف کی قوت بھی رکھتے ہیں یہ کس طرح حاصل ہوتا ہے اس کی بنیاد کیا ہے اس حوالے سے عالم اسلام کے معروف مورخ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

> ''کشف کا سبب یہ ہے کہ جب روح حسن ظاہری سے باطن کی طرف لوٹتی ہے تو حس کے احوال کمزور پڑ جاتے ہیں اور روح کے احوال غالب اور قوی ہو جاتے ہیں اور اس پیدائش کی تجدید ہو جاتی ہے پھر اس پر ذکر (الٰہی) سے اعانت حاصل ہوتی ہے کیونکہ ذکر اللہ روح کی پرورش کے لیے غذا کی طرح ہے روح پرورش پاتی اور بڑھتی رہتی ہے حتیٰ کہ علم درجہ شہود حاصل کر لیتا ہے اور جو چیز پہلے علم سے حاصل کی جاتی ہے اور وہ دکھائی دینے لگتی ہے کیونکہ حس کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور نفس تکمیل کو پہنچ کر سراپا ادراک بن جاتا ہے ایسی حالت میں اس پر علوم الدنیا اور فتوحات الٰہیہ کے دروازے کھل جاتے ہیں اب روح حقائق علوم کی تحقیق کے سلسلے میں افق اعلیٰ یعنی ملائکہ کے قریب ہو جاتی ہے اس قسم کا کشف اکثر مجاہدہ کرنے والوں کو حاصل ہوتا ہے اور انہیں عجیب عجیب حقائق وجود معلوم ہونے لگتے

Marfat.com

ہیں جس سے دوسرے محروم رہتے ہیں اس طرح صوفیہ قبل از وقوع بہت سے واقعات بھی معلوم کرلیا کرتے ہیں۔(68)

علامہ ابن خلدون اس ضمن میں مزید لکھتے ہیں:

''اولیائے کرام کے نزدیک یہ کشف اسی وقت صحیح وکامل تصور کیا جاتا ہے جب استقامت کے بعد پیدا ہو کیونکہ کبھی کشف ایک بھوکے گوشہ نشین شخص کو جیسے جادوگر وغیرہ کو بھی ہو جایا کرتا ہے جس میں استقامت کا نام ونشان تک نہیں ہوتا یہاں ہماری مراد کی مثال اس کشف سے ہے جو استقامت کے بعد پیدا ہو اس کی مثال اس طرح سمجھو کہ جیسے اگر کوئی مجلّا آئینہ محدّب یا معقر ہو اور اس کے سامنے کوئی چیز لائی جائے تو وہ آئینہ میں ٹیڑھی دیکھائی دے گی حالانکہ وہ وہ ٹیڑھی نہیں ہے لیکن اگر وہ مسطح ہو تو اس میں وہ چیز صحیح صحیح دکھائی دے گی تو نفس کی استقامت احوال کے چھپنے کے بارے میں بمنزلہ آئینہ کے مسطح ہونے کے ہے۔(69)

کشف کا لغوی معنی ہے ظاہر ہونا، عیاں ہونا، کھل جانا وغیرہ اصطلاحی طور پر کشف سے مراد ہے کہ ایسی حقیقتوں کا بندے پر کھلنا یا ظاہر ہونا جس کا عام حالت میں مشاہدہ ممکن نہ ہو انسان دو چیزوں کا مرکب ہے روح اور مادہ وجود انسان میں مادہ ظاہر ہے روح خفی ہے ظاہری اشیاء کا مشاہدہ مادہ سے ممکن ہے باطنی وخفی اشیاء کا مشاہدہ روحانی قوت کے ساتھ ممکن ہے پھر قرآن کا تسخیر کائنات کا تصور یہ بات واضح کرتا ہے کہ تسخیر مادی ہو یا روحانی اس پر اشکال نہیں عالم اسلام کی دو بزرگ ترین ہستیوں حضرت داتا علی ہجویری کا ''کشف المحجوب'' تحریر کرنا اور حضرت امام غزالی کا ''مکاشفۃ القلوب'' تحریر کرنا بھی اس امر پر روشن دلیلیں ہیں کہ کشف ومکاشفہ ممکنات میں سے ہیں لیکن اس کا طریقہ وہی مناسب معلوم ہوتا ہے جو علامہ ابن خلدون نے تحریر کیا ہے یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کشف کا فائدہ صوفی

Marfat.com

کی ذات کوتو ہوتا ہوگا عوامی وسماجی طور پر اس کے کیا فوائد واثرات ظاہر ہوتے ہیں؟ اس حوالے سے عرض ہے کہ ایک عام مسلمان جب ظاہری طور پر کسی کام کے فوائد ونقصانات سے آگاہ ہوجائے تو پھر وہی کام کرتا ہے جو فائدہ مند ہو اور اپنی ذات اور اپنے وابستہ رشتوں کو نقصانات سے بچاتا ہے ایسے ہی ایک صوفی جو صحیح معنوں میں مکاشفات کے ذریعے حقائق آشنا ہوجاتا ہے تو وہ اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ انسانیت کو نقصان سے بچاتا ہے اور ان کے دنیوی واخروی زوال کو ان سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے جو عین شریعت کا مطلوب ومقصود ہے۔

صوفیہ کرام نے اصلاح احوال کے لیے نبوی منہاج کے مطابق مکتوبات کے ذریعے بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں عہد رسالت وعہد صحابہ کے بعد مکتوب پیغام رسانی کا ایک بڑا موثر ذریعہ رہا ہے مکتوب کے ذریعے مکتوب نگار کے فکری میلان، اس کے سماجی نظریات، اس کی سیاست ومعاشرت اور دین کے ساتھ وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔ پھر مکتوب الیہ کے ساتھ کے اس کے تعلق اور مکتوب کے مدعا ومقصد کا پتہ چلتا ہے۔

تاریخ اسلام میں چند مشاہیر کے مکتوبات کو بہت شہرت حاصل ہوئی جو حسب ذیل ہیں:

مکتوبات غزالی، مکتوبات جلال الدین رومی، مکتوبات شیخ حمید الدین ناگوری، مکتوبات شیخ عبدالقادر جیلانی، مکتوبات شیخ معین الدین چشتی، مکتوبات شیخ بوعلی شاہ قلندر، مکتوبات شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری، مکتوبات امیر از امیر کبیر سیّد ہمدانی، مکتوبات اشرفی از سیّد اشرف جہانگیر سمنانی، مکتوبات سیّد محمد بندہ نواز گیسودراز، مکاتیب گلزار ابرار از شیخ نورالدین معروف بہ قطب نور عالم، مکاتیب مخدوم جہانیاں جلال الدین بخاری، مکتوبات خواجہ عبیداللہ احرار، مکتوبات شیخ عبدالقدوس گنگوہی، مکتوبات شریف حضرت خواجہ محمد باقی باللہ

Marfat.com

دہلوی، مکتوبات کلیمی از شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی، مکتوبات امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی، مکتوبات شیخ محمد معصوم، مکتوبات فارسی از شاہ ولی اللہ دہلوی، مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں، مکتوبات احمد رضا خان بریلوی۔(70)

مذکورہ بالا مکتوبات کی نہ صرف اپنے عہد بلکہ بعد کے زمانوں میں بھی افادیت مسلمہ رہی ان کے تراجم، شروحات ہوئے اور ان بزرگوں کے مکاتیب سے مسلسل لوگ مستفید ہوتے رہے ہیں۔

صوفیہ کرام مکاتیب سے دو طرح کام لیتے تھے ایک تو از خود جہاں اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے خواہ اس کا تعلق عوام سے ہوتا یا امراء سے فوراً مکتوب بھیجتے دوسرا کوئی مرید یا کسی بھی شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والا سوال لکھ کر بھیجتا تو اس کو اس کے حسب حال جواب ارسال فرماتے صوفیہ کرام کے مکتوبات میں چند باتیں مشترک نظر آتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں اوراد و وظائف کا بیان، شریف پر کامل پابندی ارا استقامت کا بیان، نبی کریم ﷺ سے محبت و اتباع کی صورت میں اپنے تعلق کو استحکام دینے کا بیان، معاملات زندگی میں مثبت و معتدل رویے کا اظہار جو شریعت کا مطلوب ہے کا بیان وغیرہ۔

اس ضمن میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے چند مکتوبات کے حوالے پیش کیے جا رہے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد باقی اللہ اپنے ایک مکتوب میں اپنے خلیفہ شیخ تاج الدین کو لکھتے ہیں:

> ہمیشہ وضو کے ساتھ رہنا چاہیے وضو کے شکرانہ نفل یعنی تحیۃ الوضو کا ادا کرنا، کھانے میں احتیاط کرنا، گناہوں سے بالکل بچنا، غیبت اور سخن چینی نہ کرنا، کسی مومن کو خواہ وہ آزاد ہو یا غلام حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا، کسی مومن کے ساتھ بغض اور کینہ نہ رکھنا، اپنے سے عاجز اور زیردست پر غضب اور سختی نہ کرنا، طریقت کی ضروریات میں سے ہے

Marfat.com

انہی پر طریقت کی بنیاد ہے ان کے بغیر کام مضبوط نہیں ہوتا اگر ان امور مین کبھی فتور بھی آجائے تو کام چھوڑ نہیں دینا چاہیے بلکہ توبہ و استغفار کر کے اس کام میں زیادہ سے زیادہ کوششیں کرنی چاہیے تا کہ حسنات یذھبن السیات (نیک کام برے کاموں کو دور کر دیتے ہیں) کے موافق کامل صفائی ہو۔(71)

اسی طرح خواہشات باطلہ ،لقمہ حرام اور عاجزی کے حوالے سے ایک مرید کو لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ آپ کو اس کام (راہ سلوک) میں استقامت نصیب کرے لقمہ پراگندہ یعنی حرام سے بچنا اور نفس کی بری صفتوں کو ظاہر نہ ہونے دینا شوق کو بڑھاتا ہے کوشش کریں لقمہ حرام اور مشتبہ نہ کھایا جائے اور نفس کی بری صفتیں یعنی غضب ، بدخلقی اور ناجائز شہوت اور خواہش ظہور میں نہ آئیں جب تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اچھی طرح عاجزی اور التجا نہ کریں ایسی ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچ نہیں سکتے اس لیے ہمیشہ نیاز مند اور خاکسار رہنا چاہیے اور ہر ذرہ کے آگے تواضع اور فروتنی کرنی چاہیے۔(72)

انسانی رویوں میں غافل ہونا بہت بڑا جرم ہے یہ دراصل اپنی ذمہ داریوں سے فرار ہونا ہے اس حوالے سے حضرت خواجہ باقی اللہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''اگر کبھی غفلت آجائے تو اس کو بڑا گناہ جانے اور بہت غمناک اور بے قرار ہو جائے اور اس غم والم کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں بڑے درد کے ساتھ روئے تا کہ اللہ تعالیٰ بشریت کی بری صفتیں تجھ سے دور کر دے تجھے چاہیے کہ ہمیشہ عاجز اور خاکسار اور بے چارہ بنا رہے تا کہ وہ بے چاروں کی دعا کو قبول کرنے والا تیرا بھی کام بنا

Marfat.com

دے تجھے چاہیے کہ کسی پر اعتراض نہ کرے کسی کے دل کو نہ ستائے
اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی محبت کو دونوں جہان کی سعادت جانے تجھے
چاہیے کہ جاہل صوفیوں کی مجلس سے دور رہے۔(73)

صوفیہ کرام وقت بیعت یعنی کسی طالب کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کرتے وقت اسے گذشتہ گناہوں سے توبہ کرواتے تھے بعد میں اس کی اصلاح کا عمل شروع کرتے تھے حضرت خواجہ محمد باقی اللہ اس حوالے سے اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''پوشیدہ نہ رہے کہ توبہ کے بھی بہت درجے ہیں پہلا درجہ کفر سے توبہ کرنا پھر ایمان تقلیدی سے، پھر گناہوں سے، پھر ان صفات سے جن سے یہ گناہ پیدا ہوتے ہیں جیسے کھانے (زیادہ) کھانے کی حرص، کلام کی خواہش، مال و جاہ کی دوستی، حسد، کبر، ریا وغیرہ وغیرہ جو سب کی سب ہلاک کرنے والی ہیں۔ پھر نفسانی وسوسوں اور خطروں اور ناجائز اور بے ہودہ اندیشوں سے پھر ذکر الٰہی کی غفلت سے، خواہ ایک ہی دم ہو چونکہ ذکر (جس سے مراد حضور اور آگاہی ہے) کے درجات بے نہایت ہیں اس لیے توبہ کے درجات بھی بیشمار ہیں کیونکہ ہر ناقص امر سے توبہ کرنا واجب ولازم ہے پس پہلے قدم میں اپنے گذشتہ گناہوں سے پشیمان ہونا اور اس بات کا ارادہ کرنا کہ حتی المقدور ایسا کام پھر نہ کروں گا طلب کی ضروریات میں سے ہے ایسی توبہ اگرچہ پہلے ہی قدم میں ظاہر ہو جاتی ہے لیکن کسی وقت بھی سالک سے دور نہیں ہو سکتی حضرت سہل تستری فرماتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ تو گناہ کو نہ بھولے یہ بات بھی مذکورہ بالا کلام کی تائید کرتی ہے کیونکہ جب تمام حجابات اور منازل سے پشیمانی ہوگی تو توبہ بھی ہرگز ختم نہ ہوگی اور مرید (یعنی طالب صادق) وہ ہے جو اپنے

Marfat.com

پہلے ہی ارادہ میں اللہ کی طرف جانے والا ہو۔(74)

حضرت خواجہ محمد باقی اللہ کے خلیفہ حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی کی مجلّہ تصانیف مین سب سے زیادہ شہرت آپ کے مکتوبات کو حاصل ہوئی جو دنیا بھر میں مکتوبات امام ربانی کے نام مقبول ہوئے مختلف زبانوں میں اس کے تراجم بھی ہو چکے ہیں حضرت مجدد الف ثانی کی اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی اللہ سے بھی خط و کتابت رہتی برصغیر میں صوفیانہ مکتوبات نگاری میں آپ کے مکتوبات سب سے نمایاں مقام رکھتے ہیں اور مکتوباتی ادب میں ایک سرمایہ ہیں اپنے ایک مکتوب میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اگر گناہ اس قسم کے ہیں کہ جن کا تعلق اللہ کے حقوق کے ساتھ ہے جیسے کہ زنا کرنا، شراب پینا، سرود اور ملاہی کا سننا، غیر محرم کی طرف بنظر شہوت دیکھنا، بغیر وضو کے قرآن مجید کو ہاتھ لگانا، بدعت پر اعتقاد رکھنا وغیرہ وغیرہ تو ان کی توبہ ندامت اور استغفار اور حسرت و افسوس اور بارگاہ الٰہی میں عذر خواہی کرنے سے ہے اور اگر فرائض میں سے کوئی فرض ترک ہو گیا ہو تو توبہ میں اس کا ادا کرنا ضروری ہے اور اگر گناہ اس قسم کے ہیں جو بندوں پر مظالم اور ان کے حقوق سے تعلق رکھتے ہیں تو ان سے توبہ کا طریق کار یہ ہے کہ بندوں کے حقوق اور مظالم ادا کیے جائیں اور ان سے معافی مانگیں اور ان پر احسان کریں اور ان کے حق میں دعا کریں اور اگر مال و اسباب والا شخص مر گیا ہو تو اس کے لیے استغفار کریں اور اس کا مال اس کے وارثوں اور اولاد کو دے دیں اور اگر اس کا وارث معلوم نہ ہو تو مال و جنابت کے برابر صاحب مال اور اس شخص کی نیت کر کے جس کا ناحق ایذا دی ہو فقراء مساکین پر صدقہ خیرات کر دیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

Marfat.com

بعض علمائے ربانی فرماتے ہیں کہ جب تک انسان دس چیزوں کو اپنے اوپر فرض نہ کرلے کامل ورع (تقویٰ) حاصل نہیں ہوتا۔ 1۔زبان کوغیبت سے بچائے، 2۔بدظنی سے بچائے، 3۔مسخرہ پن یعنی ہنسی ٹھٹھے سے پرہیز کرے، 4۔حرام سے آنکھ بند کرلے، 5۔سچ بولے، 6۔ہرحال میں اللہ تعالیٰ ہی کا احسان جانے تاکہ اس کا نفس مغرور نہ ہو، 7۔اپنا مال راہِ حق میں خرچ کرے اور باطل میں خرچ کرنے سے بچے، 8۔اپنے نفس کے لیے بلندی اور بڑائی طلب نہ کرے، 9۔نماز کی محافظت کرے، 10۔اہل سنت و جماعت پر استقامت اختیار کریں۔(75)

باطن (اپنے قلب وفکر) کی صفائی یعنی تذکیہ نفس کا ظاہر کے ساتھ کیا تعلق ہے اس حوالے سے حضرت مجدد الف ثانی لکھتے ہیں:

غرض ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کرکے باطن کی طرف متوجہ ہونا چاہیے تاکہ غفلت کے ساتھ آلودہ نہ رہے کیونکہ باطن کی امداد کے بغیر احکام شرعی سے آراستہ ہونا مشکل ہے علماء فتویٰ دیتے ہیں اور اہل اللہ باطن کا کام کرتے ہیں باطن میں کوشش کرنا ظاہر کی کوشش کو مستلزم ہے اور جو کوئی باطن ہی کی درستی میں لگا رہے اور ظاہر کی پرواہ نہ کرے وہ وہ ملحد ہے اور اس کے وہ باطنی احوال استدراج ہیں باطنی حالات کے درست ہونے کی علامت ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کرنا ہے استقامت کا طریق بھی یہی ہے۔(76)

علمائے کرام اور صوفیہ کرام کس طرح اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں اور پیری مریدی کی حقیقت کیا ہے اس حوالے سے حضرت شیخ مجدد ہی اپنے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

Marfat.com

علمائے ظاہر شریعت کی دعوت دیتے ہیں اور اولیاء کرام ظاہر شریعت اور باطن شریعت کی بھی وہ پہلے مریدوں اور طالبان خدا کو توبہ وانابت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور احکام شریعت کی بجا آوری کی ترغیب دیتے ہیں پھر ذکر حق سبحانہ کی راہ دکھاتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ اپنے تمام اوقات کو ذکر حق سبحانہ سے ایسا معمور رکھے اور جب ذکر غلبہ پائے اور مذکور کے سوا کسی چیز کو دل میں نہ رہنے دے یہاں تک کہ مذکور کے سوا تمام سے ایسی فراموشی حاصل ہو جائے کہ اگر تکلف سے اشیا کو یاد کرے تو یاد نہ آئیں یقینی امر ہے کہ ولی کے لیے اس دعوت کے واسطے کہ جس کا تعلق ظاہر شریعت اور باطن شریعت سے ہے خوارق کی ضرورت نہیں پیری و مریدی سے مراد یہی دعوت ہے جو خوارق سے سروکار کرامت سے تعلق نہیں رکھتی باوجود اس کے کہ ہم کہتے ہیں مرید رشید اور طالب مستعد سلوک کے طریق میں ہر گھڑی اپنے پیر کے خوارق و کرامات کا احساس کرتا ہے اور معاملہ غیبی میں ہر وقت اسی سے مدد مانگتا اور پاتا ہے اور دوسروں کے لیے ظہور خوارق ضروری نہیں مگر مریدوں کے لیے خوارق پر خوارق اور کرامات پر کرامات ہیں مرید اپنے پیر کی خوارق کا احساس کسی طرح نہ کرے کہ پیر نے مرید کے مردہ دل کو زندہ کیا ہے اور مشاہدہ و مکاشفہ تک پہنچا دیا ہے عوام کے نزدیک ایک مردہ جسم کا زندہ کرنا بڑی بات ہے اور خواص کے نزدیک قلب و روح کا زندہ کرنا قاطع دلیل ہے۔(77)

صوفیہ کرام کے کردار جس کی بنیاد اُسوہ حسنہ پر قائم ہوئی کی بدولت جب معاشروں میں واضح تبدیلیاں سامنے آنے لگے اور مسلمانوں کے سیاسی زوال کے باوجود اسلام کی شوکت میں کوئی فرق ظاہر نہ ہوا تو مغرب مفکرین نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اس ضمن میں اُن کی تین طرح سے تحاریر سامنے آئیں۔

i۔موافقت میں(In Favour) ii۔مخالفت میں(In Opposition)

iii۔بطور مضمون(As Subject)

صوفیہ کرام کی کتب اور اُن کی اصطلاحات کے تراجم بھی ہوئے۔مغرب کی اکثر

Marfat.com

جامعات میں نہ صرف تصوف پر کام ہوا بلکہ اُن کے کتب خانوں میں صوفیہ کے مخطوطات اور مکتوبات موجود ہیں۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مغرب جامعات میں تصوف ایک خاص موضوع تحقیق رہا ہے۔ اس حوالے سے چند مغربی مفکرین کی تصوف پر کی گئی تحقیقات کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔

اے جے آربری (A.J.ARBERRY) کی تصنیف ''صوفی ازم'' (Sufism) بڑی معروف کتاب ہے۔ جس مصنف نے اکابرین صوفیہ کرام کے بنیادی افکار، اعمال کے ساتھ ساتھ سلاسل صوفیہ کے بارے میں وضاحت کے تحریر کیا ہے۔ خاص طور پر انہوں نے صوفیانہ افکار و اعمال کا ڈھانچہ (The Structure of Sufi Theory adn Practices) کے تحت تصوف کی اساس کا ذکر کیا ہے اس میں آربری نے مختلف حوالوں بالخصوص امام قشیری کے حوالے سے پنتالیس (45) صفحات کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح امام غزالی کے حوالے سے تربیت تصوف (Mystical Training) قانون شریعت (Religious Laws) روحانی تجربات (Spiritual Experiences) اور روحانی ضابطہ ونفسیات (Psychology and Spiritual Decipline) کا ذکر کیا ہے۔(78)

اِسی طرح سلاسل تصوف کے بارے میں آربری نے ایک علیحدہ باب قائم کر کے قادریہ، سہروردیہ، شاذلیہ اور مولویہ کا ذکر کیا ہے۔(79)

اِسی مصنف نے مولانا جلال الدین محمد رومی کے حوالے سے بھی ایک کتاب تحریر کی ہے جس کا نام The Life and Work of Jalal-ud-Din Rumi ہے۔ اس تصنیف نے مصنف نے مولانا رومی کی حیات کے علاوہ خاص طور پر اُن کا نظریہ عشق واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور مثنوی کے حوالے سے عشق اور عاشق کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ کتاب کے تیسرے باب کو آربری نے Romance of Revolution (محبت کا انقلاب) قرار دیا ہے اور ایک مقام پر لکھا ہے کہ:

Marfat.com

" Love is the motive force of all creation.

It transforms the quality of life". (80)

یعنی محبت تمام تخلیقات کا سب سے بڑا محرک ہے۔ یہ زندگی کے جوہر کو شفاف رکھتی ہے۔

سلاسل صوفیہ کا معاشرے میں کیا کردار ہوتا ہے۔ یہ فرد اور معاشرے میں ربط کیسے رکھتے ہیں۔ جے سپنسر (J. Spencer) اس ضمن میں اپنی تصنیف The Sufi Orders in Islam میں لکھتے ہیں:

The soical role of the orders, though seconadry to the religious, was so important that no study of Islamic Society ought to ingnore them. In traditional life religion was the synthesis of human activity, all society was religious society. The orders, binding together individuals under a supernatural bond, were themselves a social power. Orders came to be associated in variouis ways with differetn starta of society. They frequently had a spcial relationship with social classes, regions, clause and ocupational groups" (81)

سلاسل (صوفیہ) کے سماجی کردار کو نظر انداز کر کے اسلامی معاشرے کا مطالعہ نہیں کیا

Marfat.com

جاسکتا۔ روایتی مذہبی معاشرہ میں انسانی سرگرمیاں ایک مافوق الفطرت قوت کے ساتھ جُڑی ہوتی ہیں۔ سلاسل نے فرد کو معاشرہ کے ساتھ جوڑا اور انہوں نے مختلف طریقوں سے سماج کی رہنمائی اور مدد کی اور سماج کے مختلف طبقات، علاقوں اور مقہور گروہوں میں خاص تعلق قائم کر دیا۔

فاضل مصنف نے سلاسل تصوف کے سماجی اثرات کے علاوہ اپنی تصنیف میں سلاسل کے ثقافتی، تعلیمی، سیاسی اور شاعرانہ خدمات واثرات کا بھی ذکر کیا ہے۔

مغلیہ عہد سے قبل برصغیر میں جو صوفیانہ ادب تحریر کیا گیا اُس حوالے سے بروس بی لارنس BRUCE.B.LAWRRENCE نے اپنی تصنیف Notes from a Distant Flute میں قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اُس میں عہد بہ عہد تصنیف ہونے والے ادب کا نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ فارسی اشعار کے حوالہ جات بھی نقل کیے ہیں۔ خاص طور پر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا جس شعر کو سن کر حالت جذب میں رہ کر وصال فرما جانا تحریر کیا ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جانے دیگر است

فاضل مصنف نے اس کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

" Those slain by the dagger of submission, Every momment get a new life promote the unseen".

اس شعر کے حضرت قطب الدین کی ذات پر اثر کے حوالے سے بروس نے لکھا کہ:

" This line so captivated Qutb-ud-Din that for four days and nights he remained dumbfounded, continually loging to hear this line repeated. On the fifth night, he died. Amir Hassan Dihlwi has referred to

Marfat.com

the event in a quatrain which is recited to the present day".

''جان برایں یک بیت دارہ است آن بزرگ آری این گوہر زکانی دیگر است
کشتگان خنجر تسلیم راہر زمان ازغیب جانے دیگر است''

That saint who gave up his soul on this verse take note: what a rare gem he was.
Those slain by the dagger of submissions,
Everymovement get a new life promote unseen (82)

اس خاص واقعہ کے علاوہ اس کتاب میں جن کتب کا تذکرہ ملتا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

''فوائد الفواد، خیر المجالس، سیر الاولیاء، افضل الفوائد، جوامع القلم، انیس الارواح، دلیل العارفین، فوائد السالکین، راحت القلوب، اصول الطریقہ، سرور الصدور، احسن الاقوال، نفائس الانفاس، غربت الکرامات، باقیات الغرائب''(83)

فاضل مصنف نے صوفیہ کی تعلیمات وتصنیفات کے علاوہ اُن کے اثرات کا بھی ذکر کیا ہے جس کا ایک حوالہ اوپر گزر چکا ہے۔

تصوف کے حوالے سے معتبر نام مارٹن لنگز (Martin Lings) کا ہے۔ جو تصوف کا مطالعہ وتحقیق کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور مارٹن لنگز سے ''ابو بکر سراج الدین'' بن گئے مارٹن لنگز کا تعارف کرواتے ہوئے مفسر قرآن اور معروف سیرت نگار حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری ضیاء النبی جلد ششم میں رقمطراز ہیں:

مشہور برطانوی مستشرق ڈاکٹر مارٹن لنگز مصر یونی ورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر

Marfat.com

رہے پھر ''برٹش میوزیم لائبریری'' کے سربراہ کی حیثیت سے کام کرتے رہے انہوں نے اسلام کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ اسلام کی تعلیمات کا دوسرے ادیان کی تعلیمات سے موازنہ کیا۔ اسلامی تصوف خصوصی طور پر ان کے زیر مطالعہ رہا آخر کار قسمت نے یاوری کی اور بقول علامہ زکریا ہاشم: ''وہ تصوف کی سیڑھی کے ذریعے خدا تک جا پہنچے'' انہوں نے ابوبکر سراج الدین کا اسلامی نام اختیار کیا اور اسلام کی نورانی اور حیات بخشی تعلیمات کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ انہوں نے سیرت رسول ﷺ پر کتاب لکھی۔ وہ اپنے اسلام قبول کرنے کے متعلق لکھتے ہیں ''مجھے اسلامی تصوف کی انسان دوستی، ذوق و وجدان، خدا سے بندوں کے تعلقات اور انسانوں کے باہمی تعلقات کے کے متعلق واضح احکامات نے اسلام کی طرف مائل کیا۔(84)

مذکورہ موصوف نے تصوف پر بھی تحریر کیا اور اُن کی معروف کتاب What is Sufism تصوف کیا ہے؟ انگلش اور اردو دونوں زبانوں میں مقبول ہوئی اِس کتاب میں انہوں نے تصوف کی انفرادیت (Exclusiveness) اور " Sufism Thoughout the centuries" کے حوالے سے خاص طور پر لکھا ہے۔

Marfat.com

فصل سوم:

عملی اور خانقاہی تناظر میں

معاشروں کو اسلامی تہذیب وتمدن افکار واخلاق، رسم ورواج کا پابند کرنے اور رکھنے کے لئے صوفیاء کرام نے تحریر وتالیف، تقریر وتبلیغ اور تدریس ومکتوبات کے علاوہ خانقاہی نظام بھی قائم کیا۔ اس کو ایسے ہی سمجھا جا سکتا ہے جیسے نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی کے ساتھ صفہ کے نام سے جو ادارہ قائم کیا جو بظاہر تو ایک تعلیمی ادارہ تھا لیکن تعلیم کے ساتھ ساتھ وہاں کردار سازی کا اہتمام خود معلم انسانیت فرماتے۔ یوں وہاں تعلیم اور تربیت دونوں کا اہتمام تھا کیونکہ تعلیم بغیر تربیت کے فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ صوفیاء کرام نے اس نبوی منہج کو سامنے رکھتے ہوئے تعلیم کے ذریعے ذہن سازی اور تربیت کے ذریعے کردار سازی کا فریضہ سر انجام دیا تاکہ افکار کی پختگی کے ساتھ کردار کی عمدگی سے بھی معاشرہ بہرہ یاب ہو سکے۔ صوفیہ کرام کے پیش نظر ہمیشہ انسانیت رہی اور انہوں نے انسانی بنیادوں پر انسانوں کو سنوانے کی سعی فرمائی۔ کیونکہ اُن کا وجود اپنوں ہی کے لیے سحاب کرم نہ ہوتا بلکہ غیروں کو بھی اس سے کماحقہ مستفید کرتے اُن کے انہی رویوں کی وجہ سے اسلام کی وسعت اور آفاقیت کا اظہار ہوتا رہا ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اپنے شیخ ابوالنجیب سہروردی کے حوالے سے ایک واقعہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں ایک مرتبہ شام کے سفر میں اِن کا ہم سفر تھا اثنائے سفر میں بعض سرداروں (دنیا داروں) نے فرنگی قیدیوں کے سروں پر (جو صلیبی جنگ میں اسیر کیے گئے تھے) جو بیڑیاں پہنے ہوئے تھے ہمارے کھانے کے خوان بھیجے جب دسترخوان بچھایا گیا تو قیدی برتنوں کے

Marfat.com

خالی ہونے کے انتظار میں بیٹھ گئے اُس وقت شیخ محترم نے کہا کہ ان سب قیدیوں کو بلالو تا کہ وہ ہم درویشوں کے ساتھ کھانے میں شریک ہوں۔ خادم ان سب کو لے کر آیا تو سب کے سب ایک صف میں دسترخوان پر بٹھا دیئے گئے۔ اُس وقت شیخ اپنے مصلے سے اُٹھے اور خراماں خراماں ان کے پاس آ کر ان کے درمیان بیٹھ گئے گویا وہ ابھی ان میں سے ایک ہیں۔ اس کے بعد سب نے کھانا کھایا اُس وقت ہمیں آپ کے چہرے پر اُن کے باطن کے خلوص، تواضع للہ، عاجزی وانکساری کی وہ جھلک نظر آئی جس سے اُن کے ایمان اور وسعتِ علم وعمل کا پتہ چلتا تھا''۔(85)

صوفیہ کرام کی یہ فکری کشادگی اور قلبی وسعتیں سخت سے سخت دشمن میں بھی اُن کے اس طرح کے رویوں کی اساس کی تلاش کی جستجو پیدا کرتی تھیں اور لامحالہ وہ قرآن کریم، اسوۂ رسول کریم ﷺ اور احکام اسلامی کی طرف مائل ہوتے۔ صوفیہ کرام رویوں کی تبدیلی کے لئے مختلف مواقعوں پر مختلف صفات سے کام لیتے چونکہ انہوں نے لوگوں کو مکارم اخلاق کا پابند کرنا ہوتا اس لیے پہلے وہ خود رذائل اخلاق سے مجتنب ہوتے اور اپنی ذات کو مکارم اخلاق سے آراستہ کرتے تا کہ مخاطب کے سامنے کسی صفت کی تشریح کرتے وقت عملی نمونہ پہلے ہی ظاہر ہو چکا ہو۔ ایثار وسخاوت ایک بہت بڑی خوبی ہے اس کی ضد بخل ہے جس کی ممانعت ہے اور پھر سخاوت کی خوبی ہی صدقہ وخیرات اور خدمت خلق کی سوچ کو راسخ کرتی ہے۔ اس ضمن میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں:

''صوفی کو ایثار پر اس کے نفس کی طہارت اور طبعی شرافت ہی آمادہ کرتی ہے اللہ کسی کو صوفی اُس وقت بناتا ہے جب اُس کی فطرت میں سخاوت کا وصف موجود ہو اور اُس کی سرشت میں سخاوت کی استعداد پیدا ہو جائے یعنی جو فطرتاً سخی ہے وہ صوفی بن سکتا ہے اس لئے کہ سخاوت کا وصف ایک فطری وصف ہے اور بخل اُس کی متضاد صفت ہے یہ بھی ایک نفسانی صفت ہے اور لوازم نفسانی میں سے ہے اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسانی نفس کے لوازم میں بخل اور خود غرضی موجود ہے۔ اس لیے نفس کی عنصری اصل مٹی ہے اور مٹی میں قبض وامساک موجود ہے پس آدمی سے اگر بخل وامساک کا صدور ہو تو تعجب خیز امر نہیں

Marfat.com

ہے کہ وہ اس کی جبلت ہے لیکن تعجب اس بات پر ہے کہ سخاوت اس کی فطرت میں شامل ہو"۔(86)

صوفیہ کرام چونکہ واصل اِلی الحق ہوتے ہیں اس لیے اُن کی اپنی اغراض نفسانیہ پر توجہ نہیں ہوتی نہ ہی اُن کا یہ مقصود ہوتا ہے اُن کا مقصود صرف خالق ہوتا ہے اور ہر وہ فعل جس سے اُس کی رضا حاصل ہو وہ اُن کے لیے اپنی ذات سے مقدم ہوتا ہے اور پھر صفات الٰہیہ سے متصف ہونے کے لیے جس طرح رب ایک ایک کو کھلاتا پلاتا ہے چاہے وہ ایمان لائے یا انکار کرے تو صوفیہ کرام بھی اپنے معبود حقیقی کی رضا کے لیے اپنے خوان نعمت کو ہمیشہ وسیع سے وسیع کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہر ایک کے لیے وہاں سے حصول نعمت ممکن ہوتا ہے۔ اُس میں شاہ و گدا، گورے و کالے، اپنے پرائے میں کوئی فرق نہیں رکھا جاتا سب کو خالق کا کنبہ سمجھ کر اُن کو اُن کا حصہ عطا کیا جاتا ہے۔

صوفیہ کرام اپنے ہاں آنے والے مہمانوں کی خود خدمت کرنا باعث ترقی درجات سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ نہ صرف کھانا کھلانے میں اخلاص کی رعایت کرتے بلکہ کھانا پکانے میں بھی ایسی ہی سوچ کی تلقین کرتے اس طرح کا مزاج حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بند کا بیان ہوتا ہے اس حوالے سے پروفیسر نور بخش توکلی لکھتے ہیں:

"حضرت خواجہ اکثر اوقات کھانا پکانے اور دستر خوان کی خدمت خود کیا کرتے تھے اور درویشوں کو بالخصوص طعام کھانے کے وقت وقوف و حضور کی رعایت کا حکم دیتے اور تاکید کرتے اگرچہ دستر خوان پر بڑا اجتماع ہوتا مگر ان میں کوئی غفلت سے لقمہ کھاتا تو آپ برائے شفقت و تربیت اُسے آگاہ فرماتے اگر کھانا غصہ و کراہت سے پکا ہوتا آپ اُسے نہ کھاتے اور درویشوں میں سے بھی کسی کو کھانے نہ دیتے اگر کوئی شخص کفگیر کو غصے یا کراہت کی حالت میں دیگ میں مارتا آپ اُس کھانے کو نہ کھاتے اور فرماتے جو کام غضب و غفلت یا کراہت و دشواری سے کیا جائے اُس میں خیر و برکت نہیں ہوتی۔(87)

حضرت کا حالت غصہ میں پکانے سے منع کرنا یا ایسی حالت میں پکا ہوا کھانا نہ تناول فرمانا ایک طرح سے تنبیہ ہے کہ خدمت خلق بوجھ، مشکل یا کراہت کے ساتھ نہ کی جائے

Marfat.com

بلکہ اللہ کی رضا کے لیے بخوشی اس طرح کے تمام اعمال کو سرانجام دیا جائے اور پھر کھانا مہمانوں کو کھلانا ایک بڑا اچھا عمل ہے۔ مہمان اللہ کی رحمت ہوتا ہے تو اللہ تو تم پر رحمت کرے مہمان بھیج کرے تو اُس رحمت کا استقبال کراہت اور غصے کی حالت میں کرو یہ اللہ کی ناراضی کا سبب ہے۔ جس سے حضرت خواجہ نقش بند اپنے مریدین اور متبعین کو بچانے کی سعی کررہے ہیں۔

صالحین کا ذکر سن کر شاید کسی کے ذہن میں یہ بات آتی ہو کہ ان کا زیادہ وقت زہد و تقوی کے ساتھ عبادت وریاضت ہی میں بسر ہوتا ہوگا یہ بات درست ہے کہ اُن کی حیات کا ہر لمحہ یاد الٰہی ہی میں بسر ہوتا تھا لیکن ساتھ ہی کبھی ایسا نہ ہوا کہ وہ انسانی حقوق کی ادائیگی سے بے پرواہ ہوئے ہوں اور اُن کے پاس آنے والے عقیدت مندوں کی کثرت کو اُن سے کوئی گلہ ہوا ہو۔ اِس حوالے سے ایک مثال پیش کی جارہی ہے۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر سلسلہ چشتیہ کے اکابرین میں سے ہیں۔ سرزمین پنجاب اُن کے زیر بارِ احسان ہے آپ نے اپنے اوقات کی تقسیم کس طرح کی ہوتی تھی اس ضمن میں جعفر قاسمی حضرت کے روزہ مرہ معمولات کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شیخ کا معمول تھا کہ وہ اپنی خانقاہ آنے والوں کی سہولت کے لئے آدھی رات تک کھلی رکھتے تھے رات کا زیادہ حصہ عبادت میں گزارتے تھے اور سورج طلوع کے بعد بھی عبادت اور مراقبے میں مصروف رہتے ہیں۔ طہارت وصفائی اُن کی فطرت ثانیہ تھی۔ روزانہ غسل کرنا اُن کی عادت تھی کبھی اپنی خالق کی حمد وثناء میں اشعار پڑھتے تھے اور کبھی تمام مخلوق کی بخشش کی دعائیں مانگتے ہوئے بے حد گریہ زاری کرتے تھے اس کے بعد وہ دوپہر تک آنے والوں سے ملاقات کرتے پھر تھوڑی دیر قیلولہ کے بعد نماز پڑھتے اور خانقاہ کے مکینوں کی ضروریات پوری کرنے پر توجہ دیتے پس اس طرح وہ خدا کی عبادت کے ساتھ ساتھ نو بشر کی خدمت بھی کرتے تھے ہر آنے والا اُن تک رسائی حاصل کرسکتا تھا بعدہ شیخ آدھی رات کو متفرق کاموں میں مشغول رہتے تھے''۔(88)

صوفیہ کی خانقاہوں کا اکثر وقت کھلے رہنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ لوگ مخلوق کا کتنا مرجع

Marfat.com

تھے اور اِن پر لوگوں کا اعتبار و اعتماد کس حد تک تھا۔ اپنے فکری، علمی، سماجی اور دیگر مسائل کے لیے لوگوں کا صوفیہ کرام کے پاس آنا اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وہ جانتے تھے کہ اِن کے ہر طرح کے ''مرض'' کا علاج صوفیہ کے پاس موجود ہے نہ دروازے پر دربان، نہ قطار، نہ باری کا انتظار، نہ نذرانہ دینے کی فکر، نہ کوئی خاص اپنے لیے نشست کا اہتمام، ہر آنے والا اللہ والے کو اُس کے اخلاص اور چہرے پر ایمانی نور کی وجہ سے پہچان لیتا مزید اُن سے کن اوصاف کا ظہور ہوتا اس حوالے سے داراشکوہ قادری سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے:

''اس گروہ سے زیادہ نہ کوئی بلند حوصلہ اور عالی ہمت ہوسکتا ہے اور نہ کوئی ایسا بے نیاز اور کامل ترین جیسا کہ اولیاء کاملین کی جماعت ہوتی ہے۔ حلم و بردباری، شجاعت و دلیری، سخاوت و جواں مردی وغیرہ اور اخلاق حمیدہ میں اُن کا کوئی ہمسر نہیں ہوسکتا کسی نے شیخ عبداللہ سالمی سے دریافت کیا کہ اولیاء اللہ کو کس طرح پہنچانا جا سکتا ہے؟ فرمایا !زبان کی لطافت و نرمی، حسن اخلاق، کشادہ روئی و خندہ پیشانی، اعتراض سے احتراز کرنا، عذر قبول کرنا، خلق خدا سے شفقت و محبت سے پیش آنا وغیرہ جملہ اخلاق حمیدہ ان میں پائے جاتے ہیں اُن سے محبت کرنا خدا سے محبت کرنا ہے۔ اُن کی صحبت میں رہنا خدا کے قرب کا سبب ہے۔(87)

صوفیہ کرام انسانوں کو صرف عبادات سے متاثر نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اخلاق و کردار اور معاملات زندگی میں حسن معاشرت سے لوگوں کو اپنا گرویدہ کرتے تھے۔ گو کہ یہ عبادات ہی کے اثرات ہوتے اُن کا یہ طریقہ بالکل اُسوۂ حسنہ کے مطابق تھا نبی کریم ﷺ کا تعارف مکہ و دیگر قبائل میں صرف غار حرا کی ریاضتوں کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ وہ حسن معاشرت کی وجہ سے ہوا اور آپ صادق و امین کے طور پر پہنچانے گئے۔ پہلی وحی کے بعد اُم المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ کو جن الفاظ میں تسلی دینا وہ تمام جملے آپ کے سماجی روابط اور خدمات کی واضح دلیل ہے اس لیے صوفیہ کرام نے ہر دور میں اُسوہ حسنہ کے مطابق ہی رویوں کی تطہیر (Purification) کی اس حوالے سے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی فرماتے ہیں:

Marfat.com

''مسلمان وہ ہے جو دشمنوں کے ساتھ بھی بھلائی کرے اگر کوئی تیری راہ میں کانٹا رکھے اور تو اس کے جواب میں کانٹا رکھ دے تو ساری دنیا کانٹوں سے معمور ہو جائے گی عموماً لوگ ایسا ہی کرتے ہیں لیکن درویشوں کا یہ دستور نہیں ہے۔ انہیں نیک و بد دونوں کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے پھر فرمایا بُرا کہنا بے شک بُرا ہے لیکن مگر بُرا چاہنا اُس سے بھی زیادہ بُرا ہے۔(90)

صوفیہ کرام کے بارے میں نہ جاننے والے شاید یہ سمجھتے ہیں کہ اِن کا کام صرف واعظ و نصیحت کرنا اوراوراد و وظائف دینا ہوتا ہے معاشرت سے اِن کو کوئی غرض نہیں ہوتی۔ صوفیہ کرام کے بارے میں ایسا سوچنا ایک مفروضہ (Assumption) ہے حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ صوفیہ کرام کی صحبتوں سے جتنی زیادہ عمل کی استعداد (Capacity) بڑھتی ہے یہ صرف اُنہی کا خاصہ ہے اور عمل بھی خالص، صالح اور ریا سے پاک ہوتا ہے۔ یہ صوفی ہی ہوتا ہے جو ہر عمل کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیتا ہے کہ اس میں اتباع رسول ﷺ اور حسن نیت کس حد تک ہے۔ اس ضمن میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی کا ایک بصیرت افروز واقعہ بیان کرتے ہوئے پروفیسر نور بخش توکلی لکھتے ہیں:

''ایک روز (آپ کی خدمت میں) ایک صاحب حال و کشف درویش آیا اور اُس سے عرض کیا کہ میں اپنے کام میں بستگی اور باطن میں کدورت پاتا ہوں مجھے معلوم نہیں کہ مجھ سے کیا تقصیر سرزد ہوئی ہے آپ نے متوجہ ہو کر فرمایا کہ لقمہ (کھانے میں) بے احتیاطی ہوگئی ہے اُس نے عرض کہ لقمہ تو وہی ہے جو میں ہر روز کھایا کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ جا کر خوب دریافت کرو ہمیں تو بجز اس کے کچھ نظر نہیں آتا لقمہ کے کسی جز میں ضرور فتور آیا ہوگا۔ جب اُس درویش نے اچھی طرح تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ جن لکڑیوں سے کھانا پکایا جاتا تھا اُن میں سے دو تین لکڑیاں ایسی شامل کر دی گئی تھی جن میں احتیاط سے کام نہ لیا گیا تھا۔(91)

حصول رزق اور اکلِ رزق میں جب اتنی احتیاط ہوگی تو ہی بندہ کی دعا اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہوگی بلکہ احادیث کے مطابق اکل حلال قبولیت دعا کی بنیادی شرط ہے۔ رزق حلال کمانے اور کھانے کی تربیت و عادت نہ صرف فرد کی ذات پر اثر انداز ہوتی ہے بلکہ پورا معاشرہ اس روش کے اثراتِ خیر سے بہرہ مند ہوتا ہے۔

Marfat.com

حصول رزق میں صوفیہ کرام ہمیشہ سرکاری مال سے اجتناب ہی کرتے کیونکہ سرکاری مال کے حلال خالص ہونے میں اُن کو شبہ ہوتا ہے اور یہ پاک فکر و پاک باطن ہر مشتبہ چیز سے ہمیشہ مجتنب ہی رہتے تا کہ اُن کو جو طہارت وقلب وفکر اور خشیت وورع حاصل ہے اُس میں کوئی خلل نہ آئے۔اس حوالے سے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی کا واقعہ منقول ہے:

''آپ متاع دنیوی قبول کرنے سے اس قدر متنفر تھے کہ جس وقت آپ نے سفر حجاز کا ارادہ کیا تو مرزا عبدالرحیم خان خاناں نے جو فقراء سے عموماً اور حضرت خواجہ سے خصوصاً کمال عقیدت رکھتا تھا ایک لاکھ روپیہ (اُس زمانے میں) نقد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اور آپ کے ہمراہیوں زاد و راحلہ کے لیے بھیجا اور عرض کیا کہ اِسے قبول فرما کر مجھے ممنون فرمائیں حضرت خواجہ نے یہ سنا تو خفا ہوئے اور فرمایا کہ حج کرنا ہمارے اس قدر ضروری نہیں کہ مسلمانوں کا اس قدر سیم وزر اپنے تصرف میں لا کر ضائع کر دیں وہ روپیہ آپ نے قبول نہ کیا اور واپس کر دیا۔(92)

صوفیہ کرام کے ہاں مخلوق سے ہمدردی وغمگساری عام انسانوں کی نسبت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔غم زدوں، بیچاروں، معذروں اور مفلوک الحال حالات کے ستائے ہوئے لوگوں کے لئے صوفیہ کرام کا وجود مرجع ہوتا ہے۔حضرت خواجہ باقی باللہ ہی کے بارے میں منقول ہے کہ قیام لاہور کے دوران ایک مرتبہ یہاں قحط پڑ گیا آپ نے کئی دن تک کھانا نہ کھایا جس وقت آپ کے سامنے کھانا رکھا جاتا فرماتے کہ یہ انصاف سے بعید ہے کہ یہاں لوگ بھوک کے مارے جان دے رہے ہوں اور ہم کھانا کھائیں۔ماحضر کو بھوکوں کے لیے بھیج دیتے اور آپ قوت روحانی پر گزارا کرتے (93)۔

حضرت خواجہ کے اس عمل کی بکثرت امثال سیرت رسول ﷺ اور تعامل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں موجود ہیں۔صوفیہ کرام کی حیات مبارکہ میں جب کبھی بھی کوئی ایسا موقع آیا جس طرح کا موقع عہد رسالت ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں آیا تو انہوں نے اُس موقع یا معاملے میں وہی عمل پیش کیا جس عمل کا مظاہرہ نبی پاک ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا ہے یہی طرز عمل صوفیہ کرام کی عوام وخواص میں مقبولیت کی دلیل ہے۔

Marfat.com

جنوبی ایشیاء میں جب مسلم حکومت کا خاتمہ ہوا تو مسلمان ہر طرح سے ابتری کا شکار ہو گئے اُن کو فکری، عملی، سیاسی اور سماجی ابتریوں سے نکالنے میں صوفیہ کرام نے ہی اُسوہ حسنہ کا چراغ اپنے کردار سے روشن کیا اور انہوں نے ہر جہت کی طرف بھرپور توجہ دی۔ مسلمانوں کے فکر و عمل کو شریعت کی میزان پر پرکھا لیکن سب سے پہلے انہوں نے اپنے آپ کو اس طرح کردار کے حسن سے مزین کیا کہ جسے دیکھ کر قرون اولیٰ کے اہل ایمان کی یاد تازہ ہوگئی۔ جنوبی ایشیاء کے معروف نقش بندی بزرگ حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوری (1833-1951) کی تربیت اور فکر و عمل کے حوالے سے حکیم سیّد امین الدین احمد لکھتے ہیں:

''حضرت پیر صاحب نے بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ درس نظامی اور اسلامی فنون کی کتب مولانا عبد الرشید، حافظ عبد الوہاب، مفتی عبد اللہ ٹونکی اور مولانا غلام قادر بھیروی سے پڑھیں۔ کانپور، بدایوں، گنج مراد آباد اور بریلی کی درس گاہوں میں مدتوں علم حدیث حاصل کرتے رہے۔ ترکی حکومت کے زمانے میں مکہ معظّمہ کے محدثین سے بھی آپ نے سند حدیث حاصل کی۔ آپ کے والد محترم نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت فرمایا اس کے بعد آپ بابا فقیر محمد چوراہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے اور مرشد کامل کے حکم سے آپ طریقت کی تعلیم میں آخری وقت تک مشغول رہے آپ ہر سال رمضان المبارک میں پہلے والد مرحوم کی مسجد میں تراویح میں قرآن سناتے اور پھر دوسرے شہروں میں قرآن شریف ختم کرتے۔ اکثر مقامات پر شبینہ سناتے سناتے دہلی تک پہنچ جاتے اور مسجد فتح پوری میں شبینہ سناتے۔ آپ نے بے شمار مرتبہ دو رکعتوں میں سارا قرآن مجید ختم کیا آپ نے اپنی پوری زندگی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں اسلام کی خدمت نہ کرلوں اُس وقت تک کھانا نہیں کھاتا۔ تبلیغ و خدمت کی غرض سے پاک و ہند کے دور دراز شہروں اور قصبوں میں تشریف لے جاتے وہاں مسلمانوں کو دینی مسائل بتاتے اور ایمان کی تلقین فرماتے جب تک جہاں قیام فرماتے ہر روز رات کو وعظ فرماتے آپ کے مواعظ حسنہ

Marfat.com

کی یہ خصوصیت تھی کہ نہایت صاف اور آسان زبان میں چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑے بڑے دینی اور علمی مسائل بیان کرتے تھے اور یہی آپ کی سب سے بڑی کرامت تھی۔ خدمت اسلام کی خاطر اور سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان بچانے کی غرض سے آپ بہت کم علی پور میں قیام کرتے۔ آپ نے 80 سال سے زیادہ مدت میں ہر سال لاکھ دو لاکھ بے نمازیوں کو اپنے روحانی تصرف اور توجہ سے پختہ نمازی بنا دیا اور بے شمار بے دینوں کو راہ مستقیم دکھائی اور احکام شریعت کا پابند بنایا۔ آپ ہر سال ایک کثیر جماعت لے کر مدینہ طیبہ حاضر ہوتے اور اس مقدس شہر کے شرفاء، علماء، فضلا، صالحین، مساکین کے علاوہ وہاں کے چرند و پرند، شجر و حجر، گل و خار اور خاک و غبار تک کی بہت تعظیم کرتے۔ اس دربار اقدس کے بزرگوں، درویشوں اور جاروب کشوں کی کئی روز تک دعوت کرتے۔ (94)

دوسروں کی تربیت سے قبل صوفیہ کرام خود تربیت حاصل کرتے تھے جن میں علماء و مشائخ سے حظ وافر حاصل کرتے حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ کے منہج تربیت و تبلیغ سے مسلمانوں کی ایک کثرت نہ صرف بہرہ یاب ہوئی بلکہ وہ لوگ اس خطے میں دفاع اسلام کی خاطر اٹھنے والے تحریکوں میں نمایاں رہے۔

اِسی طرح اس خطے کی ایک بہت بڑی شخصیت حضرت میاں شیر محمد شرق پوری (1865-1928) جو سلسلہ نقش بندیہ سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے بھی احیائے سنت میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا اور ہر اُس فکر، انداز اور رویے کی مذمت کی جو خلاف سنت تھا۔ اس حوالے سے صوفی محمد ابراہیم قصوری لکھتے ہیں:

"بڑے بڑے بی اے، ایم اے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے جب آپ اُن کی حجامت دیکھتے تو فرماتے کیا تمہارے باپ کی شکل بھی ایسی ہی ڈاڑھی مُنڈی ہوئی ہے؟ کیا تم کو اپنے باپ کی شکل بُری معلوم ہوتی ہے؟ ہمارے سکھ بھائی تو ایسا نہیں کرتے اُنہیں تو جو اُن کے گرو صاحب نے تعلیم دی ہے اُن پر کیسا عمل کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے ہمارا خداوندی قانون کیا کم ہے؟ کیا سکھوں کو نوکری نہیں ملتی۔ افسوس تو اس بات پر ہے کہ مسلمان قیدیوں کی حجامت میں ڈاڑھی مونڈ دیتے ہیں مگر سکھوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔

Marfat.com

انگریزوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ مسلمان اپنے مذہب میں کچے ہیں پھر آپ (حضرت میاں صاحب) پوچھتے! کہ تم نے کتنے سال انگریزی پڑی ہے؟ جواب ملتا کہ پندرہ سولہ سال آپ پوچھتے کہ بسم اللہ کے معنی بتاؤ؟ جواب نفی میں ملتا تو آپ فرماتے کہ یہ مسلمانوں کے بچے ہیں کہ بسم اللہ کے معنی بھی نہیں جانتے انگریزی کو تو بغیر معنوں کے کوئی نہیں پڑھتا مگر قرآن شریف کو بغیر معنوں کے پڑھتے ہیں۔ انگریزی قانون تو ہر ایک جانتا ہے مگر خدائی قانون کی کوئی خبر نہیں کہ قرآن شریف میں کیا حکم ہے۔۔۔۔۔ حضرت میاں صاحب اپنے ہر مکتوب میں ایک جملہ ضرور لکھتے کہ ''دین کی سعی کرو'' سنت رسول کے مطابق سفید لباس پسند کرتے اور اکثر اتباع سنت میں صرف پگڑی والے ٹوپی اور ٹوپی والے پگڑی باندھ دیتے اور فرماتے کہ صرف ٹوپی عیسائی پہنتے ہیں اور صرف پگڑی یہودی باندھتے ہیں۔ (95)

عموماً لوگ ٹوپی پگڑی (عمامہ) ڈاڑھی یا اس طرح کی دیگر سنن (سنتوں) کو چھوٹا کہہ کر توجہ نہیں کرتے صوفیہ کرام کا یہ نقطہ نظر ہے کہ سنت کوئی بھی چھوٹی نہیں بلکہ سنت، سنت ہی ہے اور ہر سنت عظیم ہے اور مومن کی نبی کریم ﷺ سے نسبت کو استحکام عطا کرتی ہے۔

صوفیہ کرام رذائل سے کما حقہ اجتناب کرتے اور اس کی تلقین کرتے جس میں اوراد و وظائف شامل ہوتے تا کہ قلب و فکر کو اطمینان و سکون حاصل رہے۔ پنجاب کے معروف صوفی حضرت پیر سیّد محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرماں والے (1885-1966) اس حوالے سے فرمایا کرتے تھے:

دو وظائف سے بڑا کوئی وظیفہ نہیں اسم ذات کا ذکر اس طرح کرنا چاہیے کہ ''ذاکر کے علاوہ کسی دوسرے کو علم نہ ہو سکے کہ دھیان اللہ کی طرف لگا ہوا ہے۔ یہ ذکر چلتے پھرتے، سوتے جاگتے اور کام کاج میں ہر وقت ہو سکتا ہے۔ فرماتے ''قلب کی تاریکی اور ظلمت کو دور کرنے کے لئے درود شریف سے بہت کوئی عمل نہیں''۔ آپ درود شریف عموماً تہجد یا عشاء کے بعد کم از کم پانچ سو بار پڑھنے کو فرماتے تھے فرمایا کہ یہ ایسا عمل ہے کہ انسان کا ظاہر و باطن چمک اُٹھتا ہے درحقیقت ان دو اذکار سے بڑھ کر تیسرا عمل نہیں۔ اسمِ ذات کو سلطان الاذکار کہا گیا ہے۔۔۔۔ ایک مرتبہ ایک میجر صاحب حاضر خدمت ہو کر بولے مجھے غصہ

Marfat.com

زیادہ آتا ہے فرمایا نفس کے لیے آتا ہے تو بُرا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے لیے آتا ہے تو اچھا ہے وہ بولے کہ کوشش کے باوجود انسان بدی سے باز نہیں آتا۔ فرمایا! اللہ اللہ کرتے رہے اور نیکی کی طرف غالب رہے اللہ خود ہی ایک روز نیکی کو غالب کر دیں گے۔ وہ بولے حضرت توجہ فرمائیں کہ میں نیکی کی طرف راغب ہو جاؤں فرمایا! نیکوں کی صحبت اختیار کریں اللہ پاک نیک کر دے گا۔ (96)

سادہ جملے، پُر خلوص لہجہ، بے لوث انداز، خیر خواہی کا جذبہ، دل میں یادِ الٰہی اور محبت رسول ﷺ، ماحول میں اطاعت رسول کے رنگ یہ ہوتا ایک صوفی کا ظاہر و باطن منظر جو آنے والے کو زندگی کی حقیقت سے آشنا کرتا اور اُس کو اُس کے مقصدِ تخلیق اور منزل حیات کا واضح راستہ دکھاتا۔ یہی حضرت کرماں والوں کی زبان پر اکثر لوگ یہ جملہ سنتے ''رسول اللہ ﷺ کی بڑی شان ہے'' آپ کا یہ فرمان اور تکیہ کلام ایک حقیقت ہے آپ کا اکثر یہ فرمانا صوفیہ کرام کے بارے میں ایک مغالطہ (Misunderstanding) کا خاتمہ کرنا تھا کہ صوفیہ کرام اسلام کے متوازی کسی نظام کی طرف نہیں بلاتے ہیں بلکہ صوفیہ اسلام ہی کی طرف بلاتے ہیں اور اُس اساس ذات رسالت ﷺ سے کامل وابستگی ہے اور پھر اخلاص و محبت کے جذبے سے اُس شان والے نبی ﷺ کے پیروکار بنے کہ وہ نہ صرف خود شان والے بنے بلکہ وہ جس معاشرے میں بھی گئے وہاں کی شان بن گئے۔

Marfat.com

حوالہ جات باب دوم

1۔قادری، داراشکوہ، شہزادہ، سفینۃ الاولیاء، مترجم محمد علی لطفی، نفیس اکیڈمی کراچی۔ص 71 س۔ن

2۔ایضاً ص69

3۔ایضاً ص72

4۔ایضاً ص73

5۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد 4 پنجاب یونی ورسٹی لاہور 1969ء ص639

6۔ایضاً ص651۔652

7۔بریلوی، شمس صدیقی، مقدمہ غنیۃ الطالبین مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی 1982 ص

8۔ایضاً ص

9۔ایضاً ص

10۔دہلوی، عبدالحق شیخ، اخبارالاخیار، مترجم سبحان محمود و محمد فاضل، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی س۔ن ص33

11۔سفینۃ الاولیاء ص69۔70

12۔ایضاً ص76

13۔اخبارالاخیار، ص38۔39

14۔جیلانی، شیخ عبدالقادر، الفتح الربانی،

15۔سفینۃ الاولیاء ص84

16۔اخبارالاخبار ص50۔55

17۔ایضا

18۔چشتی، عبدالرحمٰن، مراۃ الاسرار، مترجم کپتان واحد بخش سیال جلد 2، صوفی فاؤنڈیشن لاہور 1982، ص17

Marfat.com

19۔ایضاً، ص34، مزید دیکھئے گلزار ابرار، محمد غوثی شطاری، مترجم فضل احمد جیوری، اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور، حضرت خواجہ غریب نواز حیات وتعلیمات مفتی سیّد ضیاء الدین نقش بندی، حیدر آباد بھارت۔

20۔مراۃ الاسرار ص35، اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد16 گلزار ابرار ص37۔

21۔مراۃ الاسرار، ص35۔39، گلزار ابرر ص27۔28، اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد16 ص645۔646

22۔خزینۃ الاصفیاء بحوالہ حضرت خواجہ غریب نواز حیات وتعلیمات

23۔نظامی، خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، جلد اول ادارہ ادبیات دہلی، 1980 ص191۔192

24۔اردو دائرہ معارف، اسلامیہ جلد، 1/16 پنجاب یونی ورسٹی لاہور 1978، ص648

25۔تاریخ مشائخ چشت، ص200۔201

26۔مراۃ الاسرار ص39۔40

27۔اخبار الاخیار ص58۔59

28۔مراۃ الاسرار ص39۔40

29۔تاریخ مشائخ چشت ص203

30۔مراۃ الاسرار ص43۔44

31۔ایضاً ص50۔51

32۔ایضاً ص48۔49

33۔اخبار الاخبار،

34۔عوارف المعارف، مقدمہ شمس بریلوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی 1977ء ص103

35۔ایضاً ص105

36۔ایضاً ص106

37۔ایضاً ص107

38۔ایضاً ص108

39۔سلام سہروردی، تذکرہ حضرت شیخ الشیوخ، مرکز علم وفن پشاور، 1970 ص76۔84

40۔ایضاً

41۔ایضاً

Marfat.com

42۔عوارف المعارف، مقدمہ شمس بریلوی ص115

43۔ایضاً ص35

44۔توکلی، نوربخش، تذکرہ مشائخ نقش بندیہ، نوری بک ڈپو لاہور 1976۔ص101

45۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونی ورسٹی لاہور جلد 22 ص434

46۔ایضاً ص435

47۔جامی، عبدالرحمٰن، نفحات الانس، مترجم شمس بریلوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی 1982 ص621۔622

48۔اردو دائرہ معارف، اسلامہ ص435

49۔تذکرہ مشائخ نقش بندیہ ص108۔109

50۔ایضاً ص121

51۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ محولہ بالا

52۔ایضاً ص436

53۔تذکرہ مشائخ نقش بندیہ ص125۔130

54۔نفحات الانس، ص623۔624

55۔تذکرہ مشائخ نقش بندیہ ص118

56۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ محولہ بالا

57۔طوسی، ابونصر سراج، کتاب اللمع فی التصوف، مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، 1986 ص50-49

58۔ایضاً ص154

59۔ایضاً ص48

60۔ دہلوی، شیخ عبدالحق، اخبار الاخیار (مقدمہ)، مترجم مولانا سبحان محمود، مولانا محمد فاضل، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی س۔ن۔س ص28-26

61۔نظامی، خلیق احمد، ادارہ ادبیات دلی (ہندوستان) جلد اول 1980 ص87

62۔مکی، ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی، قوت القلوب، جلد اول مترجم محمد منظور الوجیدی، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1984ء ص317-316

63۔سہروردی، شیخ شہاب الدین، عوارف المعارف، مترجم شمس صدیقی بریلوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی

Marfat.com

کراچی 1977 ص 219

64۔ایضاً ص175

65۔ایضاً ص393-392

66۔ایضاً ص 396

67۔ایضاً ص408

68۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمہ ابن خلدون، حصہ دوم مترجم راغب رحمانی دہلوی، نفیس اکیڈمی کراچی 1980 ص369

69۔ایضاً ص370

70۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد 21 دانش گاہ پنجاب یونی ورسٹی لاہور 1987ء ص78-47

71۔دہلوی، خواجہ محمد باقی اللہ، مکتوبات شریف، مترجم قاضی عالم الدین، اللہ والے کی قومی دکان لاہور س۔ن ص95 (مخزونہ میاں جمیل احمد شرق پوری مین لائبریری پنجاب یونی ورسٹی لاہور)

72۔ایضاً ص113

73۔ ایضاً ص117-116

74۔ایضاً ص134

75۔ انوارِ اصفیاء، شعبہ تصنیف و تالیف، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1967ء ص475-474 (مکتوبات امام ربانی میں اس کا مکتوب نمبر 66 ہے)

76۔ایضاً ص476 (مکتوب نمبر 87)

77۔ایضاً ص477-476 (مکتوب نمبر 82)

78.ARBERRY, A.J , Sufism (An Account of the mystics of Islam) . George Allen and Unwin Ltd, London First Published 1950 Page 74-83.

79.IBID, P-84-87

80.ARBERRY, A.J , The life and work of Jalal-ud-Din Rumi, Pakistan National Council of the Arts Islamabad, 1991, Page 239.

81.Trimingham, J. Spencer, The Sufi orders in Islam, Oxford

Marfat.com

University Press London , 1971 Page 233.

82.Lawrance Bruce B, Notes from a Distant Flute (The Extant Literature of Pre Mughal Idnian Sufism) Imperial Iranian Academy of Philosophy Tehran 1978, Page 22,23.

83.IBID Page 27-45

84۔الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، جلد ششم ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1418 ہجری ص 216-217 پیر صاحب نے یہ حوالہ علامہ زکریا ہاشم کی کتاب ''المستشرقون والاسلام (م 1968) سے ذکر کیا ہے۔ مارٹن لنگز کی کتاب What is Sufism سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان سے 1983 میں شائع ہو چکی ہے۔

85۔سہروردی، شیخ شہاب الدین، عوارف المعارف، مترجم شمس بریلوی ص 392۔

86۔ایضاً ص 405-406

87۔توکلی نور بخش علامہ، تذکرہ مشائخ نقش بندیہ ص 109

88 ۔قاسمی جعفر، بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، مترجم طاہرا سدی اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور 1978ء ص 77-76۔

89۔قادری، داراشکوہ، سفینۃ الاولیاء ص 19-18 (مقدمہ)

90۔نظام الدین، خواجہ، فوائد الفواد بحوالہ تاریخ تصوف یوسف سلیم چشتی، علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب لاہور 1976 ص 134

91۔تذکرہ مشائخ نقش بندیہ ص 175

92۔ایضاً ص 172

93۔ایضاً ص 171

94۔صوفیہ نقش بند ص 307-308

95۔قصوری، محمد ابراہیم صوفی، خزینہ معرفت، پروگریسو بکس لاہور 1982 ص 155-161

96۔ایضاً ص 344-345

Marfat.com

باب سوم

صوفیہ کے تشکیل کردار کے اثرات

فصل اول: فکری اثرات

فصل دوم: سیاسی وسماجی اثرات

فصل سوم: معاشی اثرات

Marfat.com

Marfat.com

فصل اول:

فکری اثرات

عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے ادوار میں امر بالمعروف و نہی المنکر حکومتی ترجیحات میں شامل ہوتا تھا بلکہ اصل مقصود خیر کا فروغ اور شر کا سد باب ہی تھا۔ باقی معاملات اس کے ذیل میں ہوتے خلفائے راشدین کے بعد جب طرز حکومت بدلا۔ خلافت کی جگہ ملوکیت نے لی تو ترجیحات میں بھی تبدیلی آئی اور حکومتی سطح پر امر بالمعروف و نہی المنکر کے معاملہ میں ایسا اہتمام نہ رہا جیسا کہ عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے ادوار میں تھا۔ اس صورت حال میں جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حیات تھے وہ اور اُن کے ساتھ تابعین اور تبع تابعین نے بھرپور طریقہ سے اس شعبہ کو سنبھالا بلکہ ان تینوں گروہوں کی ہر طرح کی دین کی خدمت کے پیچھے یہی جذبہ کارفرما تھا کہ خیر کا فروغ اور شر کا سدِ باب ہو۔ ان کے اسی کار خیر کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی ان کے ادوار کو بہترین زمانہ (خیر القرن) فرمایا تھا۔ جیسے جیسے عہد رسالت سے زمانی اور مکانی بُعد بڑھتا گیا ویسے ویسے طرز حکمرانی میں مزی شاہانہ انداز راسخ ہوتے تھے اور اسلام کا مقصد اقدار تھا وہ مفقود ہونے لگا۔ ایسے عالم میں جن سعید ارواح نے ہر عہد میں اہل ایمان کا قلبی و فکری رشتہ ذات رسالت سے مستحکم کرنے کی سعی کی وہ یہی اصفیاء کا گروہ تھا گو کہ اس دور میں فقہا، محدثین، مفسرین اور دیگر اسلامی علوم و فنون کے ماہرین بھی اپنے افکار و کردار اور خدمات کے حوالے سے اصفیاء ہی کے مماثل تھے لیکن ہر ایک نے اپنا علیحدہ ایک موضوع اختیار کر کے اُس میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو آج صدیاں گزر جانے کے بعد بھی امت کی رہنمائی کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

Marfat.com

صوفیہ کرام کی حیات کا مطالعہ کرنے سے اُس فکر کا خاتمہ ہو جاتا ہے جو اسلامی تصوف کو بدھ مت کے نروان، مسیحی رہبانیت اور ہندوؤں کے یوگ سے تعبیر کرتی ہے۔ صوفیہ کرام کی ساری تگ و دو فکری دور پر قرآن وسنت کے عقیدہ پر قائم تھی۔ اگر وہ فکری طور پر مستحکم نہ ہوتے تو جن جن معاشروں میں وہ گئے وہاں کے لوگوں کی زندگیوں میں جو انقلاب برپا ہوا اُس کی اساس اسلامی فکر و فلسفہ نہ ہوتا۔ تصوف کے دیگر دبستان جیسے عیسائیت، بدھ مت، ہندومت کا تعلق چونکہ فکری اعتبار سے وہ نہیں تھا جو اسلامی تصوف کا ہے۔ اس لیے مذکورہ بالا تینوں دبستان معاشروں میں کامیابی حاصل نہ کر سکے جو اسلامی تصوف کے حصے میں آئی۔ بلکہ کئی حوالوں سے ان تینوں دبستانوں کا غیر حقیقی اور غیر فطری ہونا ثابت ہو چکا ہے اور پھر اپنے مذہبی فکر فلسفہ کو دنیا کے سامنے پیش کرنے میں بھی ناکام ہوئے۔ اسلامی تصوف کے سلاسل اربعہ کے پھیلاؤ کی اساس اور حقیقت کے حوالے سے اے۔ جے۔ آربری قادری سلسلہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" The Qadri Order found followers in numerous parts of Islam and was especially powerful in India, where is in influence is widespread to the present day. No doubt a determining factor in the success of this and other similar orders was their faithful adherence to the religious laws and practices of orthodoxy and their strong condemnation of antinomianism and incarnations tendencies. The Ghunyd(غنیۃ) contains

Marfat.com

very little that could possibly be condemned by any but the most extreme "Puritans" its teaching is firmly based on Quran and Traditions, the religious exercise it recommends are unobjectionable". (1)

اس اقتباس سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ سلاسل کے متبعین ایمانی دولت سے معمور تھے اور اُن تمام کی بنیاد قرآن وسنت پر تھی۔ دیگر مذاہب میں تذکیہ نفس اور محاسبۂ نفس کی بنیاد اُس حقیقت پر مبنی نہیں جس حقیقت پر مسلمانوں کی بنیاد ہے۔

یہاں پر ایک سوال اعتراض کی صورت میں سامنے آسکتا ہے کہ مثال کے طور پر عیسائیت کے راہبانہ نظام کو لے لیں تو اصحابِ کہف کا اہل حق ہونا قرآن سے ثابت ہے پھر اِسی طرح ورقہ بن نوفل کا پہلی وحی کے بعد جن جملوں میں نبی کریم ﷺ کے سامنے آپ کی تصدیق کرنا اُس سے اُن یعنی ورقہ کا بھی اہل حق ہونا ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے اولین سفر شام میں ایک راہب ہی نے آپ میں علامات دیکھ کر آپ کے آخری نبی ہونے کا اعلان کیا تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مسیحی رہبانیت کی اساس حقیقت پر مبنی نہیں؟

اس حوالے سے پہلی بات تو یہ کہ ہمارا دعوی یہ ہے کہ جس تصوف کی ہم بات کرتے ہیں اُس کی اساس حقیقت پر مبنی ہے یعنی اُس کی فکری اساس ذات نبوت ہے۔ تو نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل اصحاب کہف، ورقہ بن نوفل اور سفر شام میں ملنے والا راہب ان تینوں کی اساس حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ذات تھی۔ یعنی ذات نبوت سے وہ منسلک تھے۔ اُس کی دلیل یہ ہے کہ اصحاب کہف ایک خدا پر ایمان کے اعلان کے بعد ہی مشکلات میں آئے یعنی وہ موحد تھے توحید پر اُن کا پختہ ایمان تھا اور توحید ہر نبی کی بنیادی

Marfat.com

تعلیم ہے۔ دوسری بات ورقہ بن نوفل اور شامی راہب نے نبی کریم ﷺ میں جو علامات نبوت دیکھیں اُس کی اساس بھی عقیدہ رسالت ہی ہے کہ گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام نے نبی آخرالزمان ﷺ کی جو علامات بیان کی تھیں وہ اپنی کتابوں میں پڑھتے آ رہے تھے اور وہ ساری علامات اب وہ بچشم خود نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس میں ملاحظہ کر رہے تھے تو گویا اُن کا یہ فکری سفر نبوت سے نبوت تک تھا۔ اِس لیے وہ اظہار حق کر گئے اب جب سے نبی کریم ﷺ اس دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں اُس وقت سے آج تک اور آج سے قیامت تک ہر خیر اور حقیقت کی اساس آپ ﷺ کی ذات اقدس ہی سے منسلک ہے۔ کوئی انسان آپ کی ذات اقدس سے جُڑے بغیر جو کچھ بھی حاصل کرے گا وہ حقیقی خیر سے خالی ہوگا۔ اِسی تمام صوفیہ اکرام نے افکار کا رخ ذات رسالت کی طرف موڑا تا کہ فکر کو حقیقی اتقان، رسوخ، استحکام اور کامیابی حاصل ہو کیونکہ وہ جانتے تھے جو فکر ایمان بالرسالت سے خالی ہوگی اُس سے جن اعمال کا ظہور ہوگا وہ یقین سے محروم، غیر فطری اور حقیقت سے دور ہوں گے۔ وقتی خوشنمائی شاید اُس میں نظر آئے لیکن مستقل اور دائمی رنگ جو فکر رسالت پر مبنی عمل کے خواص ہوتے ہیں اُن کا ظہور ممکن نہیں ہوگا۔

صوفیہ کرام نے معاشرے کی ہر جہت اور ہر پہلو کو ذات رسالت سے جوڑنے کی کوشش کی اور ہر اُس فکر کا ابطال کیا جو ذات رسالت سے جُڑے بغیر اللہ سے جڑنے کی خواہاں تھی کیونکہ خود اللہ کریم کو اپنے بندوں سے وہی بندگی مطلوب ہے جو بندگی اُس کے حبیب مکرم ﷺ نے پیش کی ہے۔

صوفیہ کرام نے سماجی فلاح و بہبود کے حوالے سے جو بھی کام کیا اُس میں جہات، انداز اور منہج میں ایک دوسرے سے تنوع نظر آتا ہے۔ یہ تنوع ہر معاشرے کے عرف کے مطابق تھا اور پھر تنوع ظاہری و عملی تھا۔ تمام کا فکری مرکز ایک ہی تھا وہ ذات رسالت سے کام وابستگی تھی۔ بلکہ اگر صرف تصوف کے سلاسل اربعہ کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ سب مامور تھے اور نبی کریم ﷺ کی طرف سے ان کو بشارات کے ساتھ ساتھ ذمہ داریاں بھی

Marfat.com

تفویض ہوئیں۔ جیسے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا میدان وعظ وخطاب میں آ کر انقلاب برپا کرنا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ملنا کہ ہند کی طرف چلے جائیں اس لیے آپ کو ''نائب رسول فی الہند'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس طرح دیگر سلاسل کے اصفیاء بھی بشارت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حکم شیخ پر رختِ سفر باندھتے تھے اور جہاں اُن کی ''ڈیوٹی'' لگتی وہاں پہنچ کر اپنی ذمہ داری ادا کرتے۔

تاریخ تصوف کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ صوفیاء کرام کی اکثریت اپنے جائے مولد (Place of Birth) میں کم ہی متمکن ہوئی بلکہ وہ '' سیر و فی الارض '' کے مصداق مشارق ومغارب میں پھیل کر ہاتھ میں علم (Flag) محمدی لے کر۔ یہ پیغام عام کرتے گئے کہ ''اشرقتِ الارض بنور ربھا '' (زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوگئی)

صوفیہ کرام نے ہر اُس خطے ومعاشرے کا انتخاب کیا کہ فکری وسماجی اعتبار سے انحطاط کا شکار تھا۔ بلکہ یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ مسلم حکومتوں کے زوال کے بعد جہاں دینی احکام وشعار پر عمل پیرا ہونے پر پابندی ہوئی اور لوگ اس حوالے سے خوف ودہشت کا شکار ہوئے وہاں صوفیہ ہی پہنچے اور اُن کی مسیحائی کا فریضہ ادا کیا۔

وسطی ایشیائی ریاستوں میں ایسی صورت حال اور پھر سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کے کام کے حوالے سے این میری شیمل (Annemarie Schimmel) لکھتی ہیں:

" In an area where people live for seven decades under a regime that allowed no religious activities whatsoever but where some of the Sufi lineages secretly continued their work to preserve the Islamic heritage, this impressive attempt

Marfat.com

at integrating Naqshbandia teaching in the modern word shows the strength of Naqshbandiayh Order. Six hundred years after the death of its founder it has lost nothing of its vigor. Rather it has not only been growing steadily in its place of origin and in central Asia in general, but it also influenced Mughal India and increasing the near east as well. (2)

این میری کے اس اقتباس میں ایک جملہ انتہائی قابل غور ہے کہ ''preserve the Islamic heritage'' یعنی اسلامی ورثہ کی حفاظت، تمام صوفیانہ مساعی (Struggles) کا مقصد عظیم اسلامی نظام حیات کی حفاظت وفروغ ہی تھا۔اس کے لئے انہوں نے ہر طرح کی کوشش کی۔اسلامی ورثہ کا تعلق کیا بغیر فکر کے ممکن ہے؟ کیا آج تک تاریخ میں کوئی ایسا شخص سامنے آیا جو اسلام کے بنیادی افکار سے تو انکار کرے لیکن اُس کو اسلامی تہذیب وتمدن کے حفاظت وفروغ کی فکر ہو۔جب تک فکر اسلامی نہ ہوگی اُس وقت تک ایسا جذبہ واحساس پیدا نہیں ہوسکتا۔

صوفیہ کرام نے اسلامی افکار، آثار اور شعار کا ہر طرح تحفظ کیا اور اِس کے لیے اُن کا اپنا کردار ایسا جاندار اور شاندار تھا جو استقامت علی الحق کی واضح دلیل ہے۔

صوفیہ کرام کے بارے میں عمومی طور پر ایک تاثر یہ بھی ہے کہ وہ ''صلح کُلّی'' کے قائل تھے اس حوالے سے دیکھنا پڑھے گا کہ وہ کن معاملات میں صلح کو فروغ دینے کی بات کرتے تھے۔امن وامان کے ساتھ رہنا، خدمت خلق کے لیے فعال ہونا، بھائی چارہ کی فضا کو قائم کرنا، کمزوروں، مقہوروں، مظلوموں، یتیموں، بے سہارا لوگوں کی مدد کرنا، ہر کسی کی عزت

Marfat.com

کرنا، تہذیب واخلاق سے پیش آنا۔ کسی کو کسی بھی طرح سے اذیت نہ دینا۔ اپنے دستر خوان پر سب کو کھانے کی اجازت دینا، مخالفت کے باوجود خندہ پیشانی، رواداری اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا یہ تمام امور اُسوہ حسنہ کا خلاصہ ہیں اور عین مطلوب شریعت ہیں۔ لیکن کیا کسی صوفی نے اللہ تعالیٰ کی وحدنیت اور نبی کریم ﷺ رسالت وختم نبوت کا اسلامی بنیادی عقائد میں سے کسی سے انحرافی صورت اختیار کی ہو؟ یا ایسا معاملہ پیش آنے پر خاموشی اختیار کی ہو ؟ بلکہ مذکورہ بالا خصوصیات کے اظہار کا مقصدِ وحید یہی تھا کہ صوفیہ انسانیت کو توحید ورسالت کی لڑی میں پرو کر وحدت انسانی کے قائل تھے۔ صوفیاء کرام کا مقصد مجرد فلاح و بہبود ہوتا یا کسی ٹھوس فکر کے بغیر ہوتا تو اُن کا معاشروں پر اتنا گہرا اثر نہ ہوتا۔ صوفیاء کرام کی تمام جدوجہد اسلامی فکر کے احیاء اور فروغ کے لئے تھے اور اس کے لئے انہوں نے جو حکمتِ عملی اپنائی اُس کے نتیجے میں انسانوں کی ایک کثرت نہ صرف دائرہ اسلام میں داخل ہوئی بلکہ اُن میں بے شمار خود داعی اسلام بن گئے۔ مشہور مستشرق (Orientialist) ایچ۔ آر۔ اے گب اپنی تصنیف اسلامی ثقافت (Islamic Culture) میں لکھتے ہیں:

> ”تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے کہ اسلامی کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن اس کے باوجود وہ مغلوب نہ ہوسکا۔ اُس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیہ کا انداز فکر فوراً اُن کی مدد کو آ جاتا تھا۔ اُس کو اتنی قوت وتوانائی بخش دیتا کہ کوئی طاقت اُس کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔(۳)

اگر صوفیہ کرام کی کاوشیں بغیر کسی فکر کے ہوتیں تو اُن کی مساعی کا پھل اسلام کو نہ ملتا اب یہ کہ مسلمہ حقیقت (Proved reality) ہے کہ تمام صوفیہ کرام کی محنت سے شجر اسلام کو ہی کو تقویت حاصل ہوئی ہے تو واضح ہوگیا کہ صوفیہ کرام کی کوشش کے پیچھے وہ فکری رسوخ واتقان تھا جو اُن کو اپنے مقاصد کے حصول میں ہر جاں گسل مرحلہ سے بھی آسانی سے گزار دیتا تھا۔ وہ فکری رسوخ جو تمام اصفیا کو حاصل تھا وہ بس ایک قابل وأمل ذات سے غیر

Marfat.com

مشروط وابستگی کی وجہ سے حاصل ہوا تھا۔ وہ ذات، ذاتِ رسالت مآب ہے۔ خود صوفیہ کرام کے اقوال و تعلیمات اس بات پر شاہد ہیں کہ اُنہوں نے اسلام کے متوازی (Parallel) کوئی نظام قائم کرنے کی ذرہ بھر کوشش نہ کی۔ بلکہ یہ بات اُن کے خیال میں بھی نہ تھی اُن کا مقصد اُسی طریقہ کا فروغ تھا جو طریقہ محمدی ہے۔ اس ضمن میں سلسلہ قادریہ کے امام حضرت سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں اُس طریقے کو قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رہے۔(4)

مزید فرماتے ہیں کہ

''جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا ایک ہاتھ میں شریعت اور دوسرے ہاتھ میں قرآن مجید نہیں تھامتا اُس کی رسائی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک نہیں ہو سکتی۔(5)

اِسی طرح خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان ہے کہ ہمارا طریقہ ''عروۃ الوثقیٰ'' ہے (6) یعنی مضبوط کڑے کو تھامنا ہے وہ مضبوط کڑا اور دائرہ شریعت مصطفیٰ ہے اُس پر چلنے کا نام ہی طریقت ہے۔

اسلام کے بنیادی افکار و تصورات کے حوالے سے کسی فرد یا گروہ نے جب کبھی یا جہاں کہیں بھی ایک پہلو کا بھی انکار کیا تو اہل حق میدان عمل میں آ گئے اس کا آغاز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوتا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے منکرین ختم نبوت اور منکرین زکوۃ کے خلاف عملی جہاد کیا اور قیامت تک اہل ایمان پر یہ واضح کر دیا کہ اسلامی ریاست کی بقا اس بات میں مضمر ہے کہ فکر اسلامی کی کسی جہت کے بارے میں کوئی بھی سمجھوتہ نہیں ہوگا اور نہ ہی کسی مصلحت سے کام لیا جائے گا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اپنے عہد خلافت میں اسلام کے دو بنیادی افکار کے دفاع میں میدان عمل میں آنے سے یہ بات بھی سامنے آ گئی کہ آپ قرآن کریم کے حکم ''اُدخلوفی السلم کافّہ'' (اسلام میں پورے کے پورے

Marfat.com

داخل ہو جاؤ) پر عمل پیرا ہوئے۔ اسلام کا فکری نظام جو نبی کریم ﷺ نے وحی الٰہی کے مطابق ترتیب دیا اُس کو خلفائے راشدین اور ہر دور میں صوفیہ کرام نے پھیلایا اور اُس کے مطابق ہی فرد اور معاشرے کی اصلاح کا فریضہ ادا کیا۔ جنوبی ایشیاء میں مغلوں کے عہد میں جب اکبر نے اسلام کے متوازی ایک نئے نظام کو متعارف کروایا تو اُس نظام کو ذات رسالت ﷺ کے بغیر ترتیب دیا گیا تھا اور پھر اکبر کے بعد جہانگیر نے اُسی نظام کی ترویج چاہی تھی اپنی حکومت اور سیاست کی بقاء کے لیے تو اُس وقت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف صدائے احتجاج بلند کی بلکہ آپ نے اُس وقت اپنا شہرہ آفاق جملہ (کہ میں اللہ کی عبادت بھی اس لیے کرتا ہوں کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا رب ہے) فرما کر جنوبی ایشیاء کے سیاسی زعماء پر یہ واضح کر دیا کہ تمہارا یہ نظام معاشرت تو ایک طرف رہا میں تو ''اللہ کی عبادت بھی اس لیے کرتا ہوں کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا رب ہے''۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اس جملے بارے میں کہا گیا کہ یہ شطحیات سے ہے یا حالت جذب وسکر میں کہا گیا ہے۔ اہل علم کی اس حوالے سے کسی بھی وضاحت سے انکار نہیں لیکن حضرت کا یہ جملہ اُن کے فکری اتقان کا عکاس ہے کہ جب اللہ کریم کو ہماری عبادات جو صرف اُس کی ذات کے لیے ہیں ذات رسالت کے بغیر قبول نہیں تو باقی زندگی کے معاملات نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے بغیر کیسے قبول ہوں گے؟

ایسے ہی اس خطے میں 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد اہل ایمان کے روح وقلب سے محبت رسول ﷺ کے جذبہ کو کمزور کرنے کی کوشش کی گئی اور عقیدہ ختم نبوت پر فطری طور پر کذب وافترا کیا ہے' اور ایک کذاب اعظم کی مکروہ الخیالی کے ذریعے اس فکر کا انکار کروایا گیا کہ تمام سلاسل کے اکابر اُس فرنگی عہد میں میدان عمل میں آ گئے۔ اس حوالے سے سلسلہ نقشبندیہ کے دو بڑے نام حضرت میاں شیر محمد شرق پوری (1863-1928) اور حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری (متوفی 1951)، جبکہ سلسلہ چشتیہ کے حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی (متوفی 1937) نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے

Marfat.com

اُس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ صوفیہ کرام نے افکار مسلم کی حفاظت و دفاع کے لیے ایک فیصد بھی مصلحت و روگردانی سے کام نہیں لیا۔ صوفیہ کرام کو ہر معاملے میں ''صلح کُلی'' کا علمبردار قرار دینے والے یہ بتائیں کہ عہد غلامی و زوال کے دور میں ان اکابرین صوفیہ نے عقیدہ ختم نبوت یا اسلام کے کسی اور عقیدہ کے بارے میں ''صلح کُلّی'' کا اظہار کیا یا ''اجتناب کُلّی'' اور ''انسداد کُلّی'' کا مظاہرہ کیا۔

تاریخی حقائق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے اس بات کو ہر عہد اور ہر خطے کا مؤرخ تسلیم کرے گا کہ صوفیہ کرام نے جو قدم بھی اٹھایا جس جہت و نہج پر بھی کام کیا اُس کا واحد مقصد عقیدہ اسلامی کے تحفظ، دفاع اور فروغ کے لیے تھا۔

Marfat.com

فصل دوم:

سیاسی وسماجی اثرات

سیاست کالغوی معنی ہی اصلاح کے ہیں یعنی سنوارنے کا عمل، اس عمل کرنے والے کو ''سائس'' کہتے ہیں اب چونکہ اس کے معنی ومفہوم خاص ہو گئے ہیں اور اس سے مراد ہے حصول اقتدار کا ذریعہ، یعنی اب جولوگ اقتدار کے خواہش مند ہیں وہ کسی پارٹی میں شمولیت کے بعد الیکشن لڑتے ہیں اور پھر اگر اُن کی پارٹی دیگر پارٹیوں کے مقابلے میں زیادہ نشستیں رکھتی ہوگی تو وہ اقتدار میں آ جائیں گے اس سارے عمل کو سیاست سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سیاست کے لغوی اور اصطلاحی مفاہیم کی خبر ہو نہ ہو لیکن ہر وہ شخص جو مذکورہ بالا تمام سرگرمیوں کا حصہ بنتا ہے وہ اپنے آپ کو سیاست دان ہی کہتا ہے اگر یوں کہا جائے کہ عصر حاضر میں سیاست کا مفہوم صرف حصول اقتدار کے لئے خاص ہو گیا ہے تو یہ غلط نہ ہوگا۔ سیاست یعنی اصلاح سماج کا عمل اقتدار میں نہ ہونے کے باوجود بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ ہمارا موضوع صوفیاء اکرام کا کردار عصری تناظر کے حوالے سے ہے اور اب عصر حاضر میں جس اصطلاح کو جس تناظر میں دیکھا جاتا ہے ہم اُسی تناظر میں بات کریں گے۔ سیاست کا تعلق کیونکہ حصول اقتدار کے ساتھ ہے اس لیے اس فصل میں صوفیہ کرام کے سیاسی وسماجی بالخصوص حکومتی سطح پر کیا اثرات مرتب ہوتے رہے ہیں اس حوالے سے بات کی جا رہی ہے۔

ان میں سب سے پہلے حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بات کی جا رہی ہے آپ جب بغداد میں جلوہ افروز ہوئے باوجود یہ کہ بغداد اپنی تہذیبی، ثقافتی،

Marfat.com

تاریخی، تمدنی اور دینی حوالے سے خاص مقام کا حامل تھا لیکن حضرت شیخ کے عہد میں اُس کے سیاسی اور تمدنی حالات کیا تھے اس حوالے سے شمس بریلوی غنیۃ طالبین کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''چھٹی صدی ہجری ایک بہت ہی پُر آشوب اور پُر فتن صدی گزری ہے تمام عالم اسلام سیاسی انتشار کی ضد میں تھا۔ بڑے بڑے علمی اور فکری بحران آئے اور اچھے اچھوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ بغداد جس کو کبھی عالم اسلام کی مرکزیت کا شرف حاصل تھا۔ اس کی مرکزیت روبہ زوال تھی۔ سیاسی انتشار اور اقتدار کی کش مکش نے طوائف الملوکی کی صورت اختیار کر لی اور اس طوائف الملوکی نے اسلام کی عظیم سلطنت کے حصے علیحدہ کر دیئے تھے۔'' (7)

صوفیہ کرام کے مزاج کا خاصہ رہا ہے کہ وہ اپنے عہد کے تمام حالات سے نہ صرف باخبر رہتے تھے بلکہ باخبر اور خبردار بھی کرتے تھے کیونکہ مصلح (Reformer) حالات سے بے خبر رہ کر اصلاح کا عمل شروع نہیں کرتا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مسند ارشاد پر رونق افروز ہونے سے قبل تقریباً تین دہائیاں بغداد کے سماجی، سیاسی اور معاشی حالات کا بغور جائزہ لینے میں صرف کیں اور ہر معاملے کا بغور مشاہدہ کرنے کے بعد آپ نے اصلاح کا عمل شروع کیا۔ حضرت شیخ نے اپنے مدرسہ و خانقاہ میں افراد کی مختلف جہات کے حوالے سے ذہن سازی و کردار سازی کی۔ معاشرے کے ہر شعبہ کی اصلاح کے ساتھ ساتھ سرحدوں کے دفاع اور اسلامی حکومت کے قیام و دوام کے لئے آپ نے تربیت جہاد کی طرف بھی بھرپور توجہ فرمائی۔ آپ ہی کے عہد میں صلیبی جنگوں کا آغاز ہوا۔ سلطان نور الدین زنگی (569ھ متوفی) اور سلطان صلاح الدین ایوبی (584ھ متوفی) دونوں مدرسہ قادریہ کے تربیت یافتہ تھے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے والد گرامی نجم الدین نے حضرت شیخ کے ہاتھ پر بیعت کی اُس وقت سلطان صلاح الدین کی عمر صرف 10 برس تھی۔ حضرت شیخ نے صلاح الدین ایوبی کے حق میں فتح و نصرت کی دعا فرمائی اس کے علاوہ آپ

Marfat.com

نے مدرسہ قادریہ میں ایک شعبہ ''حرکۃ الجہاد'' کے نام سے بھی قائم کیا ہوا ہے جہاں سے کثیر تعداد میں بیت المقدس کی آزادی میں سلطان صلاح الدین ایوبی کا ساتھ دیا۔

آپ نے اپنے 73 سالہ قیام بغداد میں پانچ عباسی خلفاء کا زمانہ دیکھا۔ سبھی آپ کے انداز حق بیانی اور بے باک اصلاحی مزاج سے لرزہ براندام رہتے تھے اور جو آپ اُن کو حکم دیتے اُن کی جرأت نہ ہوتی کہ آپ کو انکار کریں۔ حضرت شیخ کی عباسی خلفاء کی اصلاح کا مقصد اسلام کے نام پر کی جانے والی حکومت کا دفاع و تحفظ تھا۔ آپ مشرق جانب سے اُٹھنے والے تاتاریوں کے فتنوں کے محسوس کر رہے تھے حضرت شیخ کی کاوشوں کے نتیجے میں بغداد تقریباً ایک صدی تک اُن فتنوں سے محفوظ رہا اور پھر سقوط بغداد کا وہ لمحہ بھی آیا۔ سقوط بغداد کے مسلمانوں کی جو حالت ہوئی اُس حوالے سے ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:

> ''جب تاتاریوں نے عالم اسلام کو فتح کر لیا اور اِسے قتل و غارت گری سے نڈھال کر دیا اور اس میں بہت کمزور روح چھوڑی۔ مسلمانوں کے ہاں جہاد کی تلوار کند ہو گئی اور عام لوگوں نے یہ یقین کر لیا کہ تاتاریوں کو شکست دینا ممکن نہیں اور یہ کہ عالم اسلام کے مقدر میں یہ لکھا گیا ہے کہ وہ اپنے بے ڈھب لوگوں کے زیر نگیں ہو کر رہیں تو اُس وقت ''مخلص داعی'' آہستہ آہستہ ان تنہ خود اور سخت گیر لوگوں کے دلوں تک رسائی حاصل کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان کے دل اسلام کے لیے کشادہ ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے اور وہ سب اسلام کا جھنڈا اٹھانے والے بن گئے''۔(8)

وہ مخلص داعی جن کا ذکر ابوالحسن ندوی نے کیا ہے وہ کون تھے؟ کیا فکر رکھتے تھے؟ اُن کا انداز دعوت و تبلیغ کیا تھا؟ اسلام کے یہ مخلص داعیان مدرسہ قادریہ کے افکار و انداز سے منسلک تھے انہی مخلص داعیان میں سلسلہ قادریہ کے حضرت شیخ جمال الدین ایرانی اور اُن

Marfat.com

کے صاحب زادے شیخ رشید الدین بھی شامل تھے۔ جن کے منہج دعوت سے متاثر ہوکر تاتاریوں کی چغتائی شاخ کے شہزادے تغلق تیمور نے لاکھوں افراد سمیت اسلام قبول کیا"۔(9)

چنگیزیوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے میں صالح مومنین کے علاوہ مومناتِ صالحات نے بھی بہت کوشش کی۔ اس کا اعتراف ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے اپنی کتاب The Preaching of Islam میں ان الفاظ میں کیا ہے:

"The Conquerors have accepted the religion of conquered" (10)

یعنی فاتحین نے مفتوح (قوم) کا مذہب قبول کرلیا ہے یہ تاریخ عالم کے حیران کن واقعات میں سے ہے۔ اس کے ممکن ہونے کی بظاہر تین وجوہات نظر آتی ہیں۔

1۔ فکر صالح 2۔ صحبت صالح 3۔ عمل صالح

ان تینوں امور میں جب کبھی بھی کوئی عمل نظر انداز ہوگا تو مطلوبہ نتائج کے حصول میں مشکل پیش آئے گی۔ اس طرح ہندوستان میں اسلامی حکومت کی باقاعدہ بنیاد شہاب الدین غوری نے رکھی۔ اُس کو بلانے والے حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری تھے۔ شہاب الدین غوری سے پہلے بھی یہاں مسلمان تھے اور مسلم حکمران آتے رہے اور اپنے اپنے انداز سے اثر انداز ہوکر چلے گئے۔ جیسے سندھ میں محمد بن قاسم اور دیگر علاقوں میں سلطان محمود غزنوی وغیرہ آئے۔ لیکن حضرت خواجہ اجمیری نے یہاں پر اپنے افکار وکردار کے ذریعے وہ انقلاب برپا کیا کہ شہر اور صوبہ میں اسلام کی روشنی پہنچ چکی تھی یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک اسلامی حکومت کے قیام میں عوامی سطح پر قبولیت کی فضا قائم ہوچکی تھی۔(11)

صوفیہ کرام نے اپنے اپنے عہد میں ہمیشہ حکومتی اور سیاسی معاملات میں نظر رکھی ان معاملات میں سوائے چند ایک کے اکثر و بیشتر نے بالواسطہ یا بلاواسطہ حصہ لیا۔ نتیجہ کے طور

Marfat.com

پر دو طرح کے حالات سامنے آئے۔ ایک تو صوفیہ کرام کے حق میں ظاہر ہوئے جبکہ دوسرے اُن کے خلاف نظر آئے۔ لیکن صوفیہ کرام نے موافقت و مخالفت کی پرواہ کیے بغیر اپنا کام جاری رکھا اور معاشرہ میں سلطان سے لے کر ایک عام آدمی تک کی اہمیت واضح کی۔ اس حوالے سے سیّد اشرف جہانگیر سمنانی کے کردار کے حوالے سے ریاض الاسلام لکھتے ہیں:

"At one place Syed Ashraf, while describing the functions of the various dignitaries, comes very clear to organic theory of state. Each dignitary, he says is like the organ of a body. The Amirs of the Kingdom are like the Aza-e-raisa (اعضائے رئیسہ) (Vital organs); The lower Umras (امراء)are like the hands, feet , legs and the common people are like the veins, nerves and joints. And just as the human body needs all the organs, so does the state need the services of all these various groups of man for its maintenance and working" (12).

یعنی ایک ریاست میں حکمران اعضائے رئیسہ کی طرح ہوتے ہیں دیگر امراء ہاتھ پاؤں اور ٹانگوں کی طرح ہوتے ہیں جبکہ عام لوگ نسوں اور جوڑوں کی طرح ہوتے ہیں تو جس طرح ایک جسم کو قائم رکھنے کے لئے ان تمام کی ضرورت ہوتی ہے اس طرح ایک

Marfat.com

ریاست کو قائم رکھنے کے لئے ان تمام کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت سیّد جہانگیر اشرف سمنانی بہت بڑے صوفی گزرے ہیں اُن کا زمانہ (1312ء۔1426ء) تک ہے حضرت کے فرمان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ریاستی معاملات میں ہر شعبہ زندگی کی نمائندگی ضروری ہے کیونکہ حکومت واقتدار تمام طبقات وشعبہ جات پر ہے تو پھر اُن کی بقاء وصحت کے لئے اُن کا امور حکومت میں دست و بازو بننا بھی ضروری ہوتا ہے۔

امراء وصوفیہ کے حوالے سے Sheikh Fadal Ullah Haeri لکھتے ہیں:

"As we study the history of the spread of Islam throughout the last fourteen centuries, we find that, generally speaking, most of the Muslims rulers did not regard favourablly the ways practices of the Sufis. One obvious reason for this is that it is became the Sufis tried to check the unislamic way of life led by many Muslim rulers". (13)

یعنی جب ہم پوری چودہ صدیوں میں اسلام کے پھیلنے کی تاریخ پڑھتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ زیادہ تر حکمران صوفیہ کرام کے بہتر نہ تھے۔ اُس کی ایک واضح وجہ یہ ہے کہ اکثر حکمرانوں کے غیر اسلامی انداز زندگی کو صوفیہ کرام بدلنے کی کوشش کرتے تھے۔

صوفیہ کے صالح کردار کی وجہ سے دنیا کے ہر خطہ کے لوگ متاثر ہوئے اس حوالے سے مذکورہ بالا مصنف ہی لکھتے ہیں:

"Another incident concerns a group of

Marfat.com

Sufis from North Africa who, while enroute to China, stopped off in Southern Ceylon (Now Sri Lanka) to repair their ships. The Buddhist King found their honesty reliability and the quality of their courtesy and transactions of such a standard that he encouraged them to stay on in Ceylon. Though this group of Sufis, The way of Islam began to spread throughout the country. Until this day, most of Muslims people of Sri Lanka called Moores the original group of Sufis were members of Shadhili (شاذلیہ)order and originated from Morocco. The first city which they built in Ceylon located in the south west of the land was originally called Galle which in Arabic means a castle. Today, the city is known as Galle. So Islam spread through people whose quality of life was higher than that of others". (14)

یعنی سری لنکا میں شمالی افریقہ کے شاذلی سلسلہ کے صوفیہ کرام کے قابل اعتماد کردار اور

Marfat.com

دیانتدارانہ رویوں کی وجہ سے اسلام پھیلنا شروع ہوا اور وہاں اُس کے وقت کے بادشاہ جو بدھ مت سے تعلق رکھتا تھا ان صوفیہ کے کردار کے وجہ سے ان کو وہاں (سیلون) میں رہنے کی اجازت دی۔

عصر حاضر میں تصوف کا مطالعہ کیے بغیر اگر یہ رائے دی جائے کہ صوفیہ کرام ''غیر سیاسی'' ہوتے تھے تو یہ رائے کم علمی کی بناء پر ہے۔ سیاست کا لغوی معنی اصلاح ہے اور صوفیہ کرام بنیادی طور پر مصلح ہی ہوتے ہیں۔ فکر و عمل کی اصلاح اور اُس کے اثرات پورے معاشرے پر پھیلانا ہی اُن کا مقصد ہوتا ہے۔ جس شعبہ ہائے زندگی میں وہ محسوس کرتے ہیں کہ اصلاح کی ضرورت ہے وہاں وہ اصلاح احوال کے لئے بنفس نفیس بھی جاتے ہیں یا کسی اور ذریعے سے اصلاح کرتے ہیں تا کہ حجت قائم ہو جائے اس لیے یہ جملہ کہ صوفیہ کرام ''غیر سیاسی ہوتے ہیں یا اُن کو غیر سیاسی ہونا چاہیے فی نفسہ باطل ہے۔ بلکہ صوفیہ کرام غیر جانبدارانہ اصلاحی عمل کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

ہندوستان میں 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد سے 1947 تک پورے 90 برس یہاں کے مسلمانوں کے لئے نہایت تکلیف دہ دور تھا۔ جب مسلمانوں کو سیاسی، سماجی، معاشی اور علمی میدان میں بڑی بے دردی کے ساتھ پستی کی طرف دھکیل دیا گیا تھا۔ ایسے عالم میں کون سے خوش بخت لوگ تھے جنہوں نے ایک افسردہ و رنجیدہ قوم کو پھر زندگی میں بھرپور توانائیوں کے ساتھ حصہ لینے کی طرف راغب کیا اور ساتھ ہی اُن کے سرمایہ امان کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ اُس کو سماجی ناتوانی کے باوجود استحکام کی وہ قوت عطا کی جو ایک مثال ہے۔ یہ سب کچھ مختلف سلاسل طریقت کے صوفیہ ہی کی وجہ سے ممکن ہوا۔ جن میں حضرت پیر سیّد مہر علی چشتی گولڑوی، حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری، حضرت پیر سیّد علی حسین اشرفی، حضرت میاں شیر محمد شرقپوری، حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری، صدرالافاضل سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی، حضرت پیر سیّد محمد اسماعیل شاہ بخاری، حضرت

Marfat.com

پیر آف زکوڑی شریف، حضرت پیر آف مانکی شریف، حضرت پیر آف بھرچونڈی شریف، حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری، حضرت سیّد ابوالحسنات قادری اور مولانا عبدالحامد بدایونی قادری وغیرہ شامل تھے۔

جنوبی ایشیاء میں جب مسلم و غیر مسلم کے حوالے سے دو قومی نظریہ کی معروف اصطلاح سامنے آئی تو اس کی تعبیر و تشریح کے حوالے سے بھی مختلف آراء سے لوگ آشنا ہوئے۔ مذکورہ بالا مشائخ میں سے حضرت امام احمد رضا قادری نے اس اصطلاح کے حوالے سے کیا کام کیا۔ ممتاز محقق ڈاکٹر محمد شمس الدین ''امام احمد رضا اور دو قومی نظریہ'' کے متعلق رقم طراز ہیں:

> ''امام احمد رضا نے دو قومی نظریہ کی علمی تشریح و تعبیر پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنا وسیع حلقہ عقیدت پیدا کیا اور اُن کے اس عظیم حلقہ ارادت نے تحریک پاکستان کے دوران قائداعظم کی بھرپور مدد کی۔ گویا اس طرح بالواسطہ آپ نے تحریک پاکستان کو تقویت بخشی۔(15)

مولانا احمد رضا قادری کے اسلامی ریاست کے قیام کے لئے مسلمانان برصغیر کے افکار کو مستحکم کرنے کے حوالے سے معروف کالم نگار میاں عبدالرشید لکھتے ہیں:

> ''حضرت مولانا احمد رضا خان نے مسلمانوں کو صحیح عقائد میں پختہ کیا۔ ہندوؤں اور اپنوں کی طرف سے مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کی جو کوششیں جاری کیں اُن کے اثرات سے انہیں بچایا۔ گاندھی کی آندھی نے جو خاک اُڑائی تھی اُس میں بڑے بڑوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اور بینائی زائل ہوگئی مگر علامہ اقبال اور قائداعظم کے علاوہ تیسری بڑی شخصیت جو اس شور و غوغا اور ہلڑ بازی سے قطعاً متاثر نہ ہوئی وہ حضرت امام احمد رضا خان ہی تھے۔ آپ نے اُن دنوں اس بات پر زور دیا کہ ہمیں اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھنی

Marfat.com

چاہئیں۔ انگریزاور ہندو دونوں ہمارے دشمن ہیں۔کانگریسی مسلمانوں نے صرف اپنی ایک آنکھ کھلی رکھی تھی وہ صرف انگریز کواپنا دشمن سمجھتے تھے اُن دنوں چونکہ سارے پریس پر ہندوؤں کا قبضہ تھا اس لیے حضرت امام احمد رضا خان اور اُن کے ہم خیال لوگوں کے خلاف سخت پروپیگنڈا کیا گیا اور بدنام کرنے کی کوشش کی گئی لیکن تاریخ نے انہی حضرات کے حق میں فیصلہ دے دیا۔(16)

مولانا احمد رضا خان قادری نے عقائد اور اعمال کی درستی کے لئے قرآن کریم اور سنت رسول کریم ﷺ کے بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں اپنے خلفاء اور تلامذہ کوفکر وعمل کے اعتبار سے ایسا مخلص اور مستحکم مسلمان بنایا جو احقاق حق اور ابطال باطل میں کسی مصلحت کو خاطر میں نہ لاتے۔راہ حق پر اس استقامت کومخالفین نے ''شدت'' قرار دیا۔لیکن مخالفت کے طوفانوں نے مولانا احمد رضا خان قادری اور آپ کے ہم خیال لوگوں کی فکر کو ذرہ بھر بھی متزلزل نہ کیا۔اس ضمن میں محمد طفیل سالک لکھتے ہیں:

''مولانا احمد رضا خان اور اُن کے رفقاء نے حصول آزادی اور پاکستان کی جدوجہد میں جس طرح نیشنلسٹ علماء کے پردہ کو تار تار کیا۔اس کی بناء پر یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ اگر علامہ محمد اقبال پاکستان کے نظریاتی باپ ہیں اور قائداعظم سیاسی باپ ہیں تو مولانا احمد رضا خان پاکستان کے روحانی باپ ہیں کہ اُن کے عظیم رفقاء کے تعاون کے بغیر پاکستان کی عظیم ترین اسلامی مملکت کبھی عالم وجود میں نہ آتی۔(17)

جنوبی ایشیاء میں مسلمانوں کو غلامی سے نجات دلانے کے لئے مشائخ کے کردار کے حوالے سے حکیم آفتاب احمد قرشی لکھتے ہیں:

''1945ء سے 1947 تک برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کی

Marfat.com

زندگی کا فیصلہ کن دور تھا۔ ہندوؤں کانگرس اور برطانوی سامراج مسلمانوں کے خلاف صف آراء تھے۔اس نازک دور میں جن سعید ارواح نے قائداعظم کی صدا پر لبیک کہی ان میں امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ پیش پیش تھے۔ لاہور میں جمعیت علماء اسلام کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں برصغیر پاک و ہند کے مشاہیر علماء و صوفیہ کرام جلوہ گر تھے۔جن کے دیکھنے کو چشم فلک ہمیشہ ترستی رہے گی۔اس اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت نے کی۔حضرت امیر ملت عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے نحیف و ناتواں تھے مگر اُن کا عزم جواں تھا۔ علماء مشائخ کا یہ اجتماع اسلامیہ کالج (لاہور) میں تھا حضرت امیر ملت نے تقریر کی ابتداء کی تو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے شبنم غنچوں پر گر رہی ہو۔ چند منٹ پر حضرت جوش و خروش سے خطاب کر رہے تھے اُن کی تقریر نے نوجوانوں کے سینوں کو جذبہ و جوش سے بھر دیا۔ حضرت امیر ملت نے برطانوی سامراج اور حاشیہ برداروں کو دعوتِ مبارزت دی حضرت نے اعلان فرمایا کہ پاکستان کفر و اسلام کی جنگ ہے حق و باطل کی آویزش ہے اور نور و ظلمت کی معرکہ آرائی ہے۔(18)

علما و مشائخ حضرات نہ صرف قائداعظم کی حمایت کا اعلان کر رہے تھے بلکہ اپنے مریدین اور معتقدین کو مسلم لیگ اور قائداعظم کا ہر طرح سے ساتھ دینے کی بھی ہدایت کر رہے تھے۔اسی ضمن میں سیّد رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:

"19 اکتوبر 1945ء کو جب صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) اور پنجاب کے پیروں، سجادہ نشینوں، صوفیوں اور روحانی پیشواؤں کا ایک اہم اجتماع پشاور میں ہوا۔ اس جلسہ میں ایک تجویز منظور ہوئی، جس میں

Marfat.com

مسلم لیگ سے وفاداری اور مسٹر جناح کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ سجادہ نشین صاحب مانکی شریف نے اس اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: ''اس وقت مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ ہر مسلمان کو حصولِ پاکستان کے لیے پوری جدوجہد کرنی چاہیے۔ جہاں وہ عزت اور آزادی سے رہ سکیں گے۔ حصولِ پاکستان کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا کہ ہر مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہو کیونکہ صرف مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی اور آزادی کے لیے کوشاں ہے۔''(19)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت دیوان سیّد آل رسول نے علمائے اسلام کانفرنس میں باوجود اپنی علالت کے اپنا ایک نمائندہ بھیجا، جنھوں نے وہاں سجادہ نشین صاحب کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ اجمیر شریف جیسی بڑی مسند کے سجادہ نشین کے پیغام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں گدی نشین حضرات کس قدر اخلاص کے ساتھ دین کا درد رکھتے ہوئے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کا ساتھ دے رہے تھے۔ آپ نے حسب ذیل پیغام دیا:

''اس وقت ہندوستان میں سب سے زیادہ ضروری اور ہم سب کی توجہ کے قابل یہ مسئلہ ہے کہ مسلم لیگ کی واحد نمائندگی کے دعوی پر ہم پورے اتر جائیں اور قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کی قیادت قائم و برقرار رہ جائے۔ اغیار اور معاندین اسلام ہماری اس واحد نمائندگی اور قیادت کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا دینا چاہتے ہیں۔ ہم کو بڑے استقلال و پامردی کے ساتھ اپنے دعوے کو ثابت کرنا ہے۔ میں اپنے اس سلسلے کی خانقاہوں کے سجادگان سے اپنے جدامجد

Marfat.com

حضرت خواجہ غریب نواز کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی گدیوں کو چھوڑ کر اس نازک وقت میں اسلام کی خدمت کے لیے نکل پڑیں اور مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنانے کے لیے کمر باندھ کر میدان میں آ جائیں۔"(20)

مشائخ حضرات نے مسلم لیگ کے ساتھ کو ثواب اور حمایت نہ کرنے کو گناہ کا کام قرار دیا۔ برصغیر کے طول و عرض سے بڑی بڑی خانقاہوں سے مسلم لیگ کی حمایت میں فتوے آنا اس بات کی دلیل ہے کہ اُس دور میں مسلم لیگ ہی صحیح معنوں میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تھی۔ ایک اور مشہور بزرگ خواجہ حسن نظامی کے حوالے سے رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:

"حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے سجادہ نشین پیر غلام محی الدین صاحب عرف بابو جی سرکار نے اپنے سب مریدوں کو حکم دے دیا ہے کہ وہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں اور چونکہ نواب خضر حیات خان صاحب ان کے مرید ہیں۔ اس واسطے یقین ہے کہ نواب صاحب بھی آخرکار مسلم لیگ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ کانگریسی جمعیت العلما سے بہت زیادہ مولوی صاحبان کلکتہ کی بڑی جمعیت العلما میں ہیں اور وہ سب مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے سب مسلمانوں کو فتویٰ دے دیا ہے کہ وہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں، جو مسلمان بڑی جمعیت علما کے فتویٰ کے خلاف کرے گا، گنہگار ہوگا۔ اگرچہ میں عالم نہیں ہوں لیکن اپنی چشتی برادری اور نظامی برادری کے مسلمانوں کی طرف سے وائسرائے کو تار دے چکا ہوں کہ ہم سب مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور اب بھی میں اسی رائے پر قائم ہوں۔ لہٰذا میری چشتی برادری کے مسلمان ممبر اور میرے سب مرید اور نظامیہ خاندان کے

Marfat.com

سب متوسل مسلم لیگ کا ساتھ دیں گے۔" (20)

اُس عہد میں مشائخ کرام نہ صرف مسلمانوں کو عہد غلامی سے عہد آزادی کی طرف لیجانے کے لئے بھرپور سعی کر رہے تھے وہاں ہندوؤں کی طرف سے مسلم نظریہ حیات کے خلاف چلنے والی ہر تحریک میں اپنا نمایاں کردار بھی ادا کر رہے تھے۔ بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں ہندوؤں کی طرف سے تحریک شدھی اور سنگھٹن بڑی قوت کے ساتھ چلی جس کے بنیادی مقاصد میں یہ تھا کہ مسلمانوں کو ہندو بنایا جائے اور جسمانی طور پر اُن کا مقابلہ کیا جائے۔ مشائخ کرام نے اس ضمن میں جو کردار ادا کیا تاریخ کبھی اُسے فراموش نہ کر سکے گی۔ مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ کے لئے خانقاہوں سے نکل کر مختلف بھیس بدل کر دور دراز علاقوں میں دعوت و تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے اس حوالے سے ڈاکٹر مسعود احمد لکھتے ہیں:

"ارتداد کی اس تحریک نے مسلمانانِ ہند میں ایک اضطراب پیدا کر دیا۔ علما حق نے اس کی پوری پوری مزاحمت فرمائی۔ جن میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں: حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان، حضرت پیر جماعت علی شاہ، حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان، مولانا غلام قطب الدین اشرفی، مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی، مولانا ابوالبرکات سیّد احمد وغیرہ۔ اس کے مقابلے کے لیے بریلی سے جماعت رضائے مصطفیٰ میدانِ عمل میں آئی۔ اس کے بعد جماعت اشرفیہ حلقہ اشاعت الحق اور انجمن خدام الصوفیہ، سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی اور مفتی محمد عمر نعیمی کے شیخ طریقت حضرت شاہ علی حسین اشرفی نے باوجود کبرسنی تحریک شدھی کا پوری قوت سے مقابلہ کیا۔ براہِ راست تبلیغ کے علاوہ مندرجہ ذیل طریقے بھی اختیار کیے گئے:

(۱) معالج حیوانات کے بھیس میں (۲) وید حکیم کا بھیس بدل کر

Marfat.com

(۳) گانے والے طائفہ کا بھیس بدل کر (۴) سادھوؤں کا بھیس بدل کر مولانا سیّد قطب الدین اور ان کے شاگرد مولانا غلام قادر اشرفی نے بھیس بدل کر نہ صرف مرتدین کو مشرف بااسلام کیا بلکہ بہت سے ہندوؤں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ مجموعی طور پر ساڑھے چار لاکھ مرتد مسلمان ہوئے اور ڈیڑھ لاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔

بھیس بدل کر جو اشاعت اسلام کی کوشش کی اس سے پچاس ہزار ہندو مسلمان ہوئے۔"(22)

تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات پنہاں نہ رہے گی کہ پوری تحریک میں تمام سلاسل کے مشائخ اُن کی خانقاہیں، خلفاء و مریدین سب پیش پیش رہے۔ ہنود و نصاریٰ کی مخالفتوں کے علاوہ قوم پرست علماء جو کانگریس کے ہم نوا تھے اُن کی مخالفتوں کو بھی برداشت کیا اور بعض ایسے علاقے جہاں کوئی ہمت نہیں کر سکتا تھا کہ مسلم لیگ کی حمایت میں کوئی جلوس نکالے یا جلسہ کرے وہاں بھی صوفیہ کرام نے ہی جرأت و دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا کردار ادا کیا۔ پنجاب کے معروف نقشبندی بزرگ خانقاہ شرقپور کے سجادہ نشین میاں غلام اللہ شرقپوری کے کردار کے حوالے سے میاں جمیل احمد شرقپوری لکھتے ہیں:

"شرق پور شریف کے علاقہ میں یونی نسٹوں کا زور تھا، ان کے خوف کی وجہ سے مسلم لیگ کے کارکن ادھر کا رخ نہ کرتے تھے۔ چنانچہ شرق پور شریف میں مسلم لیگ کا سب سے پہلا جلسہ حضرت ثانی صاحب نے ہی کرایا تھا۔ آپ نے ایک شخص کو جلسہ گاہ کے لیے جگہ دینے کو کہا تو وہ یونی نسٹوں کے ڈر سے انکار کرنے لگا۔ اپ نے اسے فرمایا کہ ڈرو نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ یونی نسٹ تمھیں شہید کر دیں گے، اگر تمھیں شہید کر دیا گیا تو اس سے بڑھ کر تمھاری

Marfat.com

خوش بختی کیا ہوگی؟ چنانچہ وہ جگہ دینے پر رضامند ہوگیا اور مسلم لیگ کا جلسہ نہایت تزک واحتشام سے منعقد ہوا اور یونی نسٹوں کا زور ٹوٹ گیا اور مسلم لیگ کی مقبولیت عام ہوگئی۔ اس جلسہ کا تمام خرچ بمعہ خورد ونوش حضرت ثانی صاحب ہی نے برداشت کیا تھا۔ اس کے بعد مسلم لیگ کا ہر جلسہ حضرت ہی کی صدارت میں ہوتا رہا اور تا قیام پاکستان تک حضرت ہر طرح سے مسلم لیگ کی حمایت کرتے رہے۔"(23)

یو پی (اتر پردیش) کے معروف علاقہ بداؤں کے دو معروف نام مولانا عبد الماجد بدایونی اور مولانا عبد الحامد بدایونی قادری سلسلہ کے بزرگ تھے انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کی فکری، عملی، سیاسی، علمی ہر میدان میں کو خوب رہنمائی کی۔ بالخصوص مولانا عبد الحامد بدایونی جن کو قائداعظم نے فاتح سرحد کا لقب دیا تھا۔(24)

صوفیہ کرام اُسوہ حسنہ کے اخلاقی، تعلیمی اور تزکیہ نفس کے پہلوؤں سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ وہ اُسوہ حسنہ کے سیاسی، سماجی اور معاشی پہلوؤں سے بھی بخوبی آگاہ تھے اس لیے جس وقت جس معاشرے میں انہوں نے جس طرح کی تنزلی دیکھی اُس کا تدارک اُسوہ حسنہ کے اُسی پہلو سے کیا جس میں اُس تنزلی کا اعلان موجود تھا۔

صوفیہ کرام کے بارے میں اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بقائے باہمی (Co-existence) کے اصول پر کاربند ہوتے ہیں۔ یہ بات درست ہے لیکن یہ بھی دیکھا جائے کہ صوفیہ کرام کن اصولوں کے مطابق اور کس اساس کے تحت یہ نعرہ لگاتے ہیں۔ صوفیہ کرام کا بقائے باہمی کا اصول اُن کی اپنی اختراع نہیں بلکہ اس کے پیچھے میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ کا اصول ہی کارفرما رہا ہے۔

خلفائے راشدین کے بعد مسلمانوں کی مکمل تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جس حکمران اور جس نظام حکومت کا تعلق کسی فرد صالح کے ساتھ رہا وہ نظام حکومت اور حکمران معاشرہ کے لیے نفع

Marfat.com

بخش ثابت ہوئے اور جہاں کہیں نظام حکومت یا حکمرانوں کا تعلق صالحیت کے پیکر سے کمزور ہوا وہاں ہی اُس کا نظام حکومت اور اُس کی ذات کی عوام الناس کے حق میں نفع آوری کمزور ہوگئی۔

اہل اسلام کی تاریخ میں واقعہ کربلا ایک بڑا سانحہ ہے مگر یہ واقعہ نہ صرف بلکہ تمام عالم انسانیت کو سماجی اصلاح اور انسانی حقوق کی پاسداری وادائیگی کے لئے قوت محرکہ کا کام کرتا ہے تمام صوفیہ کے پیش نظر یہ واقع رہا ہے اور اس نے اُن کے اصلاح انسانیت کے جذبوں کو مزید تقویت دی۔ عالم اسلام کے تمام سلاسل طریقت بارگاہ حسینیت کی چوکھٹ پر بوسہ زن ہو کر ہی آگے بڑھتے رہے ہیں۔ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزیدی معاشرت وسیاست کے خلاف خروج فی الحقیقت انسانی حقوق کی پامالی اور اسلامی سیاست کے مٹائے جانے ہی کے خلاف تھا۔ اس فکر کو ہر صوفی نے اپنی ذہن وقلب پر نقش کیا اور عالم اسلام کی تمام بڑی فتوحات صرف جرنیلوں ہی کا کارنامہ نہیں بلکہ اُن کے ساتھ فکری مربی جو کسی بھی سلسلہ کے ہوتے برابر کے شریک ہیں۔ اس حوالے سے قسطنطنیہ (استنبول) کی فتح کے ضمن میں معروف ترک سکالر ڈاکٹر درمش بلگر لکھتے ہیں:

> ''فاتح سلطان محمد خان استنبول کے فتح کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت محمد بن حمزہ المعروف آک شمس الدین (آپ کا تعلق حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے خانوادہ سے تھا) بھی اُس زمانے کے دوسرے علماء اور اپنے شاگردوں کے ساتھ فوج میں شریک ہوئے۔ آک شمس الدین نے جنگ کے دوران سلطان کو بڑے مفید مشورے بھی دیے اور فتح کی خوشخبری بھی سنائی۔ جب استنبول فتح ہوا اور سلطان نے مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار کا پتہ پوچھا تو اس نے آک شمس الدین نے جواب دیا کہ'' مجھے سامنے والی پہاڑی کے دامن میں

Marfat.com

ایک نور نظر آ رہا ہے مزار وہی ہونا چاہیے" پھر جب اُس جگہ پر کھدائی ہوئی تو قبر برآمد ہوئی۔ سلطان محمد خان نے قبر پر ایک تربت بنوائی اور اُس کے ساتھ ایک مسجد اور طالبعلموں کے لیے حجرے بھی بنوائے۔ استنبول کی فتح کے بعد آک شمس الدین ترکی کے شہر بولو کی تحصیل گوینوک آ کر قیام پذیر ہوئے اُن کی وفات یہاں ہی 1460ء میں ہوئی اور وہ سلمان پاشا کی تاریخی مسجد کے احاطے میں مدفون ہوئے۔(25)

فکر اسلامی کے مکمل اور ہر جہت میں مکمل نفاذ کے لئے صوفیہ کرام نے ہر طرح سے اپنا کردار ادا کیا اُس کا آغاز چونکہ اصلاح فکر و کردار سے ہوتا ہے اس لیے انہوں نے زیادہ توجہ اِدھر ہی مرکوز رکھی۔ اُس کے بعد سماج کے استحکام اور خوشحالی کے لئے سماجی و سیاسی طور پر افراد بالخصوص حکام کی ہر طرح ممکنہ طور پر اصلاح کی کوشش فرمائی۔

Marfat.com

فصل سوم:

معاشی اثرات

نبی کریم ﷺ نے جس معاشرہ کی بنیاد رکھی وہ بڑا معتدل اور انسان دوست معاشرہ تھا جس میں ہر شخص اپنی روحانی تسکین کے ساتھ اپنے جسمانی و مادی تقاضوں کے مطابق اپنی ضروریات وخواہشات کے حصول کو بآسانی ممکن بناتا اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے حظ وافر اٹھاتا۔ عہد رسالت اور عہد خلفائے راشدین کے بعد جب طرزِ حکمرانی میں شاہانہ انداز اپنائے گئے تو حکمرانوں کا اثر اعوام الناس پر کافی حد تک ہوا۔ ایسی صورت حال میں اسلام کے معاشی اصول و رویے جو نہ صرف عادلانہ معیشت کی بنیاد ہیں بلکہ کردار سازی کی بھی ایک اہم بنیاد ہیں۔ اُن کی طرف بھرپور توجہ نہ دی گئی۔ حکومتی عوامی غیر فطری و غیر معتدل معاشی رویوں کو راہ راست کے مطابق کرنے کے لئے صوفیاء کرام نے سعیِ جمیلہ کی۔ اس ضمن میں انہوں نے تین جہات میں کام کیا۔

1۔ حصول رزق میں حلال وطیب کی تاکید، تلقین اور تربیت کرنا۔

2۔ امراء کی توجہ معاشرے کے مفلوک الحال طبقات کی طرف مبذول کروانا۔

3۔ اپنے مال واسباب صحیح مصارف میں خرچ کر کے عملی نمونہ پیش کرنا۔

اسلام نے حصول رزق کے تمام ذرائع کے لئے ''حلال وطیب'' کی اصطلاح استعمال کی ہے جبکہ تمام حرام ذرائع کے لئے ''باطل'' اور ''خطوٰت الشیٰطین'' کی اصطلاحات استعمال کیں ہیں۔

حلال وطیب رزق کے انسانی فکر وعمل اور معاشرے پر مثبت اثرات ہوتے ہیں اور

Marfat.com

ارتکاز دولت کا سد باب ہوتا ہے اور اس سے معاشی توازن پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح باطل و حرام ذرائع کے اثرات بد اور اُس کے نتیجے میں منفی رویوں کا جنم لینا فتنہ وفساد اور سرکشی جیسے مزاج راسخ ہوتے ہیں۔

انسانی حیات کی بقاء کی بنیاد رزق پر ہے اور یہ بغیر کسب کے ممکن نہیں اور اس حوالے سے کسب کرنا ہی معاش کہلاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ''کلوا واشربوا'' کا حکم دیا ہے تو اُس کے حصول کے لئے ''فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ'' کا حکم بھی دیا ہے۔

صوفیہ کرام جو عرفان حق کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں وہ کسی مقام اور کسی بھی صورت حال میں انسان کے فطری تقاضوں سے صرف نظر نہیں کرتے۔ بلکہ عام حالات اور مشکل حالات ہر طرح کی صورتحال میں انسانی زندگی کو متوازن اور فطری اصولوں کے عین مطابق کرنے ہی کوشش میں رہتے ہیں۔ کسب معاش پر ہی اکثر عبادات اسلامیہ کا انحصار ہے۔ جیسے حج، زکوٰۃ، قربانی، فطرانہ، نکاح وغیرہ ان سب کی ادائیگی بندے کی مالی خوشحالی کا تقاضا کرتی ہے اور مالی خوشحالی کے لئے بھرپور معاشی جدوجہد کرنا ضروری ہے۔

صوفیہ کرام اپنے معتقدین کی معاش کے حوالے سے اس طرح ذہن سازی کرتے ہیں کہ اُن کے تمام اعضاء کسب میں رہیں۔ حصول رزق حلال میں وہ سخت سعی کریں لیکن مال کی محبت اُن کے دل میں راسخ نہ ہو بلکہ دل میں مال عطا کرنے والی ذات کریم کی محبت ہو کیونکہ مال کی کثرت اُس وقت کی سرکشی و بغاوت کا سبب بنی ہے جب اس کی محبت دل میں ہو۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ صرف مال کی کثرت نے انسان کو ہلاک نہیں کیا بلکہ اُس سوچ نے انسان کو ہلاک کیا جو محبت الٰہی سے خالی تھی۔ کثرت مال کے حوالے سے فرعون وقارون کی اگر مثال دی جاتی ہے تو مال کی کثرت تو کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاں بھی تھی لیکن فرق واضح ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوں یا صوفیہ کرام اُن کے پاس جتنا بھی مال آیا وہ حکم الٰہی کے مطابق انسانیت کی فوز وفلاح پر ہی خرچ ہوتا رہا جبکہ محبت الٰہی کے بغیر مال کی کثرت رکھنے والوں کا مال تخریب وفساد ملت ہی پر خرچ ہوتا رہا ہے اور اس کثرت نے اُن کو

Marfat.com

اپنے اس طرزِ عمل کی ہی وجہ سے ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا ہے۔

صوفیہ کرام کی خانقاہیں جہاں تعلیم وتربیت، قیام وطعام کا مناسب بندوبست ہوتا رہا ہے اُن کے اخراجات بڑی خوش اسلوبی سے پورے ہوتے ہیں۔ خانقاہی نظام کے لیے صوفیہ کرام کا ذاتی مال اور آنے والوں کی طرف سے ملنے والے نذرانے ہی ہوتے تھے عوام کے نذرانے عوام ہی پر خرچ ہوتے تھے۔ اُس سے بڑی بڑی کوٹھیاں، عالیشاں سواریاں اور بڑے بڑے حکومت مناصب حاصل نہیں کیے جاتے تھے بلکہ سب سے پہلے صوفیہ کرام اپنے مال کو ہی خرچ کرتے تا کہ مریدین کے لئے بھی مثال قائم ہو سکے۔

سرکاری مال کو قبول کرنے سے صوفیہ کرام ہمیشہ مجتنب رہنے کی ہی کوشش کرتے۔

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ جو عہد غزنوی کے نامور صوفی گزرے ہیں اور سلسلہ نقش بندیہ کے اکابر مشائخ میں سے ہیں آپ سے ایک بار سلطان محمود غزنوی ملنے آیا اور ایک تھیلی اشرفیوں کی پیش کی آپ نے جواباً جَو کی خشک روٹی آگے رکھ دی اور فرمایا کہ اِسے کھاؤ۔ محمود نے آپ کے ارشاد کے موافق لقمہ توڑ کر منہ میں رکھا۔ دیر تک اُسے چباتا رہا مگر وہ حلق سے نیچے نہ اُترا۔ آپ نے فرمایا نوالہ حلق میں اٹکتا ہے؟ محمود نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا کہ تو چاہتا ہے کہ میرے بھی حلق میں یہ اشرفیاں اِسی طرح اٹکی رہیں۔ (26)

اِسی طرح ایک بار جب عباسی خلیفہ مستنجد باللہ کثیر تعداد میں اشرفیاں لے کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر میں ہوا کہ آپ بطور نذر اُسے قبول فرمالیں تو آپ نے قبول فرمانے کی بجائے اُس کی بھرپور سرزنش کی اور فرمایا کہ تم لوگوں کا مال ظلم کے ذریعے حاصل کرتے ہو اور میرے پاس لے آتے ہو کہ اِسے قبول کرلیں۔ (27)

صوفیہ کرام سرکاری عطیات کو قبول نہ کرنا بھی ایک طرح سے مریدین کی اصلاح و فلاح کے لئے تھا کہ وہ سرکاری خزانے سے امداد کے منتظر رہنے کی بجائے کسب حلال پر زیادہ توجہ دیں اور محنت کو اپنا شعار بنائیں۔ حیرانی کی بات جو عوام الناس کے لیے اور اہل اللہ پر اعتراضات کرنے والوں کے لئے یہ ہے کہ بظاہر یہ لوگ کوئی کاروبار بھی نہیں

Marfat.com

کرتے۔سرکاری عطیات بھی قبول نہیں کرتے لیکن اس کے باوجود ہزاروں لوگ ان خانقاہوں سے صبح وشام کھانا کھاتے ہیں۔ تعلیمی ادارے بھی قائم ہیں۔یہ نظام کس طرح چلتا ہے؟

اس ضمن میں عرض یہ ہے کہ یہی تو اللہ والوں کی شان ''توکل'' کا ثمر ہے اور اُس وعدہ الٰہی کا نتیجہ ہے جو قرآن نے کہا کہ **و من یتق اللہ یجعل له مخر جًا و یرزقهٗ من حیث لا یحتسب** (28)

اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے راہیں بنا دیتا ہے اور اُس کو ایسی جگہ سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اُس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

تاریخی طور پر یہ بات بھی ثابت ہے کہ کچھ صوفیہ کرام سرکاری عطیات اور وظائف قبول بھی کرتے تھے۔لیکن جن صوفیہ نے بھی کسی بھی طرح کی کوئی سرکاری مراعات قبول کیں وہ اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ اُن غریبوں، فقیروں، ناداروں ہی کے لیے قبول کی جن کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا یا وہ کسب کرنے کے قابل نہ تھے۔ بلکہ غرباء وفقراء اور حاجت مندوں کی امداد کے لئے صوفیہ کرام حکام وامراء کو تلقین بھی کرتے ہیں اس حوالے سے حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں جو انہوں نے شیخ عبدالوہاب بخاری کے نام لکھا فرماتے ہیں:

''اس عریضۂ نیاز کا حامل میر سیّد احمد سادات سامانہ (سامانہ ہندوستان میں سرہند شریف کے قریب ایک شہر ہے) میں سے ہے۔ طالب علم اور نیک آدمی ہے۔اسباب معاش کی تنگی کا شکار ہے اس بناء پر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا ہے۔اگر آپ کے پاس گنجائش ہو تو شخص مذکور اس کا اہل ہے اور اگر آپ کے گنجائش نہ ہو تو اپنے مخلصین میں کسی کو سفارش کریں تا کہ یہ شخص تنگی معاش کے اسباب سے بے فکر ہو جائے۔ جبکہ یقین تھا کہ آپ خود فقرا و محتاج لوگوں کی طرف پوری توجہ رکھتے ہیں۔خاص کر سادات عظام کی امداد کی طرف زیادہ توجہ فرماتے ہیں تو یہ چند کلمے لکھنے کی جرأت کی۔(29)

Marfat.com

صوفیہ کرام نے نہ صرف لوگوں کے معاشی معاملات کو مالی طور پر درست کرنے کی کوشش کی بلکہ اُن کو معاشی جبر واستبداد سے بھی بچایا اس حوالے سے حضرت شیخ علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا لاہور آمد پر مشہور واقعہ ہے کہ ایک عمر رسیدہ خاتون اپنی بھینس کا دودھ ایک ہندو جادوگر رائے جوگی کے پاس لے کر جارہی تھی۔ حضرت نے پوچھا کہ کس لیے اور کیوں لیجارہی ہو؟ تو بولی کہ اگر اُس کو دودھ نہ دیا تو بھینس سے دودھ کی بجائے خون آنا شروع ہو جائے گا۔ حضرت نے یہ سن کر اُس کے جوگی کے پاس جانے سے روک دیا اور اُس کو یقین دلایا کہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ خاتون کے اس عمل کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی جو اس طرح دودھ کا کچھ حصہ بطور ''ٹیکس'' اُس جوگی کو دیتے تھے اُنہوں نے بھی روک دیا اور وہ جوگی اُن سب کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکا بلکہ خود حضرت کے ساتھ معارضہ کرنے میں ناکام ہوا۔ پھر تائب ہو کر ایک صالح انسان بن گیا۔(30)

حضرت شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرز عمل میں معلوم ہوا کہ صوفیہ کرام لوگوں کو معاشی جبر واستحصال سے بھی بچاتے اور جبراً کمزوروں کا مال ہتھیانے والوں کو بھی روکتے تھے۔ اس طرح صوفیہ کرام نے معاشرے میں غیر فطری عناصر جو بغیر محنت کے کسی حیلے بہانے سے دوسروں کا مال حاصل کرنے کے درپے ہوتے اُس پر کاری ضرب لگائی اور پھر یہ بھی یاد رہے معاشی ظلم میں انہوں نے مسلم وغیر مسلم کی بجائے ظالموں مظلوم کا لحاظ کیا تا کہ قرآن وسنت کا نظریہ حق وباطل دنیا کے سامنے آشکار ہو سکے۔

صوفیہ کرام کے معاشی حالات کے بارے میں عمومی طور پر یہ تاثر بھی دیا جاتا ہے کہ وہ بالکل مال اپنے پاس نہ رکھیں، پھٹے پرانے کپڑے پہنیں ہوں، ہر دم ذکر واذکار، ورد و وظائف اور صوم وصلوٰۃ میں مصروف نظر آئیں اور سماج میں کسی بھی معاشی جدوجہد میں حصہ نہ لیں۔ بغیر اسباب کے اپنی خانقاہ میں بیٹھ کر آنے والوں کو وعظ ونصیحت کرتے رہیں۔

وعظ ونصیحت کرنا، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہونا، ذکر واذکار اور اوراد وظائف کی تلقین کرنا، فکر وعمل کی صالحیت کا پرچار کرنا اپنے کردار سے اُسوہ حسنہ کے رنگ بکھیرنا اس کے لیے

Marfat.com

پھٹے پرانے کپڑے پہننا، معاشی جدوجہد نہ کرنا اپنے اہل وعیال کے لئے کچھ باقی نہ چھوڑنا، مفلوک الحالی یا محتاجی کی صورت اختیار کرنا یہ نہ اُسوہ رسول کریم ﷺ ہے نہ سلف صالحین کا طریقہ نہ ہی مقاصد شریعت سے ہے اور نہ ہی روح تصوف وتذکیہ نفس کا خاصا ہے۔

معاش کے حوالے سے صوفیہ کرام ہمیشہ کسب حلال، اکل حلال، باطل وحرام سے احتراز، قناعت واعتدال اور انفاق وایثار ہی کا درس دیتے رہے ہیں۔ جب کہ ذخیرہ اندوزی، احتکار، حق تلفی اور اس طرح کے امور جو معاشی ناانصافی کا سبب بنتے ہیں سے بچنے کی تلقین کرتے رہے ہیں۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ذخیرہ اندوزی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''صوفیہ کرام کی ایک اخلاقی صفت یہ بھی ہے کہ کل کو خرچ کیا جائے اور مال ومنال کو جمع نہ کیا جائے اس کا باعث یہ ہے کہ صوفی خداوند عالم کے لطف وفضل کے خزانوں کو کھلا ہوا دیکھتے ہیں پس اس کی مثال اس شخص کی ہے جو ساحل سمندر پر ہو اور اپنے مشکیزے میں پانی نہ بھرے (صوفیہ کرام کے سامنے مال ودولت کے انبار ہیں لیکن یہ اپنے لیے جمع نہیں کرتے)۔(31)

صوفیہ کرام کے پاس جو بھی کچھ بھی مال ومتاع، اسباب یا اثر ورسوخ ہوتا ہے وہ اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ مخلوق کی خوشحالی کے لئے خرچ ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی خانقاہ اور وہاں آنے والوں کو میسر سہولتوں کے حوالے سے پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

''حضرت محبوب الٰہی کی خانقاہ کر دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا امیر وغریب، عارف وعامی، شہری ودیہاتی، بوڑھے اور بچے سب ہی اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ شہر سے غیاث پور (حضرت کی خانقاہ) تک مختلف مقامات پر چبوترے بنائے گئے۔ چھپر ڈال دیئے گئے تھے۔ کنوئیں کھدوائے گئے پانی سے بھرے ہوئے مٹکے اور مٹی کے لوٹے رکھے ہوتے تھے، چٹائیاں بچھی رہتی

Marfat.com

تھیں، ہر چبوترہ اور چھپر میں ایک حافظ اور ایک خادم مقرر کر دیا گیا تھا تا کہ آنے والوں کو سہولت رہے۔ ہزاروں آدمی اُن کے لنگر سے کھانا کھاتے۔ خود حضرت محبوب الٰہی کا یہ حال تھا کہ مسلسل روزے رکھتے اور سحری کے وقت تک کھانا نہ کھاتے تھے کہ شہر میں کچھ لوگ بھوکے سو رہے ہوں گے۔ خلق کی اس دردمندی نے اُن کو اقلیم دل کا حکمران بنا دیا تھا''۔(32)

صوفیہ کرام کے خانقاہی نظام کے قائم کرنے کی غرض وغایت مخلوق خدا کی فکری، سماجی، تعلیمی، سیاسی اور معاشی حالتوں ہی کو سنوارنا تھا۔ صدیوں سے رائج صوفیہ کرام کے خانقاہی نظام جس کی اساس اصحاب صفہ ہیں کو عالم اسلام میں اہل اسلام نے قبولیت کی سند عطا کی ہے اور قرآن کی آیت:

اَصلها ثابت و فرعها فی السماء''(اس کی بنیاد مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں) کے مصداق تمام سلاسل کی خانقاہوں نے ایسے ایسے رجال امت کو دیئے ہیں جو صرف مسلمانوں بلکہ اسلام کا بھی فخر ہیں۔ ان میں فقہا، مجتہدین، مفسرین، محدثین، متکلمین، فلاسفہ، مجاہدین کی ایک کثرت ہے۔ صوفیہ کرام کی قائم کردہ خانقاہوں میں آج بھی محبتوں کے چراغ فروزاں ہیں۔ آج بھی روحانی، فکری، عملی اور معاشی استحکام، ان خانقاہوں کا درس اول ہیں۔ صرف معاش ہی کے حوالے سے دیکھا جائے تو ہزاروں افراد کو کھانا میسر آتا ہے۔ اعراس اور دیگر تقریبات کے مواقعوں پر یہ تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ عصرِ حاضر میں عالم اسلام کی چند بڑی خانقاہوں جن میں حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (لاہور) حضرت سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (بغداد)، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (اجمیر) حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ (پاکپتن) حضرت بہاؤ الدین زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (ملتان) حضرت عثمان مروندی المعروف لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ (سہون شریف) حضرت خواجہ سیّد بہاؤ الدین نقش بند بخاری رحمۃ اللہ علیہ (بخارا) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ (دہلی) اور اس کے علاوہ دیگر بزرگان دین کی خانقاہیں اُس کے

Marfat.com

ساتھ مزرات اور تعلیمی ادارے آج بھی اس دہشت وتخریب اور پُرفتن دور میں امن ومحبت کے مراکز ہیں۔

اِن مزارات وخانقاہوں کی وجہ سے جو معاشی سرگرمیاں ہوتی ہیں اور حکومتوں کو مالی استحکام ملتا ہے اُس کے لیے صرف ایک بڑی خانقاہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ لاہور پاکستان کا سروے کیا تھا جو بطور نمونہ پیش کیا جارہا ہے کہ خانقاہیں کس طرح معاشرے میں معاشی استحکام دینے کے ساتھ ساتھ وہاں کے غریبوں اور محتاجوں کے لئے مؤثر سہارا ثابت ہوتی ہیں۔

عالم اسلام کی مرکزی اور جنوبی ایشیاء کی قدیم ترین خانقاہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اس خطے میں تمام سلاسل کے اکابر مشائخ نے اس خانقاہ پر حاضری دی ہے صدیوں سے قائم اس خانقاہ کا اس خطے پر بہت گہرا اثر ہے۔ خانقاہ کا بنیادی مقصد تو تعلیم وتربیت ہی ہے لیکن بعض خانقاہیں کثیر الجہات ہیں جن میں حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ بھی ہے آج اس خانقاہ سے منسلک ہسپتال، تعلیمی ادارہ، لائبریری، ریسرچ سنٹر، مطبوعاتی ادارہ، لنگر خانہ اور دیگر ذیلی شعبہ جات معاشرے مین اپنا کردار کررہے ہیں۔ اس خانقاہ کے معاشی اثرات پر بات کرنے سے قبل ضروری ہے کہ خانقاہ سے منسلک تعلیمی ادارے کا مختصر تعارف پیش کیا جائے۔ خانقاہ داتا دربار کے تعلیمی ادارے کا نام جامعہ ہجویریہ ہے۔ اس حوالے سے ادارے کے پرنسپل علامہ بدرالزماں قادری فرماتے ہیں:

جامعہ ہجویریہ 2002 میں قائم ہوا جس میں پانچ سو طلباء کو تعلیم دی جارہی ہے۔ ان میں دو سو طلباء اقامتی ہیں۔ سب کو مفت تعلیم دینے کے ساتھ اُن کے طعام، رہائش، میڈیکل، کتب کے علاوہ وظائف بھی دیئے جاتے ہیں۔ سولہ اساتذہ کرام تدریسی امور کے لیے مقرر ہیں جن کے باقاعدہ پے سکیل ہیں۔ وزٹنگ اساتذہ کے اس کے علاوہ ہیں۔ جامعہ میں علوم دینیہ کے لیے انگلش لینگویج کورسز اور کمپیوٹر کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔ ساتھ ساتھ مختلف عصری موضوعات پر اکثر وبیشتر ماہرین فنون کے لیکچرز کا بھی انعقاد کیا جاتا

Marfat.com

ہے اس طرح طلباء علوم دینیہ کے ساتھ علوم عصریہ بھی حاصل کرتے ہیں۔ طلباء کے مطالعہ و تحقیق کو وسعت دینے کے لئے بیس ہزار سے زائد کتب پر مشتمل لائبریری بھی جامعہ میں موجود ہے اور ششماہی علمی و تحقیقی مجلّہ ''معارف اولیاء'' بھی ہے جس میں نامور محققین کے تحقیقی مقالات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اپنے قیام سے لے کر اب تک گزشتہ پندرہ سالوں میں ہزاروں طلباء سو فیصد مفت تعلیم حاصل کر کے معاشرے کے سرکاری اور نجی اداروں کے علاوہ بیرون ملک بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس طرح ایک مرد درویش کی خانقاہ سے نہ صرف وہ فکری، علمی اور سماجی طور پر بہرہ یاب ہوئے بلکہ معاشی طور پر ایک باعزت زندگی گزار رہے ہیں۔(33)

داتا دربار سے منسلک اس تعلیمی ادارے سے ہر سال چند سو طلباء فارغ التحصیل ہو کر نکلتے ہیں اور مختلف مقامات پر اپنی اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں یہ وہ طلباء ہیں جو ملک کے طول عرض سے دور دراز دیہاتوں، قصبوں وغیرہ سے آتے ہیں اور اکثر غریب گھرانوں کے ہوتے ہیں جن کے والدین اُن کے تعلیمی اخراجات پورے کرنے کے قابل نہیں اور اُن کے اپنے علاقوں میں اس طرح کے تعلیمی ادارے نہ ہونے کے برابر ہیں جو اُن کی تعلیمی ضروریات کے ساتھ اُن کی دیگر ضروریات زندگی کو بھی پورا کر سکیں۔ اس طرح یہ خانقاہ جو صدیوں پہلے ہوئی تھی آج بھی معاشرے سے جہالت کو دور کر کے علم کے چراغ روشن کر رہی ہے اور فروغ تعلیم میں حکومت و عوام کی بھرپور معاونت کر رہی ہے گو کہ اب جامعہ ہجویریہ حکومتی ادارے محکمہ اوقاف کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ لیکن اگر صرف اس خانقاہ کے مالی معاملات ہی کو دیکھا جائے تو یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ خانقاہ نہ صرف اپنے تمام اخراجات خود پورے کر رہی ہے بلکہ حکومتی خزانے میں خاطر خواہ اضافہ کر رہی ہے۔ اس حوالے مینیجر داتا دربار جناب طاہر مسعود صاحب فرماتے ہیں:

''داتا دربار میں جو کیش بکس ہیں اُن سے سالانہ آمدن 34 سے 35 کروڑ روپے ہے۔ جس میں تقریباً ہر ملک کی کرنسی شامل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ

Marfat.com

زائرین کے جوتوں کی حفاظت کے لئے جو ٹھیکہ دیا جاتا ہے وہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ روپے سالانہ ہے جو روزانہ پچاس ہزار زائرین کے حساب سے طے کیا گیا ہے۔ سینکڑوں مخیّر حضرات کی طرف سے ملنے والی نقد رقوم، لنگر خانے کے لیے اجناس، جانور، دودھ وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔ اگر مزار کی تمام آمدن کا حساب لگایا جائے تو یہ سالانہ پچاس کروڑ سے بھی متجاوز ہے۔(34)

داتا دربار کے مینیجر صاحب نے یہ اعداد و شمار سرکاری حوالے سے بتائے ہیں۔ مزار کے تین اطراف دو سو سے زائد لنگر کی دوکانیں ہیں جہاں سے بریانی، زردہ اور دال روٹی زائرین خرید کر وہاں موجود غرباء، مساکین، مسافر، معذوروں اور مزدوروں کو پیش کرتے ہیں۔ کروڑوں روپے سالانہ کی یہ لنگر کی جو دوکانداروں کو آمدن ہوتی ہے۔ اُس کی بنیاد بھی یہی مزار ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق تین اوقات میں اس خانقاہ سے کھانا کھانوں کی تعداد روزانہ بیس ہزار سے زائد ہے۔

اس طرح پھولوں، چادروں، بک شاپس، گفٹ شاپس، سفری ضروریات کی چیزیں، سرائے، مسافر خانے اور ہوٹل وغیرہ کے معاش کی بنیاد صرف حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ ہے۔ روزانہ پچاس ہزار افراد ملک کے طول عرض اور بیرون ملک سے یہاں حاضری کو آتے ہیں۔ اُن کی آمد و رفت کی وجہ سے ٹرانسپورٹ کے شعبہ کو جو مالی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ اس خانقاہ کا ایک واضح معاشی اثر ہے۔

عرس کے تین دنوں میں تمام زائرین اور دیگر اعداد و شمار جو پیش کیے گئے ہیں اُن میں کئی سو فیصد اضافہ دیکھنے کو آتا ہے۔ اُس کے بعد سب سے بڑا اجتماع یہاں رمضان المبارک بالخصوص اعتکاف کے دنوں میں ہوتا ہے۔ ہزاروں افراد اس خانقاہ میں مسجد میں اعتکاف کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے قرعہ اندازی کی جاتی ہے اور صرف تین ہزار افراد کو باقاعدہ دس روزہ اعتکاف کی اجازت ملتی ہے۔ جن کے قیام و طعام، میڈیکل اور دیگر سہولیات کا بڑا اعلیٰ اہتمام کیا جاتا ہے۔ داتا دربار کے تمام شعبہ

Marfat.com

جات کے لئے تین سے پانچ سو افراد سرکاری طور پر مقرر ہیں۔ اُن کو اُن کی ملازمتی عہدہ کے مطابق باقاعدہ گورنمنٹ کے سکیل کے مطابق تنخواہ و مراعات حاصل ہوتی ہیں۔ مزار کے قرب و جوار میں سرائے، مسافر خانے اور ہوٹل سے منسلک سینکڑوں افراد کی معیشت کا انحصار اس عظیم خانقاہ پر ہے۔ اس طرح دو سو سے زائد لنگر کی دکانوں اور اتنی ہی دیگر دکانوں کا کاروبار بھی اس خانقاہ ہی سے وابستہ ہے بلکہ لنگر کی دکانوں کے مالکان کے علاوہ ملازمین ،کھانا بنانے والے، اُن کو سامان مہیا کرنے والے اور ٹرانسپورٹ والے ان سب کو اگر شمار کیا جائے تو یہ تعداد ہزاروں تک پہنچ جائے گی۔ ان سب کی معیشت اِسی خانقاہ سے وابستہ ہے۔

یہ صرف ایک خانقاہ کے معاشی اثرات کا سروے کر کے اُس کو نمونہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح پاکستان کی دیگر بڑی خانقاہیں مثلاً حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ (پاکپتن)، حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ (کلفٹن کراچی)، حضرت شاہ عبداللطیف قادری المعروف امام بری سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ (اسلام آباد)، حضرت سیّد عبداللہ شاہ المعروف بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ (قصور) ان سب سے بھی ہزاروں افراد کی معیشت وابستہ ہے۔

اس طرح بیرون پاکستان عالم اسلام کی دیگر خانقاہوں کی صورتحال ہے۔ انہی خانقاہوں کی وجہ سے ہزاروں افراد کو نہ صرف روزگار حاصل ہوتے رہے ہیں بلکہ ہزاروں وہ افراد جن کا کوئی کسب معاش نہیں اُن کو یہاں سے تین اوقات میں کھانا بھی ملتا ہے۔ اس طرح اُن کا بوجھ ان خانقاہوں نے اٹھایا ہوا ہے بلکہ عالم اسلام کے جس جس خطے میں بھی خانقاہیں موجود ہیں وہاں کبھی کوئی بھوک سے نہیں مرا۔ (الا ماشاء اللہ) اور نہ ہی وہاں قحط پڑا۔ صالحین کے قائم کردہ اس کار خیر میں خدائی برکت ہے اور غیر سے اُن کی مدد ہوتی ہے آج معاشروں میں ''دستر خوان'' کے نام سے مخیّر ادارے غرباء و مساکین، معذور و ں اور مزدوروں کو باعزت طریقے سے دو وقت یا تین وقت کھانا پیش کر رہے ہیں وہ خانقاہی

Marfat.com

نظام ہی کا عکس جمیل اور اثر ہے۔ بلاشبہ ان دستر خوانوں جن میں بحریہ ٹاؤن اور سیلانی ویلیفئر نمایاں طور پر شامل ہیں سے ہزاروں افراد روزانہ مستفید ہوتے ہیں ان کا ثواب ضرور اُن صالحین کو ملتا ہے جنہوں نے باقاعدہ ایک ادارہ کے طور پر تعلیم و تربیت کے ساتھ کھانا کھلانے کی بنیاد ڈالی۔

یہ چند اعداد و شمار معاشی اثرات کے حوالے سے جو پیش کیے گئے وہ ایک مرکزی خانقاہ کو نمونہ بنا کر وہاں سروے کے مطابق پیش کیے گئے ہیں۔ اس میں کمی و بیشی ہو سکتی ہے اور اگر کوئی محقق صرف خانقاہی نظام کے عالم اسلام یا جنوبی ایشیا میں معاشی اثرات پر تحقیق کرے تو یقیناً زیادہ طور پر اعداد و شمار سامنے آ سکتے ہیں جس سے صورتحال مزید واضح ہو سکے گی اور صوفیاء کرام کی خدمات اور رویوں پر اثر انداز ہونے کے حوالے سے معاشی جہت کو سمجھا جا سکے۔

Marfat.com

حوالہ جات

1.A.J. Arberry, Sufism, P 85

2.Schimmel , Annemarie , Forward on Sufi Heirs of the Prophet (By Arthur F. Buehler University of South Carolina 1998 P ix (Forward)

3.Gibb, H.R.A, Islamic Culture 1942, P 265

4۔جیلانی، شیخ عبدالقادر، غنیۃ الطالبین، ص163۔

5۔ایضاً، مزید دیکھیے فتوع الغیب، ص406۔

6۔مشائخ نقش بند، توکلی۔

7۔بریلوی، شمس، مقدمہ غنیۃ الطالبین۔

8۔الندوی، ابوالحسن، رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام ص283۔

9۔خان، وحیدالدین، مولانا، عظمت اسلام، گڈورڈز، بکس نیو دہلی، 1995، ص274، 275

10.Arnold, T.W, The Preaching of Islam, Feroz Sons Ltd Lahore 1979, P.2

11۔چشتی، عبدالرحمٰن شیخ، مراۃ الاسرار، مزید دیکھے تاریخ مشائخ چشت۔

12.Riaz ul Islam, Sufism in South Asia, Oxford University Press Karachi, 2003, P 269, 270, .

13.Haeri , Shaykh Fadhdalla, The Thoughtful Guide to Sufism, Bhawana Books and Printers Houz Khas New Dehli India 2006, P.93.

14.Ibid , P94

Marfat.com

15۔شمس الدین، محمد، ڈاکٹر، ماہنامہ جہان رضا، لاہور مدیر پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ، لاہور مئی 2007 ص 46۔

16۔عبدالرشید، میاں، پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر، ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، لاہور 1982، ص 119، 120

17۔سالک، محمد طفیل، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان، انجمن طلبہ اسلام کراچی، 1975 بحوالہ تحریک پاکستان میں علماء کا کردار، ص 6۔

18۔قرشی، حکیم آفتاب احمد، کاروان شوق، ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، لاہور 1984، ص 233-235

19۔جعفری، رئیس احمد، قائداعظم اور اُن کا عہد، مقبول اکیڈمی، لاہور س۔ن ص 330۔331۔

20۔ایضاً

21۔ایضاً

22۔مسعود احمد، ڈاکٹر، تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 2002۔ص 126-128

23۔قصوری، محمد صادق، اکابر تحریک پاکستان، فضل نور اکیڈمی گجرات 1970، ص 220-218۔

24۔شمیم الدین، الحاج، انسائیکلو پیڈیا آف بدایوں، ادارہ مجلہ بدایوں کراچی 2004 جلد 2 ص 76۔

25۔درمش بلگر، ڈاکٹر، مشاہیر ترک، رومی چیئر برائے ترکی زبان و ثقافت پنجاب یونیورسٹی، لاہور 2014، ص 3-2 (ڈاکٹر درمش بلگر، شعبہ اُردو استنبول یونیورسٹی ترکی سے تعلق رکھتے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی میں جب رومی چیئر قائم ہوئی تو موصوف اُس کے چیئرمین کی حیثیت سے تین برس کے لئے تعینات ہوئے۔ پاکستان میں ترکی زبان و ثقافت کے فروغ کے لئے اُنہوں نے خاطر خواہ کام کیا ہے۔)

26۔قصوری، محمد ابراہیم، صوفی، خزینہ معرفت، پروگریسو بکس، لاہور 1981، ص 56

27۔شمس بریلوی، مقدمہ غنیۃ الطالبین۔

28۔الطلاق، آیت۔

29۔سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر 56، مترجم مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، پروگریسو

Marfat.com

بکس لاہور 2006، جلد اول ص 170۔
30۔ ہجویری، سیّد علی بن عثمان، کشف المحجوب مقدمہ، حکیم موسیٰ امرتسری۔
31۔ سہروردی، شہاب الدین شیخ، عوارف المعارف، ص 415۔
32۔ نظامی، خلیق احمد، پروفیسر، تاریخ مشائخ چشت، ص 228-226۔
33۔ قادری، بدرالزمان، علامہ، پرنسپل جامعہ ہجویریہ داتا دربار، لاہور
انٹرویو 11 مارچ 2017 بروز ہفتہ، بمقام جامعہ ہجویریہ داتا دربار لاہور۔
34۔ طاہر مسعود، مینیجر داتا دربار، لاہور انٹرویو 11 مارچ 2017 بروز ہفتہ، بمقام داتا دربار لاہور۔

Marfat.com

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
11 داتا گنج بخش روڈ، لاہور 042-37313885

Marfat.com

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
11 داتا گنج بخش روڈ، لاہور ☎ 042-37313885

Marfat.com